چوتھا حصہ

مشاہدات پر مبنی وہ واقعات جو ایک بیوی پر اکتفاء والے رواج کی ''برکات'' کا اثر ہیں

اب ہم مثالوں سے ہٹ کر صاف اور واضح طور پر بتائیں گے کہ آج کے معاشرے میں تعدد ازواج کی بغاوت سے عورت خصوصاً کس ''ظلم'' کا شکار ہورہی ہے، لیکن اس ''ظلم'' کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ایسے معاشرے کی مثال دی جائے جہاں یہ ''ظلم'' نہیں ہوتا، کیونکہ نکاح کے حق میں عورت پر جو ظلم ہورہا ہے، بہت سے لوگ اس ظلم کو ظلم مانتے ہی نہیں اور بڑے آرام سے کہہ دیتے ہیں کہ حالات نارمل ہیں، اگر کسی ہسپتال میں کوئی بچہ معذور پیدا ہوا اور کئی سال معذوری میں اسی ہسپتال میں جوان ہوجائے تو معذوروں کو مسلسل دیکھ دیکھ کر وہ اس معذوری کو نارمل سمجھتا ہے اور اس کا خیال ہوتا ہے کہ بس خدا نے انسان کو لنگڑا لولا ہی پیدا کیا ہے، دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس کے دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں سلامت ہوں۔

تعدد ازواج کی بغاوت کے نتیجے میں عورت پر ظلم ہورہا ہے، چونکہ اس ظلم کا ہر ایک مشاہدہ کررہا ہے، لہٰذا اب اس ظلم کو قوم نے ظلم سمجھنا ہی چھوڑ دیا ہے، سب سے بڑا ظلم:

طالب، مطلوب اور مطلوب، طالب بن گیا ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مردوں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

{وأحلّ لكم مّا وراء ذلكم أن تبتغوا بأموالكم}

فرمایا: ''ان چند قسم کی عورتوں کے سوا سب کی سب تمہارے لئے حلال کر دی گئیں، اس طور پر کہ تم انہیں طلب کرو اپنے اموال کے ذریعے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ عورت کے نکاح کا مسئلہ جب بھی پیدا ہوگا تو تلاش اور طلب کا وظیفہ مرد کا ہوگا، مبتغی یعنی تلاش اور طلب کرنے والا مرد ہوگا، کسی بھی مرد کو جب نکاح کا خیال آئے گا تو لڑکی کے اولیاء سے رشتہ مرد طلب کرے گا، شادی دفتروں کے چکر مرد لگائے گا، اس کے لئے اخباروں میں اشتہار مرد دے گا، شادی دفتر جو کھلیں گے تو وہ مردوں کو نکاح میں پیش مشکلات کے حل کے لئے ہوں گے اور یہ دفاتر فیسیں بھی مردوں سے لے کر اور ان کے وکیل بن کر ان کے لئے مناسب رشتوں کی تلاش کا کام کریں گے، عورت مطلوب (مبتغی) ہوگی، وہ گھر کی چار دیواری میں بیٹھی ہوگی،

اس کا باپ اپنی بچی کے لئے پے در پے متوجہ ہونے والے طالبین میں سے صرف انتخاب (Selection) کا کام کرے گا کہ ان اتنے سارے آنے والے مناسب رشتوں میں سے میری بچی کے لئے کونسا سب سے زیادہ مناسب ہے، پھر ان مناسب رشتوں میں سے بھی بہت سوں کی بھگا کر صرف انہیں کو منتخب کرے گا جو زیادہ مہر وغیرہ کی پیشکش کر رہے ہوں۔

الغرض رشتے کی تلاش کے لئے لڑکی کے اولیاء (والدین) کے نخرے اٹھانے کا وظیفہ اور ذمہ داری مردوں پر ہے...... عورتوں پر نہیں ہے۔

لڑکی یا اس کے اولیاء تو صرف مختلف مناسب قسم کے متوجہ ہونے والے رشتوں میں سے انتخاب کا کام کریں گے اور ظاہر ہے جس میں طلب ہوتی ہے، وہ مطلوب کے نخرے اٹھاتا ہے اور مطلوب کو حاصل کرنے کے لئے خود کو مشکلات میں ڈالتا ہے، لہٰذا اس مطلوب کو حاصل کرنے کے لئے طالب کو سب سے زیادہ اور نقد مشکل جو درپیش ہوگی وہ مہر کی رقم ہوگی کیونکہ اسے معلوم ہوگا کہ جہاں میں نے نکاح کا پیغام بھیجا ہے، وہاں میرے علاوہ کئی اور بھی میرے جیسے مناسب رشتے آس لگائے بیٹھے ہیں، اب لڑکی کی شادی مجھ پر موقوف نہیں، لڑکی کے باپ نے اگر مجھے مسترد کر دیا تو لڑکی یا اس کے باپ کی صحت پر ضروری نہیں کہ کوئی خاص اثر پڑے، لہٰذا میں مہر دوسروں سے زیادہ رکھوں گا، اگر میں نے 5 لاکھ مہر کی پیشکش کی تو ہو سکتا ہے کہ لڑکی کا ولی جواب دے کہ تم سے پہلے میں 10 لاکھ والے سے نکاح پر آمادہ نہیں ہوا، میں نے 10 لاکھ مہر کی بات کی تو وہ کہے گا کہ تم سے پہلے 20 لاکھ والے کو مسترد (Reject) کر چکا ہوں، چنانچہ ارشاد باری ہے:

{أن تبتغوا بأموالكم} الخ
ترجمہ: تم اپنے اموال یعنی مہر کی رقوم کے ذریعے رشتوں کی طلب جاری رکھو۔''

اور جب تک تلاش وطلب کے باوجود رشتہ نہ ملے، عفت سے رہو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں غنی کر دے، اتنا بندوبست کرا دے کہ تم سے کوئی مسلمان عورت نکاح کے لئے تیار ہو جائے، ارشاد ہے:

{وليستعفف الّذين لا يجدون نكاحًا حتّٰى يغنيهم الله من فضله} (سورة النور)
ترجمہ: ''اور وہ لوگ عفت سے رہیں جو نکاح کا بندوبست نہیں پاتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔''

البتہ ایسا شخص مال کی تلاش جاری تو رکھے تاکہ لڑکی کے اولیاء کو مال وغیرہ کے ذریعے راضی کرنے کی کوشش کرے مگر یہ یاد رہے کہ اس دوران اگر اس کی قسمت جاگ اٹھی اور اسے کوئی ایسا رشتہ مل گیا جو اس مرد کے ''کنگلے'' ہونے کے باوجود اس میں کسی اضافی خصوصیت یا خود اس رشتہ کے اس سے بھی زیادہ مسکین ہونے کی وجہ سے اس سے نکاح پر آمادہ ہو گیا تو نکاح میں دیر نہ کرے ورنہ ''یہ'' بھی ہاتھ سے نکل جائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی جن کے پاس ایک تہبند کے سوا کچھ بھی نہ تھا اور مہر ادا کرنے کے لئے لوہے کی انگوٹھی تک کا انتظام نہ کر سکے، ایسے صحابی کا نکاح ایک ایسی

خاتون سے کروایا جو صحابی کی اس غربت کے باوجود بھی ان سے نکاح پر آمادہ تھیں۔(رواہ البخاری)

بتائیے! کیا آج آپ کو خصوصاً کراچی یا پنجاب میں کوئی ایسا نوجوان نظر آتا ہے جو بے چارہ مہر کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے وہ خود یا اس کے والدین پریشان ہوں اور پریشانی میں لوگوں کو بتاتے پھر رہے ہوں کہ لڑکے بڑے بڑے ہوگئے ہیں مگر لڑکی والوں کے معیار کے مطابق مہر کا (یعنی مہر مثل کا) انتظام نہیں ہو پا رہا، لہٰذا کوئی لڑکی دینے کو تیار نہیں......خدارا ......! کوئی ایک مرد تو ایسا بتاؤ جو مہر کی وجہ سے پریشان ہو،{فإن لم تفعلوا ولن تفعلوا...}آپ ہمیں ایک بھی ایسا فرد نہیں دکھا سکتے کہ جس کے والدین لڑکی والوں کے معیار کے مطابق مہر کا بندوبست نہ ہونے کے باعث غمگین ہوں اور ہم آپ کو اس کے برعکس لاکھوں ایسی عورتیں دکھا سکتے ہیں جن کے والدین دامادوں کی ہوس کے منہ کو بند کرنے کے لئے ہزاروں اور بعض لاکھوں کے جہیز کا انتظام نہ ہونے کے باعث بے چینی واضطراب میں نفسیاتی مریض بنتے چلے جارہے ہیں۔

الغرض مرد کو شریعت نے اس کا مکلف ہرگز نہیں بنایا کہ اگر وہ غریب یا بالکل مفلس ہے تو نکاح کی کوشش ہی نہ کرے، وہ تو نکاح کی تلاش بہرصورت جاری رکھے اور اس دوران پیسوں کا بندوبست کر کے لڑکی والوں کے نخروں اور معیار کے مطابق خود کو تیار کرنے کی کوشش بھی جاری رکھے مگر لڑکی والوں کے لئے بالکل جائز ہے کہ وہ اپنی جانب مردوں کی طرف سے متوجہ ہونے والے رشتوں کو مہر کی کمی کی وجہ سے مسترد کردیں، جبکہ اس مسترد کرنے کا مقصد نکاح میں بلا وجہ کی تاخیر نہ ہو، بلکہ بہتر سے بہتر کا انتخاب ہو، چنانچہ جیسے ہی کسی اچھے رشتے کا انتخاب ہوجائے تو پھر بلا وجہ تاخیر نہ کی جائے۔

(تنبیہ: یاد رکھیے! اگر کسی لڑکی کا باپ زیادہ سے زیادہ مالدار کی لالچ میں لڑکی کو گھر میں بٹھائے رکھے اور نکاح میں غیر معمولی تاخیر کا سبب بنے تو ہماری تقریر کا مقصد ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی ہرگز نہیں، کیونکہ شریعت کی نظر میں محض مال کی لالچ میں لڑکی کے نکاح میں بہت تاخیر کرنا انتہائی گھناؤنی حرکت ہے۔

الغرض 'تاخیر'' ایک الگ چیز ہے اور متعدد متوجہ ہونے والے رشتوں میں سے کسی رشتے کا زیادہ مہر کی بناء پر''انتخاب'' اور بقیہ کو کم مہر کی وجہ سے مسترد کرنا الگ چیز ہے، جبکہ یہ رشتے دینی واخلاقی وصف میں برابر یا قریب قریب ہوں)

الغرض مرد طالب ہے اور عورت مطلوب، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ لڑکی کا ولی خود سے اپنی بچی کا رشتہ کسی پر پیش نہیں کرسکتا یا یہ کوئی معیوب حرکت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں اس کی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ اپنی بچی یا ہمشیرہ کا رشتہ از خود کسی پر پیش کیا گیا، مگر یہ کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ جن صحابہ نے ایسا کیا، وہ اگر ایسا نہ کرتے تو انہیں اپنی بیٹیوں کے لئے مناسب داماد یا بہنوئی کو تلاش کرنے میں مشکل پیش آتی، الغرض ہمارا مقصد اس تقریر سے محض یہ ہے کہ شریعت اور فطرت نے جو نظام دیا ہے، اس پر عمل کی صورت میں اس کی نوبت نہیں آتی کہ لڑکی کا باپ کسی مرد پر اپنی بچی کا رشتہ پیش کرنے کے بارے میں ایسا مجبور ہوجائے کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اسے بچی کی شادی میں مشکلات پیش آتیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لا یخطب أحد کم علی خطبة أخیه۔''

اس حدیث سے بھی ظاہر ہورہا ہے کہ اسلام نے نکاح کے معاملے میں مرد کو طالب بنایا ہے اور صحابہ کے زمانے میں

عمومی طور پر مرد نکاح کا پیغام بھیجا کرتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں تنبیہ فرمائی کہ جب تم میں سے کسی نے کسی عورت کے لئے پیغام نکاح بھیجا ہوتو اس پیغام پر کوئی دوسرا مسلمان بھائی پیغام نہ بھیجے۔ یوں نہیں فرمایا:

''لا تخطب إحداكنّ على خطبة أختها''

یعنی جب لڑکی والے دعاؤں، وظیفوں یا تعویذ گنڈوں کے ذریعے کسی اچھے لڑکے کو ''گھیرنے'' میں کامیاب ہوکر اس کی طرف نکاح کا پیغام بھیجیں تو کوئی دوسری خاتون اس رشتے میں ٹانگ اڑانے کی کوشش نہ کریں۔''

صحابہ کے زمانے میں مردوں کی عورتوں کی طرف نکاح کی غیر معمولی طلب کی کچھ جھلکیاں، جس سے واضح ہوگا کہ اس زمانے میں مرد طالب تھا اور عورت مطلوب

بیوہ کی عدت کا انتظار صحابہ پر بہت شاق گذرتا تھا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بیوہ ہوجانے والی عورت کے بارے میں حکم دے رہے ہیں کہ جب کوئی عورت بیوہ ہوجائے تو جب تک اس کی عدت نہ گزر جایا کرے، نکاح کا پیغام نہ بھیجا کرو، مگر اس حکم میں ایک استثناء یعنی چھوٹ دے دی کہ تعریض یعنی گول مول بات کے ذریعے اس عورت یا اس کے اولیاء کو اپنے نکاح کے ارادے پر مطلع کرسکتے ہو۔

الغرض اتنی رخصت دے دی کہ اشارۃً کنایۃً پیغام بھیجنے کی اجازت ہے اور اس رخصت کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ

{علم اللہ أنّکم ستذکرونہنّ} (سورۃ البقرۃ)

یعنی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم ان بیوہ ہوجانے والی عورتوں کو نکاح کی خاطر دل میں یا ظاہری طور پر، غرض کسی نہ کسی طرح سے یاد ضرور کروگے اور اس کے باعث تمہارا دل ان کی طرف پیغام نکاح بھیجنے میں ایسا للچائے گا کہ اگر ہم تم پر ہر طرح سے نکاح کا پیغام بھیجنے پر پابندی لگا دیتے تو یہ حکم تم پر بہت شاق گزرتا، تمہارا رب تمہاری اس رغبت وشوق کو دیکھتے ہوئے بالکلیہ پابندی تو نہیں لگا رہا، لہٰذا اشارۃً کنایۃً یعنی گول مول طریقے سے کوئی ایسی بات کرسکتے ہو کہ جس سے لڑکی کے اولیاء کو اندازہ ہوجائے کہ تم بھی نکاح کرنا چاہتے ہو، تاکہ ان کی توجہ کچھ تمہاری طرف بھی رہے، البتہ صراحۃً واضح طور پر پیغام نکاح بھیجنے پر پابندی ہے۔

غور کیجئے! کسی عورت کے شوہر کے مرنے پر چار ماہ دس دن کے بعد تو ہر شخص کو صراحۃً پیغام نکاح بھیجنے کی اجازت ہے، مذکورہ حکم عدت گزرنے سے پہلے پہلے کا ہے، اللہ تعالیٰ کسی عورت کے شوہر کے مرنے کے فوراً بعد کی صورت میں صحابہ کو خطاب کرکے فرما رہے ہیں کہ گویا اصل حکم ہم تمہیں یہ دینا چاہتے تھے کہ بیوہ/ مطلقہ عورت کو عدت گزرنے سے قبل صراحۃً یا اشارۃً کسی بھی طرح نکاح کا پیغام ہی نہ دیا جائے مگر ہمیں معلوم ہے کہ ''ستذکرونہن'' (تم انہیں اپنی شدید رغبت کے باعث نکاح کی خاطر کسی نہ کسی طرح ضرور یاد کروگے، خواہ دل میں یا زبانی) لہٰذا اس بارے میں تمہیں چار ماہ دس دن تک انتہائی صبر وتحمل کے مظاہرے کا مکلف بنا کر تمہیں کسی بھی طرح پیغامِ نکاح کی اجازت نہ دینا گویا ظلم ہوگا، ارحم الراحمین ایسا

ظالم نہیں، چنانچہ فرمایا:

{ولا جناح علیکم فیما عرّضتم به من خطبة النّساء أو أکننتم فی أنفسکم}
(سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۵)

ترجمہ: ''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان (زیر عدت) عورتوں کے پیغام نکاح کے باب میں کوئی بات اشارۃً کہو یا (یہ ارادہ) اپنے دلوں میں ہی میں پوشیدہ رکھو (کیونکہ) اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ تم ان (عورتوں کو نکاح کے حق میں) ضرور یاد کرو گے۔''

الغرض اللہ تعالیٰ تم پر ایسی پابندی نہیں لگاتے کہ جس پر عمل تمہارے لئے بہت مشکل ہو۔
اس آیت کے ضمن میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ مسائل سلوک کے تحت لکھتے ہیں کہ:

{ولا جناح علیکم فیما عرّضتم} الخ

اس میں اس پر دلالت ہے کہ امر بالمجاہدہ میں طالب کے ضعف کی رعایت ضروری ہے۔'' (بیان القرآن، ۱/۱۳۹)

صحابہ بیوگان سے نکاح کیوں کرتے تھے......؟

سوچا جائے کہ اس معاشرے میں اور ہمارے ہندوزدہ معاشرے میں کون سا ایسا فرق ہے کہ ہمارے معاشرے میں تو کنواریوں کی شادی کے لیے اچھے خاصے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں مگر صحابہ کو بیوگان سے نکاح کا ایسا شوق کہ اس شوق ورغبت کے باعث اس بارے میں انہیں رخصتیں دی جارہی ہیں، حالانکہ نبی نے تو صحابہ کو کہیں بھی بیوہ سے نکاح کی ترغیب نہ دی، ترغیب تو کنوری عورت سے نکاح کی دی، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کیا، اللہ تعالیٰ کے نبی نے پوچھا: ''أبکرا أم ثیبا؟'' (کنواری سے کیا ہے یا بیوہ/ مطلقہ سے) حضرت جابر نے فرمایا: ''ثیبة'' سے آپ نے فرمایا: ''هلا بکرا؟ فتلاعبها و تلاعبک۔'' (کنوری سے نکاح کیوں نہ کیا کہ تم اس سے دل بستگی کرتے اور وہ تم سے دل بستگی کرتی؟)

[رواہ البخاری]

حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں [حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ [حج کے موقع پر] منیٰ میں چلا جارہا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عثمان، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو [ایک کنارے پر لے جاکر] ان سے گفتگو [اور دل لگی کرتے ہوئے] فرمانے لگے کہ اے ابوعبداللہ! [حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے] کیا ہم آپ کا کسی کنواری اور کم عمر لڑکی سے نکاح نہ کرادیں، جو آپ کو آپ کی [جوانی کا] گزرا ہوا زمانہ یاد دلادے......؟''

اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''فیه استحباب نکاح الشابة؛ لأنها المحصلة لمقاصد النکاح؛ فإنها ألذ استمتاعا

وأطيب نكهة وأرغب في الاستمتاع الذّي هو مقصود النكاح وأسن عشرة وأفكه محادثة وأجمل منظرا وألين ملمسا وأقرب إلى أن يعودها زوجها الأخلاق التي يرتضيها، وقوله: تذكرك بعض مامضى من زمانك، معناه تتذكربها بعض ما مضى من نشاطك وقوة شبابك؛ فإن ذلك ينعش البدن۔"

(شرح النووی علی صحیح مسلم)

فرماتے ہیں کہ "اس روایت میں کنواری سے نکاح کی ترغیب ہے، کیونکہ اس سے نکاح میں نکاح کی مصلحتیں زیادہ حاصل ہوتی ہیں، نیز جسمانی قوت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔"

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

"ويؤخذ أن معاشرة الزوجة الشابة تزيد في القوة والنشاط بخلاف عكسها۔"

فرماتے ہیں کہ "اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کم عمر/کنواری سے نکاح جسمانی قوت میں اضافے کا سبب ہے۔"

عن عاصم قال عمر بن الخطاب: عليكم بالأبكار من النساء؛ فإنهن أعذب أفواها وأصح أرحاما وأرضى باليسير۔ (مصنف ابن أبي شيبة: رقم، ۱۷۶۹۴)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "لوگو! کنواری عورتوں سے نکاح کو لازم پکڑو، اس لئے کہ کنواری لڑکیاں بات کے لحاظ سے میٹھی اور بچے زیادہ پیدا کرنے والی ہوتی ہیں، نیز کم خرچے پر راضی ہوجاتی ہیں۔"

عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: "تزوجوا الأبكار؛ فإنّهن أقل جدا وأشد ودّا،" (مصنف ابن أبي شيبة: رقم، ۱۷۶۹۵)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "کنواری لڑکیوں سے نکاح کیا کرو کہ نکاح کے بعد انہیں راضی رکھنا زیادہ آسان ہوتا ہے اور وہ اپنے شوہروں سے محبت بھی زیادہ کرتی ہیں۔

اس لئے حدیث میں ترغیب ہے کہ کنواری کو بیوہ پر ترجیح دینی چاہیے (اِلّا یہ کہ کسی بیوہ سے نکاح میں کوئی خاص مصلحت پیش نظر ہو) عفت یا کدامنی والی مصلحت بھی کنواری سے نکاح کی صورت میں بیوہ کی نسبت بطریق اُتم حاصل ہوتی ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عليكم بالأبكار" (تم کنواری لڑکیوں سے نکاح کو لازم پکڑو) "فانهن أعذب افواها۔" (کہ وہ بات کے لحاظ سے میٹھی اور) "أنتق رتاقا" (بچے بھی زیادہ جنتی ہیں)

الغرض صحابہ کو اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب تو کنواری عورتوں سے نکاح کی دی تھی مگر اس کے باوجود بیوہ عورت سے نکاح کی طرف صحابہ کی ایسی رغبت کیوں تھی کہ ان کی عدت گزرنے کا انتظار بھی ان پر شاق تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ

جس معاشرے میں متعدد شادیوں کو عملاً حلال سمجھا جاتا ہو، وہاں جب ہر فرد متعدد بیویاں رکھنے کی کوشش کرتا ہے تو اس بارے میں کسی مرد کے لئے رشتے کے انتخاب میں زیادہ نخرے اور اس بارے میں یہ شرط کہ لڑکی کنواری ہی ہو بیوہ نہ ہو،......قد اتنے فٹ اتنے انچ......قوم فلاں فلاں اور مثلاً تعلیم اتنی اتنی ہو،......

الغرض اس قسم کی {لا فارض و لا بکر} جیسی شرطیں ایسے مرد کو رشتوں کی تلاش میں غیر معمولی مشکلات میں ڈالنے کا سبب بنتی ہیں اور بسا اوقات نکاح کے لئے ساری عمر سڑکیں ناپتے پھرنے پر مجبور کر دیتی ہیں، ایسے معاشرے میں مرد کی طلب اور دھڑا دھڑ نکاح کی طرف لپکنے کے باعث بے نکاحی عورتوں کی اتنی کمی ہو جاتی ہے کہ کنواریوں کا حصول آسان کام نہیں ہوتا، نیز کنواری بچی کے والدین کے اپنی طرف پے در پے متوجہ ہونے والے رشتوں کے باعث نخرے بھی بہت ہوتے ہیں اور اس بارے میں ان کا معیار بھی بہت اونچا ہوتا ہے، بسا اوقات مرد کو معلوم ہوتا ہے کہ اگر میں نے مثلاً فلاں بیوہ یا فلاں طلاق یافتہ کا رشتہ ہاتھ سے جانے دیا تو بعد میں یہ رشتہ بھی ہاتھ سے نکل جائے گا، اس کے برعکس ہمارے معاشرے میں ساری قوم کے ایک بیوی پر اکتفاء والے رواج کی ''برکت'' سے ماشاءاللہ بے نکاحی عورتوں کی اتنی کثرت ہے کہ مرد کو ہرگز...... ہرگز...... ہرگز......اس کی فکر نہیں ہوتی کہ اگر فلاں رشتہ ہاتھ سے نکل گیا تو دوبارہ تلاش کرنے میں بہت مشکل ہوگی، مرد کسی خاص عورت سے نکاح کے لئے صرف اسی وقت ''تڑپتا'' ہے جب اسے از خود کہیں عشق ہو جائے ورنہ مرد کو معلوم ہوتا ہے کہ برساتی مینڈکوں کی طرح عورتیں بہت ہیں، ''اِس'' سے نہ ہوئی تو ''اُس'' سے ہو جائے گی اور اگر کسی سے بھی نہ ہوئی تو یہ تو شاید سب سے زیادہ پرسکون اور اطمینان بخش صورتحال ہو......تو ان حالات میں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کسی بیوہ یا مطلقہ سے نکاح پر آمادہ ہو جائے، چہ جائیکہ نوجوانوں کی بیوگان کی طرف اتنی رغبت ہو کہ عورت کی عدت گزرنے کا انتظار بھی گوارا نہ ہو، بلکہ آج کنواریوں تک کی طرف نکاح کی اتنی رغبت نہیں جتنی رغبت متعدد شادیوں والے معاشرے میں بیوگان کی طرف ہوتی ہے۔ کنواریوں کی شادیاں، شادی دفتروں اور اہل اللہ کی خصوصی دعاؤں پر موقوف ہو چکی ہیں۔

ہماری شریعت مطہرہ نے ترغیب تو کنواری لڑکی سے نکاح کی دی ہے مگر تعدد ازواج کا قانون ایسا نازل کیا کہ مرد خود بخود بیوگان اور طلاق یافتہ عورتوں کے نکاح کی طرف لپکنے پر مجبور ہو جائیں۔

آج ہمارے معاشرے میں اگر کوئی مولوی صاحب کسی مسجد سے اعلان کریں کہ ''فلاں صاحب کا انتقال ہو گیا ہے، ان کی بیوی بیوہ ہو گئی ہیں مگر کوئی صاحب ان کی اہلیہ کی عدت گزرنے سے قبل نکاح کا پیغام بھیجنے کی زحمت نہ فرمائیں، کیونکہ قرآن نے اس سے روکا ہے، لہٰذا ذرا صبر سے کام لیں، جلد بازی نہ کریں، صرف چار ماہ دس دن گزرنے دیں، پھر جو بھی چاہے پیغام بھیج سکتا ہے، ہاں کسی ''جوشیلے'' کو بہت ہی جلدی ہے اور معاملہ اس کی برداشت سے باہر ہو گیا ہے تو کچھ گول مول طریقے سے لڑکی والوں کے کان میں بات ڈال سکتا ہے، تاکہ ان کا اس بیوہ کی عدت کے بعد کہیں ''ہاں'' کرنے سے پہلے اس ''جوشیلے'' کی طرف بھی ذرا دھیان رہے۔''

تو بتائیے کہ ہمارے معاشرے میں اس قسم کا اعلان مولوی صاحب کی بہت بڑی حماقت نہیں سمجھا جائے گا......؟ لوگ مولوی صاحب پر ٹوٹ پڑیں گے کہ مولوی صاحب! آپ کو کس نے کہا کہ کوئی اس بیوہ سے نکاح کے لئے ایسا ''تڑپ'' رہا

ہے کہ عدت کا انتظار بھی نہ کرے گا، اس کا کوئی مناسب رشتہ چار ماہ دس دن تو کیا...... چار سال دس ماہ میں بھی آجائے تو یہ کسی بزرگ کی خصوصی دعا یا اس عورت کے آباواجداد میں گزرے ہوئے کسی بزرگ کے اعمال صالحہ کی خصوصی برکت کا ہی اثر ہوگا اور یہ چار سال میں کرامتی طور پر نکاح کا امکان بھی اس وقت ہے کہ جب اس بیوہ کے نکاح کے لئے کسی طالب کے انتظار کے بجائے، اس مطلوب ہی کو طالب بناتے ہوئے اس کے لئے اخبارات میں اشتہارات اور ساری دنیا میں شور مچاتے پھریں، ورنہ یہاں تو کنواریوں کی ایک کھیپ بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہو رہی ہے اور آپ ہیں کہ لوگوں کو بیوگان کے نکاح کے پیغام میں جلد بازی سے منع فرما رہے ہیں......؟

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ

☆ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ کے شوہر نے طلاق دے دی تو حضرت معاویہ اور حضرت ابو الجہم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نکاح کا پیغام بھیجا، ایک طلاق یافتہ عورت کی طرف حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے قریشی سردار ابن سردار اور حضرت ابوالجہم رضی اللہ عنہ بیک وقت دو شخصیات نکاح کا پیغام بھیج رہی ہیں، اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے اولیاء سے فرمایا کہ: ''أما معاویۃ، فصعلوک''، یعنی معاویہ انتہائی فقیر و مسکین ہیں۔

لہٰذا ان سے اپنی بچی کا نکاح نہ کرو اور ''أما ابو الجھم'' رہے ابوالجہم، ''فلا یضع عصاہ عن عاتکہ'' تو وہ ایسی سخت طبیعت کے ہیں کہ ان کی لاٹھی ان کے کندھے سے کبھی نہیں اترتی، لہٰذا (ان دونوں کو چھوڑ کر) اسامہ بن زید سے نکاح کرو۔

لیجئے! پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طلاق یافتہ عورت کے لئے اپنے منہ بولے پوتے کا ایک تیسرا رشتہ درمیان میں ڈال کر بقیہ دونوں صحابی کو اس بارے میں ''شرف محرومیت'' سے نواز دیا۔

ایک طلاق یافتہ عورت کے لئے تین جلیل القدر صحابہ کے رشتے آرہے ہیں، ممکن ہے کہ اور صحابہ نے بھی پیغام نکاح بھیجا ہو جنہیں ابتداء ہی میں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے اولیاء نے انکار کر دیا ہو، جس کے باعث ان کا ذکر تاریخ کا حصہ نہ بن سکا ہو، کیونکہ بیوگان وطلاق و خلع یافتہ عورتوں سے نکاح کی طرف صحابہ کرام کی جو رغبت تھی، وہ قرآن سے واضح طور پر معلوم ہو چکی اور کنواریوں کی طرف نکاح والی یہ رغبت، بیوگان کی طرف نکاح والی رغبت سے بہر حال زیادہ تھی، چنانچہ اس رغبت کا تقاضا ہے کہ اور صحابہ نے بھی نکاح کا پیغام بھیجا ہوگا۔

ملاحظہ:

بندہ نے بعد میں جب اس روایت کی مزید تفتیش کی تو ایسی روایات مل گئیں جن میں اور بھی دوسرے صحابہ کا صراحتاً ذکر ہے جنہوں نے طلاق کے بعد حضرت فاطمہ بنت قیس کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا۔

فللہ الحمد علی أن أحسنت الظن بالصحابۃ بأنھم کانوا حریصًا علی النکاح خلافًا لنا، لھم أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یقتصر علی الواحدۃ، ولنا...

عن عامر بن شراحيل الشعبى أنه سمع فاطمة بنت قيس... قالت خطبنى عبدالرحمن بن عوف فى نفر من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم وخطبنى رسول الله صلى الله عليه وسلم مولاه أسامة بن زيد وقد كنت حدثت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من أحبنى فليحب أسامة... السنن الكبرىٰ:۳/۲۷۵)

اس حدیث میں ذکر ہے کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی نکاح کا پیغام بھیجا تھا مگر فرماتی ہیں کہ میں نے سن رکھا تھا کہ اسامہ بن زید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب ہیں۔(اس لئے ان سے نکاح کو ترجیح دی)

عن أبى بكر بن أبى الجهم قال سمعت فاطمة بنت قيس تقول: إن النبى صلى الله عليه وسلم قال لها إذا انقضت عدتك فآذينى، قالت: فخطبنى خطاب فيهم معاوية وأبو الجهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن معاوية خفيف الحال أى فقير وأبو الجهم يضرب النساء أو فيه شدة على النساء ولكن عليك بأسامة بن زيد۔"(شرح معانی الآثار:۳/۲۳۰)

اس حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دوران عدت یہ فرمادیا تھا کہ عدت ختم ہوتو مجھے اطلاع دینا(یہ وہی اشارۃً پیغام ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو بیوگان اور طلاق یافتگان کی طرف نکاح کی غیر معمولی رغبت کے باعث اجازت دے رکھی ہے)فرماتی ہیں کہ عدت کے بعد کئی حضرات نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا جن میں حضرت معاویہ اور حضرت ابوالجہم رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے، اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ عیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ معاویہ بہت ہی فقیر و مسکین ہیں اور ابوالجہم بیویوں کے معاملے میں سخت طبیعت کے ہیں(یوں نہیں فرمایا کہ پہلے سے شادی شدہ ہیں)لہٰذا اسامہ بن زید کو لازم پکڑو(یعنی ان سے ضرور نکاح کرو)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ

☆ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو اپنے جوان شوہر(حضرت جعفر طیارؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)کے غزوۂ موتہ میں شہید ہونے کے بعد بیوہ ہوگئیں، ان کے بارے میں روایات میں ہے:

"ثم لم تنشب أن انقضت عدتها فخطبها أبو بكر، فتزوجها فأولم..."

کہ ابھی عدت گزری ہی تھی کہ حضرت ابوبکر نے نکاح کا پیغام بھیجا، جسے حضرت اسماء نے قبول کرلیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے نکاح فرمایا اور پھر ولیمہ کیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ سے نکاح کی خواہش ظاہر کی مگر حضرت اسماء بنت عمیس نے یوں کہہ کر انکار کردیا:

"دعنامنک یاأبا الحسن؛ فإنک امرؤ فیک دعابة"

اے ابوالحسن (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت) آپ رہنے دیں، کیونکہ آپ ایک ایسے شخص ہیں کہ جن کی طبیعت میں سنجیدگی نہیں (یعنی مزاح اور لعب کا غلبہ ہے)

(واضح رہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت پکی عمر کے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت بہت چھوٹے بلکہ کم عمر تھے، لہٰذا ممکن ہے کہ کم عمری کو اس عنوان سے تعبیر کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جواب دے دیا ہو)

"قال فی لسان العرب:"الدعابة: المزاح،... وفی حدیث عمر؛ وذکر له علیٰ للخلافة، فقال: لولا دعابة فیه، والدعابة: اللعب۔" (۱/۳۷۶)

ایک بیوہ کے لئے حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو یقیناً حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے سابق شوہر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں، کا رشتہ آ رہا ہے، ممکن ہے حضرت فاطمہ بن قیس رضی اللہ عنہا کی طرح ان کے لئے اور صحابہ نے بھی پیغام بھیجا ہو، جن کا ذکر کتب احادیث وتواریخ میں نہ آسکا ہو یا بندہ اس پر مطلع نہ ہوسکا ہو۔

اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر یہ سوچتے کہ میں تو پہلے ہی دو شادیاں کر چکا ہوں، مزید ایک اور شادی سے کہیں پہلی دو کا ثواب بھی کم نہ ہو جائے یا خواہ مخواہ میں مجھے خود پر اتنے سارے بال، بچوں کی فکر مسلط کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ بیویوں میں عدل نہ ہوسکا تو قیامت میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا، لہٰذا اطمینان قلب کے ساتھ دین و دنیا کے کاموں میں ہمہ تن مشغول رہنا چاہیے۔

اگر یہ حضرات اس موقع پر ایسی باتیں سوچتے تو ان کے اس ''جذبے'' سے نہ صرف بیوگان وطلاق یافتہ عورتوں کا حشر خراب ہونا شروع ہو جاتا بلکہ ہماری قوم کی طرح کنواریوں کی بھی ایک بہت بڑی کھیپ گھروں میں بیٹھے بیٹھے بوڑھی ہونا شروع ہو جاتی اور پھر کچھ وقت کے بعد یہ حضرات بھی اپنی کنواری، طلاق یافتہ اور بیوہ ہو جانے والی بچیوں کے بارے میں اسی کرب اور اذیت سے گزرنے پر مجبور ہو جاتے جس کرب سے قوم کے دوسرے افراد گزر رہے ہوتے اور یوں پُرامن زندگی گزارنے کے لئے ایک بیوی پر قناعت کیے رکھنے کا مزا...... آہستہ آہستہ...... کرکرا...... ہونا شروع ہو جاتا۔

چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے نکاح فرمایا اور ان سے آپ کی مزید اولاد بھی ہوئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ پیغام بھیجا جو ''اَب'' آپ نے قبول کرلیا، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے نکاح کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ چوتھی شادی تھی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی ان سے مزید اولاد ہوئی۔

فولدت للصدیق محمد بن أبی بکر... ثم لما توفی الصدیق تزوجها بعده علی ابن أبی طالب وولدت له أولادا رضی الله عنها... (البدایة والنهایة: ۴/۲۵۳)

عورت کئی بار طلاق یافتہ بیوہ ہوکر بھی کسی ہم پلہ بلکہ برتر سے نکاح سے محروم نہ رہتی

صحابہ کرام کے زمانے میں آپ کو ایسا بکثرت ملے کہ ایک ایک عورت بسا اوقات تین تین بار بلکہ چار چار مرتبہ بیوہ ہوئی، مگر متعدد بار بیوہ یا طلاق ہونے کے باوجود جس خاتون کا بھی نکاح کا ارادہ ہوا، اچھے رشتے کے انتخاب میں انہیں دشواری نہیں ہوئی اور قرآن کریم کا یہ حکم صحابہ کی طرف بہر حال متوجہ ہوتا رہا کہ {علم الله أنّکم ستذکرونهنّ} (سورۃ البقرہ) کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ تم انہیں نکاح کے حق میں ضرور یاد کرو گے، لہٰذا عدت گزرنے سے قبل بھی اشارۃً لڑکی کے اولیاء کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی اجازت ہے۔

حضرت خدیجہ کو دو بار بیوہ ہونے کے باوجود رشتے کے حصول میں مشکلات نہ ہوئیں

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں بھی کتب تواریخ میں ہے کہ آپ جب دوسری بار بیوہ ہوئیں تو قوم کے عزت دار لوگوں نے آپ کو نکاح کے پیغامات بھیجے، آپ نے اشراف قوم میں امانت و دیانت میں سے زیادہ شہرت کے باعث حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب کیا...... یوں آپ کو دوسری بار بیوہ ہوکر بھی دوبارہ نکاح میں مشکل پیش نہ آئی اور نکاح بھی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے...... نیز اپنی شادی کیلئے قوم کے ''بڑوں'' سے دعائیں کروانے کی یا کسی...... روحانی بابے...... کے پاس جا کر ''عملیات'' لینے کی ضرورت آپ کو بھی پیش نہ آئی......

صحابہ کرام ان خواتین سے صرف اس لئے نکاح نہیں کرتے تھے کہ یہ شہداء کی بیوگان تھیں، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اگر شہید نہ بھی ہوتے، طبعی موت کے ذریعے انتقال فرماتے تو بھی معاملہ ایسا ہی ہوتا جیسا اوپر ذکر ہوا، نیز یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ صحابہ کرام کی نکاح کی طرف یہ رغبت زمانہ جاہلیت میں عرب میں جو متعدد شادیوں کا رواج تھا، اس رواج کی بناء پر نہ تھی بلکہ نکاح پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف عنوانات سے ترغیب اس عمل پر انہیں برانگیختہ کرتی تھی اور صحابہ کرام نے یہ شادیاں اسلام کی ترغیب سے متاثر ہوکر کیں، اس دعویٰ پر ایک بہت واضح اور مضبوط دلیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آرہی ہے۔

سبیعۃ الأسلمیۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

عن المسور بن مخزمة أن سبيعة الأسلمية توفى عنها زوجها وهي حبلى، فلم تمكث إلا ليالي حتى وضعت، فلما تنقت خطبت، فاستأذنت رسول الله صلى الله عليه وسلم في النكاح حين وضعت فإذن لها، فنكحت۔ (المعجم الكبير: ج ۲)

ترجمہ: ''مسور بن مخزمہ فرماتے ہیں کہ حضرت سبیعہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر کا انتقال ہوا تو آپ حمل سے تھیں، ابھی چند راتیں ہی گزری تھیں کہ ولادت ہوگئی اور آپ کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا گیا، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی اجازت مانگی (کیونکہ ابھی چار ماہ دس دن بھی نہ گزرے تھے، صرف چند راتیں ہی گزری تھیں، اس لئے آپ کو اشتباہ ہوا کہ میری عدت پوری ہوئی یا نہیں؟ اس لئے اجازت نکاح صراحۃً طلب کی) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی تو

آپ نے نکاح فرمالیا۔‘‘

بچوں والی ایک بیوہ کو شوہر کے مرنے کے بعد عدت (جو چند راتیں تھیں) گزرتے ہی فوراً نکاح کے پیغامات شروع ہو گئے، ہمارے ہاں ساری قوم کے ایک بیوی پر اکتفا کی ’’برکت‘‘ سے بچوں والی بیوہ تو کیا سترہ اٹھارہ سال کی کنواریوں کی شادی کے لئے بھی عموماً لڑکی کے باپ کو خود ہی خاک چھاننا پڑتی ہے، بے چارہ ہر ایک کو بتاتا پھرتا ہے کہ بھائی! کوئی مناسب لڑکا ہو تو بتانا، بچی کی شادی کرنا ہے، اور پھر دامادوں کے ساری عمر نخرے علیحدہ رہے اور سترہ اٹھارہ سال میں اگر کوئی بیوہ ہو جائے تو پھر تو اس کے نکاح کا معاملہ اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ اِلّا ماشاء اللہ

صحابہ کے زمانے میں خواتین اور ان کے اولیاء کا کام اچھے رشتے کا صرف انتخاب (Selection) تھا، تلاش نہ تھا، اس کی کچھ جھلکیاں

★قال المدائنی: و کان قد خطب [أی عمر رضی الله تعالیٰ عنه] أم کلثوم ابنة أبی بکر الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه وهی صغیرة و أرسل فیها عائشة فقالت أم کلثوم: لا حاجة لی فیه، فقالت عائشة؛ أترغبین عن أمیر المؤمنین؟ قالت: نعم إنه خشن العیش۔ (تفسیر القرطبی: ۲/۷۳)

’’مدائنی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کی ہمشیرہ اُم کلثوم کے لئے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا (واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام پانچویں یا چھٹی شادی کے لئے بھیجا تھا) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اس وقت کم عمر تھیں۔

آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیغام نکاح کو مسترد (Reject) کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے ان سے نکاح میں کوئی رغبت نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ امیر المؤمنین کے رشتے کا انکار کر رہی ہو؟ فرمایا: ’’ہاں‘‘ کیونکہ وہ بہت تنگ دست (یعنی غریب) ہیں۔‘‘

امیر المؤمنین نے ایک پیغام اُم اَبان بنت عتبہ بن شیبہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھی بھیجا، اُم ابان رضی اللہ عنہا نے بھی انکار فرمادیا، یہ کہہ کہ ’’یخرج عابسا و یدخل عابسا‘‘ (البدایة: ۸/۴۸) یعنی سخت طبیعت کے ہیں، گھر سے نکلتے ہیں تو پیشانی پر سلوٹیں ہوتی ہیں اور گھر میں داخل ہوتے ہیں تو بھی پیشانی پر سلوٹیں ہوتی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو مشورہ دیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی اُم کلثوم کے لئے پیغام بھیجیں، امیر المؤمنین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی بیٹی کے لئے رشتہ مانگا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بائیس (22) لاکھ مربع میل کے حکمران اور مسلمانوں کے واحد خلیفہ، امیر المؤمنین کے سامنے معذرت کرتے ہوئے دو عذر کئے:

① بچی کی عمر آپ کی نسبت بہت کم ہے۔

② اس بچی کو میں نے اپنے بھائی جعفر طیار شہید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بیٹے کے لئے بٹھا کر رکھا ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مرتبہ کچھ ''جوش'' میں آ گئے اور فرمایا کہ اللہ کی قسم! نکاح سے میرا ارادہ محض نکاح برائے نکاح نہیں بلکہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی بچی (جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی ہیں) سے نکاح کے ذریعے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے میری قرابت مضبوط ہو جائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اور تمام مسلمانوں کے امیر اور خلیفۃ المسلمین کے اس ''جذبے'' کی قدر کرتے ہوئے پیغام قبول فرمالیا۔ (الأحادیث المختارۃ، رقم:۲۸۱، ۱/۳۹۸)

☆ حضرت موسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (امیر المؤمنین) نے اُم ابان بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا، حضرت اُم اُبان نے انکار کر دیا، وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ ہر وقت چہرے پر سلوٹیں ہوتی ہیں، کیونکہ انہیں آخرت کی فکر نے دنیا سے یکسر غافل کر دیا ہے اور گویا ہر وقت اپنے رب کو اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھتے ہیں، پھر ام ابان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف حواریٔ رسول حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیغام بھیجا اسے بھی آپ نے قبول نہ فرمایا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ دامادِ رسول نے پیغام بھیجا، اسے بھی قبول نہ فرمایا، پھر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیغام بھیجا تو اس مرتبہ آپ نے فرمایا: ''زوجی حقا'' (ہاں یہ واقعی میرے شوہر بننے کے لائق ہیں) ''قالوا: وکیف ذاک'' (پوچھا گیا کہ ایسا کیوں ہے؟) فرمانے لگیں:

''إنی عارفة بخلائقه، إن دخل، دخل ضاحكا، وإن خرج خرج بساما، إن سألت أعطى وإن سكت ابتدا وإن عملت شكر وإن أذنبت غفر...''

''میں ان کے اچھے اخلاق کو پہلے سے جانتی ہوں کہ جب یہ گھر میں داخل ہوتے ہیں تو ہنستے ہوئے اور جب گھر سے نکلتے ہیں تو بھی ان پر مسکراہٹ ہوتی ہے (یعنی خوش مزاج ہیں) اگر ان سے کچھ مانگوں گی؟ تو عطا کریں گے، اگر خاموش رہی تو بغیر مانگے خود ہی دے دیں گے، اگر کوئی اچھا کام کروں گی تو اس کی قدر کریں گے، اگر کبھی مجھ سے غلطی ہو جائے گی تو معاف کریں گے۔''

حضرت طلحہ سے نکاح ہو جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اُم ابان رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''أما واللہ لقد تزوجت أحسننا وجها وأبذلنا كفًّا يعطى هكذا وهكذا۔''

(المستدرک علی الصحیحن:۵۶۱۴)

فرمایا کہ اے اُم ابان! اللہ کی قسم! آپ نے ہم میں سب سے خوبصورت اور اہل وعیال پر سب سے زیادہ خرچ کرنے والے مرد سے نکاح کیا ہے۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک یتیم بچی کا واقعہ

☆ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب انتقال ہوا تو آپ کی اولاد میں ایک کنواری بچی تھی، جس کے نکاح کا متولی آپ نے اپنے بھائی حضرت قدامۃ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو

بنایا تھا، آپ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں قدامۃ بن مظعون کی طرف ان کی اس یتیم بھتیجی کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا، جیسے حضرت قدامہ رضی اللہ عنہ نے قبول فرما کر میرا اس یتیم بچی سے نکاح کرادیا۔

حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے جلیل القدر اور مالدار صحابی تھے، فوراً اس بچی کی والدہ کے پاس پہنچے اور انہیں مال میں رغبت (مہر کی بہت بڑی رقم میں رغبت) دلاتے ہوئے اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ اپنی بچی کا نکاح مجھ سے کرادیں، (میں بہت زیادہ مہر دوں گا) لڑکی کی والدہ اور یہ لڑکی دونوں اس پر آمادہ ہوگئیں، حضرت عبداللہ بن عمر اور مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ معاملہ پیغمبر صلی اللہ اللہ کے پاس لے جایا گیا کہ اس بچی کا ''کون'' زیادہ حق دار ہے؟

حضرت قدامۃ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے نبی! یہ یتیم بچی میری بھتیجی ہے جس کا متولی بھی اس کے باپ نے مجھے بنایا تھا، نیز میں نے اس کے رشتے کے انتخاب میں تقویٰ وصلاح اور کفاءت (ہم پلہ وبرادری) وغیرہ کی رعایت میں کوتاہی بھی نہیں کی اور ایسے شخص (یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ) سے اس کا نکاح کیا ہے، جس کی فضیلت اور رشتہ داری کو بھی میں خوب جانتا ہوں (کیونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بچی کے پھوپھی زاد بھائی تھے) مگر یہ ایک لڑکی ہے جو اپنی ماں کے کہنے میں آ کر اس کی خواہش کی طرف مائل ہو رہی ہے۔

بچی کی والدہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے نبی! یہ لڑکی عبداللہ بن عمر سے کئے گئے نکاح کو پسند نہیں کرتی اور مغیرہ بن شعبہ سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچی چونکہ یتیم ہے، اس لئے اس کا نکاح اس لڑکی کی مرضی کے بغیر نہیں ہوسکتا، چنانچہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ آپ اس سے دستبردار ہو جائیں اور فرمایا کہ یتیم بچیوں کا نکاح ان کی مرضی کے بغیر نہ کیا کرو۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس بات کے بعد کہ میں اس کا مالک ہو چکا تھا، مجھ سے یہ چھین لی گئی اور اس کا نکاح مغیرۃ بن شعبہ سے کرادیا گیا۔

(سنن الدار قطنی: ۲/۲۳۰، تفسیر القرطبی: ۵/۱۴)

یتیم بچی کے نکاح سے متعلق ایک فقہی مسئلہ کے استنباط میں اختلاف کی بنا پر حضرت فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس حدیث کی تشریح میں کچھ اختلاف ہے کہ یہ بچی بالغ تھی یا نابالغ؟ (وغیرہ) جو خارج از موضوع ہونے کے باعث بندہ نے ذکر نہیں کیا، مگر اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام کے زمانے میں یتیم بچیوں کے نکاح کی طرف بھی...... ''کیسے کیسے''......لوگ...... ''کس کس''......طرح راغب ہوا کرتے تھے؟ اور ان واقعات سے یہ بات بھی بدیہی طور پر معلوم ہو رہی ہے کہ شریعت وفطرت کے اصول کے عین مطابق اس زمانے میں نکاح کے حق میں مرد، طالب اور عورت، مطلوب ہوا کرتی

تھی اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس زمانے میں ایک عورت کی طرف پے در پے (اور ایک سے بڑھ کر ایک) رشتے کے متوجہ ہونے کے باعث لڑکی یا اس کے اولیاء کا کام مختلف اچھے اچھے رشتوں میں سے صرف زیادہ سے زیادہ بہتر کا صرف انتخاب (Selection) ہوا کرتا تھا۔

اختصار کے پیش نظر بندہ نے صرف انہی چند واقعات پر اکتفاء کیا ہے اور ''طالب'' اور ''مطلوب'' کے فلسفے اور {أن تبتغوا بأموالکم} (کہ تم ان عورتوں کو مال یعنی مہر کے ذریعے طلب کرو) کی ایک جھلک دکھانے کے لئے یہ واقعات ان شاءاللہ تعالیٰ کافی ہیں۔

جن معاشروں میں تعدد ازواج کی سنت زندہ ہے، وہاں عمومی طور پر آج بھی لڑکی کے باپ کو اس کی فکر نہیں ہوتی کہ میری کتنی بچیاں ہیں؟ ممکن ہے آپ نے سنا ہو کہ افغانوں کے ہاں بعض مرتبہ اس پر لڑائی ہو جاتی ہے کہ فلاں نے اپنی بچی ہمیں کیوں نہ دی؟ ہمیں چھوڑ کر ''فلاں'' سے نکاح کیوں کروایا؟ اس کے برخلاف ہمارے معاشرے میں مشاہدہ ہے کہ خاندانوں میں اس پر ناراضیاں چلتی ہیں کہ فلاں باصلاحیت بھتیجے یا بھانجے نے ہماری بچی کیوں نہ کی؟

ماں باپ کو یہ فکر ستاتی ہے کہ اگر فلاں باصلاحیت بھتیجے یا بھانجے کے والدین نے اپنے فلاں بیٹے کے لیے ہماری بچی کا رشتہ نہ مانگا تو ہماری بچی کون لے گا؟ اس کے لئے مزید مشکلات کھڑی ہو جائیں گی اور بسا اوقات اس پر لڑائیاں تک ہو جاتی ہیں۔

وٹہ سٹہ الٹا ہو گیا

نکاحِ شغار کی ممانعت فقہ کی کتابوں میں بکثرت ہے، نکاحِ شغار یہ ہے کہ ایک شخص کسی کو اپنی بچی اس شرط پر نکاح کے لئے دیتا ہے کہ وہ دوسرا بھی اپنی بچی اسے نکاح کے لئے دے گا، نکاح شغار میں تو عورت کا لین دین ہی مہر ہوتا ہے، جسے شریعت نے باطل قرار دیا، مگر افغانوں اور عربوں کے ان خاندانوں میں (جہاں تعدد ازواج کا رواج ہے) اس کی یہ صورت آج بھی باقی ہے کہ مہر کی رقم تو علیحدہ سے باقاعدہ طے ہوتی ہے مگر کوئی شخص جب اپنی بچی کا کسی سے نکاح کرا دے تو اس عظیم احسان کے بدلے میں جس پر احسان کیا گیا ہے، وہ بھی اپنے ہی خاندان کی کسی بچی کا اس محسن یا اس کے خاندان کے کسی فرد سے نکاح کر دیتا ہے، یوں ان معاشروں میں اپنے خاندان کی بچی کسی کو دینا بہت بڑا احسان سمجھا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں بالکل الٹا معاملہ ہے، بندہ کو اس کا کثرت سے مشاہدہ ہے کہ ایک خاندان والے اپنے ہی خاندان میں کسی کی بیٹی یا بہن سے نکاح پر بسا اوقات اس شرط پر آمادہ ہوتے ہیں کہ ہمارے اس احسان کے بدلے میں پھر جس کی بہن یا بیٹی سے ہم نے نکاح کیا تو خاندان کا کوئی مناسب فرد ہماری بھی کسی بہن یا بچی سے نکاح کرے، یعنی پہلے وٹہ سٹہ یوں ہوتا تھا کہ ہم اپنی بچی تمہارے بیٹے کو اس شرط پر دیں گے کہ تم بھی اپنی بچی کا ہمارے بیٹے سے نکاح کرانا، اس کے برعکس ہمارے ہاں یعنی پنجاب اور کراچی میں جہاں دوسری شادی کو کفر بواح سمجھا جاتا ہے، معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ وٹے سٹے کی شادی اس طور پر ہوتی ہے کہ ایک شخص اپنے بیٹے کی شادی کسی کی بیٹی سے اس شرط پر کرتا ہے کہ پھر یہ دوسرا شخص اپنے فلاں لائق فائق بیٹے کا نکاح بھی میری بیٹی سے کرے اور یہ سب کچھ بہت کثرت سے ہو رہا ہے۔

برطانیہ کے ویزے کا لالچ دے کر بہنوئی کو ''پھانسنے'' کا ایک کامیاب واقعہ

چند سال قبل کی بات ہے کہ بندہ کی جان پہنچان والے ایک صاحب کو ان کے کسی دوست نے اپنی بہن سے نکاح پر یہ جھانسا دے کر آمادہ کیا کہ تم میری بہن (جو کنواری اور لڑکے کے لحاظ سے بالکل مناسب تھی) سے نکاح کرلو، میں تمہیں برطانیہ بھجوادوں گا، ان صاحب نے برطانیہ کی لالچ میں نکاح کرلیا، بعد میں معلوم ہوا کہ برطانیہ بھجوانے کی کہانی ایک ڈرامہ تھا، بہرحال ان صاحب کی اعلیٰ ظرفی تھی کہ انہوں نے خاتون کو طلاق نہ دی، اگر طلاق دے دیتے تو طلاق یافتہ خاتون کے اس ''ذمہ دار'' بھائی کو دوبارہ اپنی بہن کی شادی کے لئے برطانیہ کے بجائے امریکا بھجوانے کا ڈرامہ رچانا پڑتا۔

بیوہ سے زبردستی نکاح پر پابندی لگانا پڑی

افغانستان میں بھائی کے مرنے پر وہاں عموماً چھوٹا بھائی اس کی بیوی یعنی اپنی بیوہ بھابھی سے نکاح کرتا ہے اور اس میں بعض جگہوں پر اتنی شدت آگئی تھی کہ افغان طالبان کے دورِ حکومت میں حکومت کو قانون بنانا پڑا کہ بیوہ ہوجانے والی بھابھی سے اس کا دیور اپنی اس بھابھی کی کامل رضا کے بغیر زبردستی نکاح کی کوشش نہ کرے۔

اس کے برعکس ہمارے معاشرے میں بھائی کے مرجانے کی صورت میں کوئی دوسرا بھائی اس بیوہ بھابھی سے نکاح کا دماغ میں تصور لانا بھی جرم سمجھتا ہے، خواہ اس بڑے بھائی کے بچے دربدر کی ٹھوکریں کھاتے پھریں اور اس کی جوان بیوی ساری عمر ازدواجی زندگی کی نعمت سے محروم رہ کر صبر کے گھونٹ پیتی رہے۔ پورا خاندان و معاشرہ کھلی آنکھوں یہ تماشا دیکھتا ہے مگر مرنے والے بھائی یا خاندان کے کسی قریبی اور مناسب مرد کو اپنے خاندان کی اس بیوہ اور اپنے ہی خاندان کے ان بچوں کو دربدر کی ٹھوکروں سے بچانے کیلئے دوسری شادی کا مشورہ دینا بھی جرم سمجھا جاتا ہے اور وہ ایک عورت جسے ایک مرد کے ذریعے نکاح سے وابستہ مصلحتیں پوری طرح حاصل ہورہی ہیں، اسے سوکن کی تکلیف سے بچانے کیلئے اپنے ہی خاندانوں کی ایسی عورتیں جو بیوہ ہوچکی ہیں، خود ان بیوگان کے بھی اور بچوں کے دینی اور دنیوی مستقبل کو بھی اس ''ترس'' اور اطمینانِ قلب کی بھینٹ چڑھایا جارہا ہوتا ہے۔

سعودی عرب، مصر، سوڈان وغیرہ میں کے وہ علاقے اور قبائل جہاں تعددازواج کا بھرپور رواج ہے، وہاں آج بھی معلوم کروایا جاسکتا ہے کہ ان ممالک میں ایسا بھی بکثرت ہوتا ہے کہ ایک کم عمر نوجوان بسا اوقات خود سے عمر میں کئی گنا بڑی عمر کی عورت سے شادی کرنے میں کچھ عار محسوس نہیں کرتا ہے۔

صحابہ وتابعین میں بعض مرتبہ ایک ایک جنگ میں دس دس ہزار صحابہ وتابعین بھی شہید ہوئے اور ان میں سے ہر ایک کی شہادت بسا اوقات ایک ہی مرد کی دو دو، تین تین بیویوں کو بیوہ بناتے ہوئے مجموعی طور پر ہزاروں خواتین کو بیک وقت بیوہ بنانے کا سبب بنی، مگر اس کے باوجود بیوگان کے نکاح وغیرہ کا مسئلہ کبھی کھڑا نہ ہوا۔

روس کے خلاف جہاد میں عرب مجاہدین بہت کثرت سے شہید ہوئے اور بسا اوقات ایک عرب مجاہد کے شہید ہونے سے بیک وقت اس کی دو یا تین بیویاں بیوہ ہوئیں، مگر ایسا کہیں نہیں سنا گیا کہ ان عرب بیوگان کو اپنی ہی قوم کے مناسب

مردوں میں سے کسی سے دوبارہ نکاح میں مشکلات درپیش ہوئیں......جبکہ ہمارے ہاں بہت سے ٹرسٹ ہی بیوگان کے نام پر اپنے وجود کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

تمہیں اپنے شوہر کی شہادت سے ڈر نہیں لگتا......؟

ایک صاحب نے بتایا کہ ان کے گھر میں کسی خاتون نے ایک عرب خاتون سے پوچھا کہ تمہیں یہ سوچ کر ڈر نہیں لگتا کہ اتنی کثرت سے افغانستان میں عرب شہید ہو رہے ہیں تو اگر تمہارے شوہر بھی شہید ہو گئے تو تمہارا اور تمہارے بچوں کا کیا بنے گا؟ عرب خاتون نے فوراً جواب دیا کہ بنے گا کیا؟ کوئی دوسرا مجاہد ہم سے نکاح کر لے گا اور کیا بنے گا......؟

صحابہ کے دور میں جنگ بدر سے لے کر جنگ حنین اور بعد کی جنگوں تک صحابہ کرام مسلسل شہید ہوتے رہے اور ان کی باقی بچ جانے والی بیویوں کی ایک کثیر تعداد بیوہ ہوتی رہی مگر قرآن کا یہ حکم بہرصورت زندہ رہ جانے والے مردوں کی طرف متوجہ ہوتا رہا کہ ''تھوڑا صبر سے کام لو عدت کے اندر پیغام حکام نہ بھیجو۔'' (البقرہ)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بچی کی شادی کی خصوصی دعاء کی کبھی اپیل نہ کی گئی

عورتوں کے مقابلے میں اتنی کثرت سے مردوں کے شہید ہونے کے باوجود کسی ضعیف سے ضعیف روایت میں بھی اس بات کا ذکر نہیں ملتا کہ کوئی صحابہ اپنی بیوہ یا طلاق یافتہ یا کسی کنواری بچی کے بارے میں رشتے کے سلسلے میں پریشان ہوئے ہوں یا اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی دعا کی درخواست کی ہو، اگر بالفرض کسی روایت میں اس کا تذکرہ ہو، تو بھی کم از کم مجبور اور پریشان ہو کر ایسا اقدام نہ کیا گیا ہوگا، جبکہ آج کسی بھی بزرگ کے پاس بچیوں کی شادی کے سلسلے میں دعا اور تعویذ گنڈوں کی درخواستیں کچھ کم نہیں آتیں، اور دعاؤں اور وظیفوں کی یہ درخواستیں صرف کنواری بچیوں کی شادیوں کے سلسلے میں ہی آتی ہیں، طلاق یافتگان و بیوگان کے نکاح کی کوشش اور جستجو کو دنیا کا لاحاصل اور فضول ترین کام سمجھ کر اس سے کنارہ کشی میں ہی عافیت محسوس کی جا رہی ہے۔

چار بیویاں بیک وقت بیوہ ہوئیں مگر ان کا دوبارہ نکاح مسئلہ نہ بنا

غزوۂ موتہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں بطور معجزہ صحابہ کرام کو خبر دی کہ حضرت جعفر طیار شہید ہو چکے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ ان کے اہل کو ان کی شہادت کی اطلاع دے آؤ، صحابی گئے اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ (جو آپ صلی اللہ علیہ سلم کے چچا زاد بھائی تھے) کی چار بیویوں کو ان کے شوہر کی شہادت کی اطلاع پہنچا کر آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور ایک جلیل القدر بہادر اور نجاشی کے سامنے پرزور تقریر کرنے والے ایک جوان صحابی کی شہادت، بیک وقت چار عورتوں کو بیوہ کرنے کا سبب بن گئی، مگر کسی ضعیف سے ضعیف روایت میں بھی اس کا ذکر نہیں ملتا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان بیوگان کے رشتے کے سلسلے میں پریشان ہوئے ہوں اور ان کے لئے خصوصی دعائیں مانگی گئی ہوں۔

بخدا! یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ عورتوں کی شادی خواہ وہ کنواری ہوں یا بیوہ یا طلاق یافتہ ہوں، جب تک کہ {لا یرجون نکاحا} (بوڑھی) عورتوں کی فہرست میں داخل نہ ہوئی ہوں، تو ان کے نکاح کے سلسلے میں مناسب رشتے کی تلاش کی غیر معمولی فکر کا، کم از کم مسلم معاشرے میں ہرگز ہرگز کوئی تصور نہیں۔

بیٹی کی شادی کے لئے دعا کی درخواست پر شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کا اظہار تعجب

میرے انتہائی قابل صد احترام اور مشفق استاذ حضرت مفتی محمد صاحب مدظلہم العالی نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مصر سے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ تعالیٰ پاکستان تشریف لائے، بیان کے بعد کسی شخص نے آپ کو پرچی دی کہ ''بیٹیاں ہیں، مناسب رشتوں کیلئے دعا فرمادیں۔'' اس پر شیخ عبدالفتاح رحمہ اللہ تعالیٰ بہت حیران ہوئے، آپ کا تعلق چونکہ عرب ممالک سے تھا تو آپ نے پہلی مرتبہ اس قسم کی دعا کی درخواست سنی تھی، تعجب سے فرمانے لگے کہ لڑکیوں کے رشتے کے لئے کیسی مشکل......اور اس بارے میں دعا کی کیسی ضرورت......؟

الغرض صحابہ کرام کے ہاں تعدد ازواج کے رواج کی برکت ہی تو تھی کہ ایک ایک وقت میں ہزاروں کی تعداد میں بیوہ ہو جانے والی عورتوں کے نکاح اور ان کی کفالت وغیرہ کا مسئلہ کھڑا نہ ہوا اور ہمارے معاشرے میں قوم کا ہر ایک فرد دین و دنیا کے کاموں میں ترقی کی خاطر......اور اطمینان قلب جیسی عظیم نعمت کو دوسری شادی کی بھینٹ نہ چڑھانے کا جذبہ رکھتے ہوئے اور ''اقنع بما رزقک اللہ، تکن أغنى الناس'' الحدیث (اللہ نے جو نعمت تمہارے لئے مقدر کر دی اسی پر اکتفاء کرو، سب سے زیادہ غنی بن جاؤ گے) اس حدیث پر عمل کا اضافی ثواب لینے کی خاطر، ایک بیوی پر اکتفاء والے عمل میں بقیہ قوم کے ساتھ شریک ہو کر اپنی ہی قوم کی عورتوں کو اس مقام پر لے آیا ہے کہ اس قوم کے مردوں کے کسی بڑے پیمانے پر ہلاک یا شہید ہوئے بغیر ہی لاکھوں بیوگان باقاعدہ ٹرسٹوں پر پل رہی ہیں۔ آپ اگر تحقیق اور سرسری جستجو کریں گے تو آپ کو ہمارے معاشرے میں ایسی لڑکیاں بکثرت نظر آئیں گی کہ جن کی 16 یا 17 سال کی عمر میں شادی ہوئی، شادی کے چند ماہ یا ایک آدھ سال کے بعد شوہر کسی ایکسیڈنٹ وغیرہ کا شکار ہو کر مر گیا یا اتفاق سے کسی بات پر جھگڑا ہو گیا اور شوہر نے غصے میں تین طلاقیں دے ڈالیں۔

تو ایسی کوئی لڑکی جو 16 یا 17 سال کی کم عمر میں بیوہ یا طلاق یافتہ ہوئی، تو کئی برس گزر گئے مگر دوبارہ اخباروں میں دھڑا دھڑ اشتہارات دے دے کر اور پوری ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود اسے دوبارہ باعزت رخصتی نصیب نہ ہوسکی (اِلا ماشاءاللہ) اور اس کا امکان تقریباً ختم ہو گیا کہ اس کا پہلا نکاح جو اتنی ''انعامی اسکیموں'' کے بعد ہوا تھا دوبارہ کسی مناسب جگہ اس سے بھی دگنی انعامی اسکیم کے ساتھ ہو جائے، ایسی لڑکیوں کی بھی کمی نہیں کہ شادی کے ابتدائی دنوں میں ہی لڑکے کے کسی عیب پر مطلع ہونے کے باعث اس لڑکے سے خلع لے لیا گیا، مگر اس خلع کی بناء پر اس عورت پر جو طلاق یا خلع کا دھبہ لگا (خواہ اس میں اس عورت کا قصور نہ بھی تھا) مگر اس ''دھبہ دار'' خاتون کی طرف کوئی بھی ایسا نوجوان جو اس کا ہم پلہ اور کفو ہو، نکاح کا پیغام بھیجنا اپنی توہین سمجھتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں اس نوجوان کا بھی قصور نہیں، اسے معلوم ہے کہ جب نکاح ساری عمر کے لئے ایک ہی کرنا ہے اور ہمیشہ ایک ہی بیوی پر گزارا کرنا ہے تو دینی و دنیوی دونوں قسم کے مفاد کا تقاضا ہے

''دھبہ دار'' خاتون سے نکاح سے اجتناب کیا جائے۔

جس شخص کا دوشادیوں کا ارادہ نہ ہو، ایسے شخص کو بیوہ عورت سے نکاح کی ترغیب دینا احمقانہ حرکت ہے

مزید ایک بات یہ ہے کہ عورتیں جب تعداد میں نکاح کا ارادہ رکھنے والے ذمہ دار اور قابل مردوں سے زیادہ ہیں تو اگر کوئی نوجوان کسی کنواری پر کسی بیوہ یا طلاق یافتہ کو ترجیح دیتا ہے تو قطع نظر دوسرے نقصانات کے، بجائے خود یہ اقدام بھی کوئی خاص اچھا نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر سارے ذمہ دار مرد بھی اپنی قوم کی تمام عورتوں سے نکاح کرلیں تو بھی کچھ نہ کچھ عورتوں کو ''فارغ'' بیٹھنا پڑے گا، ان حالات میں آپ جب کسی بیوہ یا طلاق یافتہ سے نکاح کریں گے تو اس اقدام کے نتیجے میں غیر متعین طور پر ایک کنواری کو ہمیشہ کنواری بیٹھنا پڑے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ چاہیں تو اپنے ذریعے کسی بیوہ کو نکاح کا مزہ چکھادیں یا اسے اسی حال میں چھوڑ کر کسی کنواری کو نکاح کا مزہ چکھادیں اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ کسی ایسی عورت کو جو ایک مرتبہ نکاح کا مزہ چکھ چکی ہو اس کی نسبت ایسی (کنواری) عورت کو نکاح کا مزہ چکھانا زیادہ ثواب معلوم ہوتا ہے کہ جس نے ابھی تک یہ ذائقہ چکھا ہی نہ ہو۔

الغرض تعدد ازدواج کی بغاوت کا پہلا وبال تو یہ پڑا ہے کہ طالب یعنی مرد، مطلوب اور عورت جسے اللہ تعالیٰ نے مطلوب بنایا تھا تو طالب بن گئی ہے۔

ایک اشکال

ممکن ہے کہ کسی کو خیال آئے کہ آج بھی عموماً لڑکے والے ہی نکاح کا پیغام لے کر لڑکی والوں کے ہاں جاتے ہیں.....تو یاد رکھیے......! اگر آپ اپنی قوم کے حالات سے باخبر ہیں تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جہاں کہیں ایسا نظر آرہا ہے کہ لڑکے والے لڑکی والوں کے ہاں نکاح کا پیغام لے کر جارہے ہیں، تو عام طور پر یہ محض ایک ایسی رسم پوری کرنے کے لئے کیا جاتا ہے جو شرفاء کے ہاں شرافت کی علامت سمجھی جاتی ہے، وگرنہ ایسی جگہوں میں بھی اصل ''پہل'' عموماً لڑکی والوں کی طرف سے ہوچکی ہوتی ہے، لڑکی کا باپ، والدہ یا بھائی یا وہ لڑکی از خود ہی اس معاملے میں پہل کر کے لڑکے یا اس کے والدین سے بات چیت کر چکے ہوتے ہیں، اس کے بعد اگر لڑکا یا اس کے والدین اس نکاح پر آمادہ ہوجائیں تو رسمی طور پر لڑکا اپنے والدین کو لڑکی والوں کے ہاں رشتہ لینے بھیج دیتا ہے اور اس کے خلاف اس وقت ہوتا ہے، جب لڑکے یا اس کے والدین کو خود سے کوئی حسن وجمال یا اور کسی غیر معمولی اضافی خصوصیت والی لڑکی پسند آجائے تو ایسے مواقع پر ''پہل'' لڑکے یا اس کے والدین کی طرف سے ہوتی ہے، ورنہ عام حالات وہی ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا۔

ہم نے تو اپنے سامنے جس شخص کو بھی دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹیاں دی ہیں، خواہ وہ شخصیت اونچے خاندان ہی کی کیوں نہ ہو یا کوئی بہت بڑے عالم دین ہی کیوں نہ ہوں۔ جسے بھی اللہ تعالیٰ نے بیٹیاں دیں وہ خود اپنی لڑکی کا رشتہ مختلف لوگوں پر پیش کرتے ہیں اور مختلف جگہ سے مسترد (Reject) ہوتے ہوتے بعض تو کسی مناسب داماد کی تلاش میں کامیاب ہوجاتے ہیں اور بعض نامناسب شادیوں پر مجبور ہوکر ساری عمر صبر کے گھونٹ پیتے رہتے ہیں اور بعض اپنی بچیوں کو ساری عمر

گھروں میں بٹھا کر اپنی بچی کو نفسیاتی مریض بنانے پر مجبور کر رہے ہیں اور اس کے برعکس یعنی لڑکے کی طرف سے پہل عموماً کم ہی ہوتی ہے اور جن لوگوں کو اپنی بچیوں کے بارے میں ان حالات سے گزرنا پڑ رہا ہے، ان میں صرف جہلاء ہی نہیں، وہ سمجھدار لوگ بھی ہیں جو ایک وقت میں زائد بیویاں رکھنے کو دنیا کا سب سے فضول ترین کام سمجھ کر کسی قیمت پر بھی اپنے وقار اور مختلف مصروفیات کو اس کام کی بھینٹ چڑھانے کے لئے تیار نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا کہ میں تم میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور تقویٰ والا ہوں، مگر اس کے باوجود ''أتزوج النساء'' (میں عورتوں سے شادیاں کرتا ہوں) ''حبب إلى النساء'' (میری نظر میں عورتیں محبوب بنادی گئی ہیں، جس کی بنا پر کثرت سے نکاح کرتا ہوں)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طرز میں جس ''اعتدال'' کی ترغیب دی تھی، اس اعتدال والی تعلیم کو نظر انداز کرتے ہوئے اس وقت کہ جب پوری قوم پیغمبر علیہ السلام کی اس سنت کو ترک کر کے انتہائی بے اعتدالی کا شکار ہوگئی ہو تو ایسے حالات میں وہ افراد جو کسی بھی جذبے سے قوم کے اس ''بے اعتدالی'' والے جرم میں شریک ہو کر قوم کا ساتھ دیں گے انہیں خود اپنی بچیوں کے لئے مناسب رشتوں کی تلاش میں وہ مشکلات پیش آئیں گی جو انہیں مسلسل دماغی دباؤ اور تشویش (Tension) میں مبتلا کر کے رکھ دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''أتزوج النساء'' کہہ کر جس اعتدال کی ترغیب دی تھی تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اسلام کو صرف مخصوص قسم کی خدمات یا عبادات ہی کی ضرورت نہیں، اسلام چاہتا ہے کہ عورتوں کی کفالت اور ان کی عفت و پاکدامنی کا بھی مناسب انتظام ہو، تاکہ بے حیائی سے پاک، مضبوط اور صاف ستھرا خاندانی اور عائلی نظام وجود میں آئے، بے حیائی اور گندگی کی طرف وہی لپکے جس کی طبیعت ہی میں ہوس اور مادّہ پرستی غالب ہے، صلحاء اور شرفاء کو اس گندگی اور پلیدی میں ملوث نہ ہونا پڑے۔

کڑوا سوال

عام حالات میں پہلا نکاح سنت مؤکدہ ہے، فرض و واجب نہیں، دوسرا تیسرا نکاح بھی محض مستحسن و پسندیدہ ہے، فرض و واجب نہیں، مگر جو قوم اجتماعی سطح پر متعدد نکاحوں والی سنت کو ترک کر دے تو ایسی قوم یقیناً سخت قسم کی بے اعتدالی کا شکار ہے اور یاد رکھیے اس صورت میں ہر وہ فرد جو ان حالات کی طرف بھرپور توجہ جانے کے بعد بھی استطاعت کے باوجود اور بغیر کسی شرعی عذر کے ایک زوجہ پر اکتفاء کئے رکھے گا تو کیا وہ اس بے اعتدالی میں قوم کا ساتھ دینے والا نہیں کہلائے گا اور کیا ان حالات میں بھی، جن کا ہم نے پچھلے صفحات میں تذکرہ کیا، (اس بے اعتدالی میں قوم کا ساتھ دینے والے اس) شخص کے اس عمل کے لئے جرم سے ہلکا کون سا لفظ استعمال کیا جائے گا......؟؟؟

رشتہ تلاش کرنے میں لڑکے والوں کا بھیانک طرزِ عمل

الغرض اصل پہل لڑکی کے باپ کی طرف سے ہوتی ہے، البتہ اگر مرد اور اس کی مائیں، بہنیں اپنی اولاد یا بھائی کے لئے اگر بہو/ بھابھی خود ہی تلاش کرنا شروع کر دیں تو اس کی صورت بالکل ایسے ہوتی ہے کہ جیسے جانوروں کی منڈی میں کوئی خریدار

قربانی کے لئے گائے یا بکرا تلاش کرتا ہے، بندہ کو بذات خود مشاہدہ ہے کہ ایسا بہت ہونے لگا ہے کہ جب کسی خاندان میں لڑکے کو شادی کا خیال آجائے تو اس کی مائیں بہنیں جتھے کی شکل میں لڑکی والوں کے گھروں میں گھومتے اور مختلف لڑکیوں کو ''سونگھتے سونگھتے'' بالآخر بڑی مشکل سے کسی لڑکی کو پسند کر کے اس پر قرار کرتے ہیں۔ ایسے نوجوانوں کی بھی کمی نہیں جن کی مائیں، بہنیں کئی سال سے لڑکی تلاش کر رہی ہیں اور مختلف لڑکیوں کو ''سونگھتی'' پھر رہی ہیں مگر اس طویل عرصے میں ابھی تک انہیں کوئی جچا ہی نہیں اور اپنے معیار کا کوئی رشتہ ملا ہی نہیں۔

بندہ کو ایک قریبی دوست نے بتایا کہ اس نے اپنی بوڑھی والدہ کو اپنی بچی کے ساتھ اس حرکت اور سلوک پر روتے دیکھا کہ جس بچی کو لڑکے کے خاندان کی عورتوں پر مشتمل ایک ''تحقیقاتی جتھا'' ایک نظر دیکھ کر مسترد کرتے ہوئے فوراً ہی کسی دوسرے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

یہ بوڑھی ایک شریف خاندان کی شریف عورت تھی، روتے ہوئے اور اپنے بچی پر ترس کھاتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ ''کیا میری بچی اتنی ذلیل ہے کہ.....''

مسلمانو! کیا تمہارے سینے میں دل نہیں؟ کیا تم ان حالات و واقعات کو ہم سے زیادہ نہیں جانتے؟ سوچتے نہیں کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اللہ کی قسم مجھ سے یہ واقعہ لکھا نہیں جا رہا، قلم میں وہ طاقت نہیں کہ جو دل کے جذبات کی عکاسی کر سکے، آنکھوں سے انسو ٹپک ٹپک کر لکھی ہوئی تحریر پر مسلسل گر رہے ہیں...... لکھنے میں رکاوٹ کا سبب بن رہے ہیں۔ وہ نوجوان کہنے لگا کہ میرے سامنے اس وقت اس غریب بچی کا معصوم لٹکا ہوا چہرہ بھی گردش کر رہا ہے، جسے اس جتھے کے اچانک داخلے کی حکمت اور وجہ معلوم نہ ہو سکی، مگر واپسی کے بعد اسے علم ہوا کہ یہ لوگ اسے ''سونگھنے'' کے لئے آئے تھے۔

معمولی رسولی نکاح میں رکاوٹ

کچھ دن قبل ایک صاحب ملے اور کہنے لگے کہ مولوی صاحب! میری چار بچیاں ہیں، چاروں گھر میں بیٹھی ہیں، بڑی بچی خوبصورت بھی اور پڑھی لکھی بھی ہے، مگر اس کی گردن پر معمولی رسولی ہے، جس کی وجہ سے جو بھی رشتہ آتا ہے، اس رسولی کو دیکھ کر انکار کر کے چلا جاتا ہے، مجھے کوئی مشورہ دیں، لوگوں میں بیان کریں کہ لڑکے والے نخرے نہ کیا کریں۔ میں نے دل میں سوچا کہ جب ''شادی زندگی میں صرف ایک بار ہی ہوتی ہے'' تو کسی لڑکے کا ایسی لڑکی کو (Reject) کرنے میں کیا حرج ہے؟ خود اس لڑکی کے والد نے جب اپنی شادی کی ہوگی تو ''شادی زندگی میں صرف ایک بار ہی ہوتی ہے' والے نظریے کی بناء پر نا معلوم کتنوں کو (Reject) کیا ہوگا......؟

''ضرب مؤمن'' میں کچھ عرصہ قبل ایک خاتون کا خط شائع ہوا، خط اور ''ضرب مؤمن'' کی طرف سے اس کا جواب ملاحظہ ہو:

ضرب مؤمن میں شائع شدہ ایک سوال و جواب

''ایک اور رواج جو جڑ پکڑ گیا ہے اور جس کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، وہ ہے لڑکی دیکھنا اور اسے پسند کرنا۔ آج کل لڑکے کی والدہ، بہنیں اور دوسری رشتہ دار خواتین جس طرح لڑکی دیکھنے کی مہم

پر نکلتی ہیں، وہ نہ صرف تکلیف دہ ہے بلکہ لڑکی اور اس کے گھر والوں کے لئے انتہائی ذلت وشرم کا باعث ہوتا ہے۔ میں خود ذاتی طور پر ایسی خواتین کو جانتی ہوں جو گزشتہ 6 سال سے لڑکی دیکھ رہی ہیں۔ ہر گھر میں جا کر لڑکی کو دیکھ کر مسترد کرنا اپنا حق سمجھتی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو زیادہ بیٹے دیئے ہیں پھر تو ان کی اکڑ اور ان کے اطوار دیکھنے والے ہوتے ہیں۔ لڑکے والے جس گھر میں چاہے چلے جاتے ہیں، لڑکی دیکھتے ہیں، بعض دفعہ تو مرد حضرات یعنی لڑکے کے والد وغیرہ لڑکی کو ناپسند کر دیتے ہیں۔ یہ ایک انتہائی افسوسناک صورت حال ہے، خاص طور پر مسئلہ اس لئے بھی گھمبیر ہو گیا ہے کہ ہر ایک کو ''گوری اور خوبصورت'' لڑکی چاہیے۔ اس ''چاہیے'' کی وجہ سے لڑکیاں شدید احساس کمتری کا شکار ہو گئی ہیں۔ امید ہے کہ مسلمان نوجوان اور ان کے سرپرست اس بے ہودہ طریقے کو مٹانے کے لئے عملی اقدام کریں گے تا کہ شادی آسان اور سنت کے مطابق ہو۔'' (ایک خاتون، گلشن اقبال، کراچی)

الجواب

''واقعتاً آج کل شادی میں حائل رکاوٹوں میں سے ایک اہم رکاوٹ یہ بھی ہے کہ جس طرف آپ نے توجہ دلائی ہے۔ ہمارے نوجوانوں میں سے ہر ایک نے اپنے لئے مثالی تصور بنا رکھا ہے اور اس سے کم کسی چیز پر راضی نہیں، لیکن خود اپنی طرف نظر ڈالنے پر وہ تیار نہیں کہ ان میں کس حد تک مثالی شوہر کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ لڑکے کے گھر والے اپنے پرورش کردہ ''جوہر قابل'' کو لڑکی والوں کے سامنے پیش کرنے اور ان کی رضامندی حاصل کرنے کی نوبت آنے سے پہلے ہی ''جائزہ ٹیم'' کے ساتھ لڑکی والوں کے ہاں جا دھمکتے ہیں۔ ان کے گھر کی عورتوں کی تفریح ہو جاتی ہے، شام کی چائے مفت میں الگ سے ہوئی اور ہفتے بھر میں تبصروں اور غیبتوں کا موضوع الگ سے ہاتھ لگ گیا، اگلے ہفتے خواتین کی یہ ''تفتیشی جماعت'' کسی نئے گھر میں بھونچال پیدا کرنے کے لئے جا وارد ہو گی اور یہ مشغلہ پھر سے شروع ہو جائے گا۔ اس میں لڑکی جس عذاب سے گزرتی ہے اور اس کے اہل خانہ جس ذہنی اور روحانی کرب کا شکار ہوتے ہیں وہ انتہائی المناک ہوتا ہے۔ دلہن پسند کرنے کا یہ عمل لڑکے والوں کے لئے تو دلچسپ شغل ہوتا ہے، مگر لڑکی والوں کی اس میں اس قدر سبکی اور دل شکستگی ہوتی ہے کہ کچھ لوگ رفتہ رفتہ نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔ ہم اس کالم کے ذریعے اہل علم وقلم کو دعوت دیں گے کہ اس سماجی مسئلے کی اصلاح کے لئے قلم اٹھائیں تا کہ ''ضرب مؤمن'' یا ''خواتین کا اسلام'' میں اس موضوع کو اٹھایا جا سکے اور جن کی قسمت میں نیک بختی اور سعادت لکھی ہو وہ اسے پڑھ کر اپنی اصلاح کر لیں۔ لڑکے والوں کو جاننا چاہیے کہ کسی کی دل شکنی اور دکھ پہنچانا سخت گناہ ہے۔ انہیں چاہیے کہ پہلے لڑکی والوں کو موقع دیں کہ وہ صاحبزادہ صاحب کو دیکھ لیا کریں، اس کے بعد اگر وہ چاہیں تو لڑکے والوں کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دیں اور اس میں لڑکی کے سرپرست حتی الامکان کوشش کریں کہ لڑکی کو پتہ نہ چلے کہ یہ خواتین کس

غرض سے تشریف لائی ہیں، تاکہ اس کی حوصلہ شکنی نہ ہو۔ ہر نوجوان کو یہ ذہن بنانا چاہیے کہ سیرت، صورت پر فوقیت رکھتی ہے۔ محض ظاہری شکل وصورت کو معیار بنانا بلند حوصلگی سے کمتر درجے کی بات ہے، جیسا سلوک وہ لڑکی والوں کے ساتھ کرتے ہیں، اگر ایسا ہی کوئی ان کی بہن یا بیٹی کے ساتھ کرے تو ان پر کیا گزرے گی؟ صاحب رائے حضرات اس بارے میں مزید تجاویز بھیجیں۔ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ان میں سے جو مناسب معلوم ہوں گی انہیں شائع کریں گے۔'' (ضرب مؤمن: ۷/ ۳۳)

ضرب مؤمن والوں کی طرف سے دیئے گئے اس فضول ترین اور فالتو ترین جواب کے ایک بھی حرف سے بندہ مطمئن نہیں۔ درجِ ذیل وجوہ سے:

① لڑکی والوں کو پہلے سے علم ہوتا ہے کہ ایک ''جائزہ ٹیم'' ان کے گھر میں لڑکی کو ''سونگھنے'' کے لئے آرہی ہے، تو وہ پہلے سے انہیں منع کیوں نہیں کر دیتے؟ کیا کسی کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کے گھر میں پوری ٹیم لے کر داخل ہوسکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ بڑی ذلت سے بچنے کے لئے لڑکی والے اس چھوٹی ذلت کو برداشت کرتے ہیں اور وہ بڑی ذلت یہ کہ اگر اس قسم کی ''جائزہ ٹیموں'' کے گھر میں داخلے پر پابندی لگادی گئی تو لڑکی کی شادی کی رہی سہی امید بھی ختم ہوجائے گی۔

② ہر ایک کو ''گوری اور خوبصورت'' چاہئے، یہ اس لئے کہ کسی بھی ذمہ دار اور برسرروزگار لڑکے کو پتا ہوتا ہے کہ برساتی مینڈکوں کی طرح لڑکیوں کی اتنی بڑی تعداد موجود ہے، کہ مجھے گوری اور خوبصورت بھی مل جائے گی، تو ان حالات میں اسے یہ کہنا کہ گوری اور خوبصورت کی زیادہ تلاش اور جستجو نہ کرے، تو پھر گوریوں کے نکاح میں وہی مشکلات پیش آنا شروع ہوجائیں گی جو ''سانولیوں'' یا ''کالیوں'' کے نکاح میں پیش آرہی ہے۔

الغرض ہمیں ''ضربِ مؤمن'' کے ایڈیٹر صاحب کی طرف سے دیئے گئے مذکورہ بالا جواب کے اخلاص پر مبنی ہونے میں کوئی شبہ نہیں مگر اس جواب میں ''جواب'' کا عنصر کتنا ہے؟ اس کا اندازہ اس جواب کو پڑھنے والوں نے لگا ہی لیا ہوگا......

شادی دفتروں کے کچھ خفیہ راز

بندہ نے شادی دفتروں سے اس بارے میں تحقیقات کرنا چاہیں کہ ان دفتروں میں اوسطاً کتنی درخواستیں لڑکی کے والدین کی طرف سے جمع کروائی جاتی ہیں، اور کتنی مردوں کی طرف سے؟ مگر اس دوران عجیب بات یہ مشاہدہ میں آئی کہ شادی دفتروں میں چونکہ بے نکاحی عورتوں کی درخواستوں کی بھرمار ہے اور مردوں کے فارم اس تعداد کے مقابلے میں پہلے ہی کم ہیں تو شادی دفتر والے ان فارموں کی تعداد بتانے سے گریز کرتے ہیں، کیونکہ انہیں خوف ہوتا ہے کہ اگر ہم نے یہ راز افشاء کر دیا تو بچیوں کے والدین ہمارے دفاتر کی طرف یہ سوچ کر رجوع سے گریز کریں گے کہ ان کے ہاں تو پہلے ہی لڑکیوں کے فارموں کی بھرمار ہے۔

دوسری عجیب بات یہ ہے کہ آپ اگر کسی لڑکی کے نکاح کے لئے رشتے کے سلسلے میں دفتر جائیں گے تو شادی دفتر والے آپ کے کوائف وغیرہ کا اندراج ایک متعین فیس لئے بغیر کبھی نہ کریں گے، لہٰذا بعد میں یہ حضرات اس لڑکی کا رشتہ اگر نہ بھی

کرواسکیں تو دفتر والوں کو محض فارم داخل دفتر کرنے پر ہی کافی معاوضہ مل چکا ہوتا ہے، اس کے بعد اگر کسی جگہ رشتہ طے ہوجاتا ہے تو لڑکی والوں سے ایک متعین کمیشن لیا جاتا ہے، جس کا مدار عموماً اس پر ہوتا ہے کہ جس مرد سے نکاح کروایا گیا ہے، وہ کس قسم کا ہے، اور جتنا ''تگڑا'' رشتہ ہوتا ہے، کمیشن بھی اتنا ہی ''تگڑا'' ہوتا ہے اور یہ تگڑا کمیشن صرف لڑکی والوں سے وصول کیا جاتا ہے، حالانکہ قرآن کریم نے واضح کردیا ہے کہ نکاح پر مالی خرچہ مرد کا وظیفہ ہے۔

شادی دفتروں میں مرد کے کوائف کا اندراج بغیر فیس کے بھی ہوجاتا ہے

اس کے برعکس آپ اگر ''مرد'' ہیں اور کسی شادی دفتر میں اپنا اندراج کروانا چاہیں تو دفتر والے آپ سے اندراج کی فیس کا مطالبہ تو کریں گے مگر تجربہ کر کے دیکھ لیجئے کہ آپ اگر فیس دینے پر راضی نہ بھی ہوں تو اس کے باوجود بھی آپ کا اندراج کئے بغیر آپ کو دفتر سے جانے نہ دیں، خواہ آپ فیس نہ بھی دیں۔ رشتہ طے ہوجانے پر آپ سے جو کمیشن لیا جائے گا وہ بہت ہی معمولی ہوگا اور بسا اوقات تو لڑکے والوں سے یہ کمیشن وصول ہی نہیں کیا جاتا، بلکہ کسی نے بتایا کہ اب تو بعض شادی دفتروں کی طرف سے اخبار میں اشتہار کے وقت باقاعدہ اس کی تصریح ہونے لگی ہے کہ مرد حضرات سے فارم جمع کروانے پر کوئی فیس نہیں لی جائے گی۔

مناسب داماد کی ''دریافت'' پر کئی ہزار روپے کمیشن

لڑکی اگر بہت پڑھی لکھی ہو، بہت خوبصورت بھی ہو، اس کا خاندان میں اچھا ہو اور عمر بھی مناسب ہو تو ایسی خوبصورت اور (Qualified) لڑکی کے رشتہ کے لئے شادی دفتر والے اگر کسی اسی کے ہم پلہ مثلاً کسی 17 گریڈ کے افسر یا انجینئر یا ڈاکٹر وغیرہ کی ''دریافت'' میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو بندہ نے باوثوق ذرائع سے سنا ہے کہ ایسے ایک واقعہ میں شادی دفتر والوں نے لڑکی والوں سے اس عظیم کامیابی پر کئی ہزار روپے کمیشن وصول کیا۔

اس قسم کی خوبصورت، خاندانی، پڑھی لکھی اور مناسب عمر والی لڑکی کے والدین اس قسم کے عظیم داماد کی ''دریافت'' پر لاکھوں روپے کے جہیز والے خرچے کے ساتھ، دس بیس ہزار کی رقم ان عظیم لوگوں کے سپرد کرنا خود پر ذرا بھی ظلم نہیں سمجھتے، جنہوں نے اس عظیم کام میں ان کا ہاتھ بٹایا تھا۔

عربوں اور افغانوں کا بیٹیوں کی شادی پر ایک ٹکا بھی خرچ نہیں ہوتا

عربوں اور افغانوں کہ وہ قبائل اور وہ ممالک جہاں تعدد ازدواج کا رواج ہے، ہمارے معاشرے کے برعکس کوئی مرد جو اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بہترین روزگار کا حامل ہو اپنی پھوپھی زاد، چچا زاد یا ماموں زاد بہنوں سے نکاح کی کوشش کرتا ہے اور یوں وہاں تعلیم سے عاری اور غریب خواتین کے والدین بھی اپنے خاندان کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور برسر روزگار مردوں کو چھوڑ کر خاندان سے باہر رشتے تلاش کرنے اور خاک چھاننے پر مجبور نہیں ہوتے۔ لڑکیوں کے والدین کی بچپن سے دیکھے بھالے خاندان کے ان مناسب رشتوں کے انتخاب اور ان سے نکاح پر ایک پائی بھی خرچ نہیں ہوتی، صرف یہی نہیں کہ انہیں رقم خرچ کرنا نہیں پڑتی یعنی وہ اس بارے میں ہماری قوم کی طرح مجبور نہیں ہوتے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عملاً لڑکیوں کے والدین کی

بلا مبالغہ ایک پائی بھی خرچ نہیں ہوتی۔ شادی کے کھانے کا خرچہ (جو سراسر ہندوانہ رسم ہے) کا ابھی تک اس معاشرے میں کوئی تصور نہیں۔

لڑکی کا زیور، جوڑے، مہر، بستر اور ضروری سامان بلکہ بسا اوقات لڑکی والوں کے مطالبے پر لڑکی کے لئے بالکل علیحدہ گھر، ولیمہ......الغرض ہر قسم کے خرچے کی ذمہ داری مرد حضرات اٹھانے کے باوجود بہت سے مرد پھر بھی مناسب لڑکیوں کی تلاش میں خاک چھانتے پھرتے ہیں۔ عربوں میں وہ اقوام جن میں تعدد ازواج کا بھرپور رواج ابھی تک پوری طرح باقی ہے، ان میں کسی جوان بیوہ یا طلاق یافتہ کے ساری عمر بغیر نکاح کے بیٹھے رہ جانے کا ابھی بھی عمومی طور پر تصور نہیں۔

عربوں کی جن اقوام میں عورتوں کو نکاح میں مشکلات کا سامنا ہے اگر آپ تحقیق کریں گے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ یہ وہ اقوام ہیں جن میں تعدد ازواجات کے رواج میں کمی ہوئی ہے، یا لڑکی کا باپ زیادہ سے زیادہ پیسوں کی لالچ میں خود ہی اپنی بچی پر ظلم کرتے ہوئے اس کے نکاح میں غیر معمولی تاخیر کا سبب بن رہا ہوگا۔

ہمارے معاشرے میں عورت پر ظلم ہوتا ہے، افغانوں کے ہاں ہمارے بالکل برعکس مرد کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لڑکی کے والدین اپنے داماد کی اچھی خاصی کھال کھینچ لیتے ہیں۔ مہر کی رقم کے علاوہ لڑکی کا باپ داماد سے اپنی جیب بھرنے کے لئے بھی اچھی خاصی رقم وصول کرتا ہے اور کئی لاکھ روپے وصول کر کے اپنی بچی کے نکاح پر آمادہ ہوتا ہے، یہ رسم بلا شبہ ناجائز اور حرام ہے اور شریعت اس کی حوصلہ افزائی ہرگز نہیں کرتی، مگر ان سب باتوں کے باوجود اس سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ اس معاشرے میں نکاح کے حق میں عورت کی کیا قدر و قیمت ہے اور مردوں کو کسی عورت کے حصول کے لئے لڑکی والوں کے کیا کچھ نخرے اٹھانے پڑتے ہیں اور اس کام کے لئے انہیں کیسے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں اور عورت پر نکاح کے بعد اگر کوئی ظلم کرتا ہے تو اس میں لڑکی کے باپ ہی کا قصور ہوتا ہے کہ اس نے اپنی جیب بھرنے کے لئے داماد سے رقم کیوں لی؟ ......اور اس ''ظلم'' کا سد باب آسان ہے کہ باپ پیسے کی ہوس میں اپنی بچی کو از خود ظلم کا نشانہ نہ بننے دے، نیز اسے محض پیسوں کے لالچ میں کسی ایسے شخص کے حوالے نہ کرے کہ جس سے ظلم کی توقع ہو مگر تعدد ازدواج کی بغاوت کے نتیجے میں والدین اور خود اس عورت کے کسی قصور کے بغیر ہی ہمارے معاشرے میں عورت پر جو ''ظلم'' ہو رہا ہے اور مزید اس میں جو غیر معمولی تیزی آئے گی اور جس طرح تیزی سے شرفاء کے ہاں بے حیائی پھیلے گی اور ایک بڑے پیمانے پر خاندانی نظام مزید تباہی و بربادی کی بھینٹ چڑھے گا تو خدا کی قسم!......اس ظلم کا قطعاً کوئی علاج نہیں، سوائے اس کے کہ مرد بے حسی کی چادر اتار کر تعدد زوجات کا عملی اقدام کر کے کم از کم اپنی اولادوں میں پیدا ہونے والی ایک کثیر امت کو تباہی سے بچالیں۔

بیٹیوں کی شادی پر باپ مالدار بن گیا

ایک صاحب نے واقعہ سنایا کہ میری ملاقات ایک غریب افغانی سے ہوئی، اگلے سال اس سے دوبارہ ملا تو اس کے پاس بہترین گاڑیاں دیکھ کر حیران ہو گیا کہ صرف ایک سال میں اس کے پاس اتنا پیسہ کہاں سے آ گیا؟ تفتیش پر معلوم ہوا کہ جناب کی بیٹیاں زیادہ تھیں، ان کی شادی کی برکت سے یہ پیسہ آیا ہے۔ ہمارے ہاں اگر کسی کے پاس گاڑی ہو تو بچیوں کی

شادی کی برکت سے ایسا شخص کار سے گدھا گاڑی پر آجاتا ہے، بلکہ بچیوں والے لوگوں کے پاس اگر فالتو پیسہ نہیں تو ابتداء ہی سے کار خریدنے کی حماقت نہیں کرتے۔

ایک اور خاتون کا خط اور ''ضرب مؤمن'' کی طرف سے دیئے گئے اس خط کے جواب کو پڑھیے جو ایک مظلومہ کی پکار کے عنوان سے ضرب مؤمن میں شائع ہوا، ملاحظہ ہو:

ایک مظلومہ کی پکار

ضربِ مؤمن میں شائع شدہ ایک سوال

السلام علیکم

مکرمی (ایڈیٹر صاحب)! ہم کنواری لڑکیاں جہیز نہ ہونے کی وجہ سے اب تک شادی کی نعمت سے محروم ہیں۔ خدا کی قسم! برائی سے بچنا مشکل ہوگیا ہے، مسلمان نوجوانوں کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دیجئے کہ ہم کب تک تمہاری عزتیں سنبھال کر بیٹھیں۔ خدارا! اس غفلت سے نکل کر اپنی عزتوں کی حفاظت کرو، اگر جہیز ہی کی بات ہے تو تمہیں شادیوں کے بعد جہیز تو مل جائے گا لیکن کنواری بیویاں نہیں ملیں گی۔ خدا کے لئے اس جہیز کی رسم کو توڑ کر مسلم ہونا ثابت کرو۔

مولوی صاحب! ہمارے لئے دعا کیجئے گا کہ خدا ہمیں ثابت قدمی نصیب فرمائے۔

الجواب

ضربِ مؤمن والوں کی طرف سے اس خط کا جو جواب دیا گیا وہ یہ ہے:

ہم آپ کا خط بغیر کسی تبصرے کے ان مسلم نوجوانوں اور لڑکیوں کے والدین کے لئے شائع کررہے ہیں، جنہوں نے جہیز اور دیگر رسوم کی لعنت میں پڑ کر اپنی اور مسلمان بچیوں کی زندگی اجیرن بنا رکھی ہے۔ ان سے ہماری درخواست ہے کہ خدارا! غیر شرعی رسومات اور فضول اخراجات کا منحوس طوق گردن سے اتار پھینکیں اور روز زندہ ہو کر روز مرنے والے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو اس عذاب سے نجات دلائیں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس مظلومانہ پکار کے ذریعے کسی کو ہدایت نصیب فرما دے۔ آمین

(ضرب مؤمن: ۷/ ۲۴)

ضربِ مؤمن کے ایڈیٹر صاحب کی طرف سے دیئے گئے اس جواب کے سابق جواب کی طرح اخلاص پر مبنی ہونے میں بھی بندہ کو کوئی شبہ نہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ لڑکے اگر ان لڑکیوں سے نکاح چھوڑ کر ان سے نکاح کریں گے جو جہیز دینے پر آمادہ نہیں، تو جہیز والی لڑکیوں سے نکاح کون کرے گا؟ کیونکہ ایسی لڑکیوں کی تعداد بھی کم نہیں، جو جہیز کا انتظام ہونے کے باوجود کسی مناسب رشتے کے انتظار میں بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہو چکی ہیں……

اس طرح کے درجنوں خطوط ''ضرب مؤمن'' سے متعلق عملہ کو وصول ہوتے رہتے ہیں، جن کے پلندوں میں سے بہت کم شائع کرنے کے قابل ہوتے ہیں، اکثر ردی کی نذر کئے جاتے ہیں، ایک مظلومہ کی پکار کے عنوان سے جب یہ خط شائع ہوا تو حضرت اقدس مولانا اسلم شیخو پوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر وہ نوجوان جو جہیز کے بھوکے ہیں، کو انتہائی دردمندانہ انداز میں تنبیہ فرماتے ہوئے ایک شاندار مضمون تحریر فرمایا، اس مضمون کے کچھ اقتباسات نقل کر رہا ہوں:

ایک مظلومہ کی پکار (از مولانا اسلم شیخو پوری رحمہ اللہ)

''لوگو! سنو اگر تمہارے سینے میں دل ہے تو سنو! اگر کسی بہن کے بھائی اور بیٹی کے باپ ہو تو سنو! اے ہندوانہ رسم ورواج کو شریعت کا درجہ دینے والو! کچھ تو سنو! تمہیں دولت کی جھنکار، سیم وزر کے انبار اور مال ومتاع کی محبت نے کیوں بے بہرہ کر دیا ہے؟ یہ تو ایک بیٹی کی مظلومانہ پکار ہے، کیا تم بیٹی کی پکار پر بھی نہیں سنو گے؟ وہی بیٹی جو لخت جگر بھی ہے، نور نظر بھی......

آپ جانتے ہیں ستر سالہ بوڑھا جس کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ اور جس کی بینائی میں دھندلاہٹ ہے، تپتی ہوئی دوپہر میں ٹھیلہ دھکیلتے ہوئے گلی گلی کیوں گھومتا ہے؟ اس لئے تاکہ اپنے ہونے والے داماد کی فرمائشیں پوری کر سکے اور اپنی بیٹی کو ''باعزت'' طریقے سے گھر سے رخصت کر سکے۔

ہم بھی کیسے ظالم ہیں کہ عزت اور ذلت کے پیمانے خود گھڑ لیتے ہیں اور پھر انہیں خدائی قانون کا درجہ دے کر خدا کے کمزور بندوں پر مسلط کر دیتے ہیں۔ نامعلوم ہمارے ان خود ساختہ اور جھوٹے پیمانوں نے کتنی عفیف ماؤں کو ہوس ناک نظروں کا سامنا کرنے اور ''بڑے'' لوگوں کے گھروں میں جھاڑو پونچا لگانے پر مجبور کر دیا۔ کتنے ہی ضعیف العمر باپوں سے دن کا سکون اور رات کی نیند چھین لی۔ کتنی ہی بہنوں اور بیٹیوں کی جوانی کو گہنا دیا۔ ان میں سے کوئی ہاتھ پیلے ہونے کے انتظار میں بڑھاپے کی دہلیز تک جا پہنچی۔ کوئی اپنا جہیز خود فراہم کرنے کی کوشش میں چادر اور چار دیواری سے تو کیا، عفت وناموس سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ کوئی زندگی بھر کسمساتی، تڑپتی، جذبات کا خون کرتی اور بستر میں منہ دے کر روتی رہی...... نتیجہ یہ نکلا کہ ہسٹریہ کے دورے پڑنے لگے، نفسیاتی بیماریوں نے نیم پاگل کر دیا، نام نہاد روحانی معالجوں اور تعویذ فروشوں کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا، اس کے وارے نیارے ہو گئے، کسی نے جنات کا سایہ بتایا، کسی نے قریبی رشتہ داروں کی شرارت کی نشاندہی کی، کسی نے اجڑتے ہوئے قبرستان سے تعویذات نکال کر اپنے کمال اور فنکاری کا ثبوت فراہم کر دیا......

مگر کسی کو اس مظلومہ کے باطنی قبرستان میں ان کھلے جذبات کی قبریں دیکھنے کی توفیق نہ ہوئی اور کوئی ایسی بھی تھی جو جہیز کے نام پر ہونے والے سماجی ظلم پر سراپا احتجاج بن بن گئی۔ اسی قسم کے ایک احتجاج نے راقم کو یہ کالم لکھنے پر مجبور کیا ہے، یہ احتجاج چند بیٹیوں نے ''ضرب مؤمن'' کے مدیر کے نام

ایک خط میں کیا ہے اور تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ اس قسم کے خطوط کثرت سے وصول ہوتے رہتے ہیں۔ یہ خط ''ایک مظلومانہ پکار'' کے عنوان سے 'ضرب مؤمن'' کی جلد نمبر 7 شمارہ نمبر 24 میں شائع ہوا ہے اور اس میں جہیز کے مطالبے سے ستائی ہوئی چند بیٹیاں لکھتی ہیں:

''مکرمی!

ہم کنواری لڑکیاں جہیز نہ ہونے کی وجہ سے اب تک شادی کی نعمت سے محروم ہیں۔ خدا کی قسم برائی سے بچنا مشکل ہو گیا ہے۔ مسلم نوجوانوں کو ہمارا یہ پیغام پہنچا دیجئے کہ ہم کب تک تمہاری عزتیں سنبھال کر بیٹھیں۔ خدارا! اس غفلت سے نکل کر اپنی عزتوں کی حفاظت کرو، اگر جہیز ہی کی بات ہے تو تمہیں شادیوں کے بعد جہیز تو مل جائے گا لیکن کنواری بیویاں نہیں ملیں گی، خدا کے لئے اس جہیز کی رسم کو توڑ کر اپنا مسلم ہونا ثابت کرو۔ مولوی صاحب ہمارے لئے دعا کیجئے گا کہ خدا ہمیں ثابت قدمی نصیب فرمائے۔''

آپ کیا سمجھتے ہیں، یہ صرف احتجاج اور ایک مظلومہ پکار ہے، نہیں، ہرگز نہیں...... یہ تو ایک طمانچہ ہے، ہوس زر میں ڈوبے ہوئے ان مردوں کے منہ پر جو محبت اور انسانیت، حیا اور وفا، سیرت اور صورت، دینداری اور اخلاق ہر چیز پر مال اور دولت ترجیح دیتے ہیں، جن کی حریصانہ فرمائشوں اور شیطانی مطالبات نے لاکھوں بہنوں اور بیٹیوں کو گھٹ گھٹ کر مرنے پر مجبور کر دیا۔ ان کے مطالبات صرف جہیز تک محدود نہیں رہتے بلکہ شادی کے بعد بھی ان کا سلسلہ جاری رہتا ہے، بیوی ان کے مطالبات پورے نہیں کر سکتی وہ یا تو ظلم اور تشدد کا نشانہ بنتی ہے یا زندہ لاش بن جاتی ہے یا اس مصیبت سے نجات پانے کے لئے خودکشی کر لیتی وہ یا تو ظلم اور تشدد کا نشانہ بنتی ہے یا زندہ لاش بن جاتی ہے، یا اس مصیبت سے نجات پانے کے لئے خودکشی کر لیتی ہیں۔ بے شک خودکشی حرام ہے مگر اس فعل حرام پر اکسانے والا وہ ظالم معاشرہ ہے، جس نے جہیز جیسی ظالمانہ رسم کو ایک قانون اور سسرال سے نت نئے مطالبات کو ازدواجی حق بنا دیا ہے۔

ہم اخبارات میں ہندوستان کے حوالے سے جہیز نہ لانے کی وجہ سے دلہنوں کو جلانے اور ان کی خودسوزی کے واقعات پڑھتے تھے...... مگر اب پاکستان میں بھی ایسے ہی واقعات پیش آنے لگے ہیں، لیکن وہ تو ہندو ہیں، لاکھوں بتوں کے پجاری، شرم و حیا سے عاری، شاستر اور رامائن پر ایمان رکھنے والے جبکہ ہم تو مسلمان ہیں، اس نبی کا دم بھرنے والے جس نے گیارہ عالی النسب خواتین سے شادی کی، مگر آپ کے گھر میں جو بھی آئی تین کپڑوں میں آئی، نہ دسیوں جوڑے، نہ سونے چاندی کے زیورات، نہ بستر، نہ تکئے، نہ پلنگ، نہ چادریں، نہ مکان، نہ سواریاں، نہ فرنیچر، نہ برتن حالانکہ ان میں سے کسی کا والد قبیلے کا سردار تھا اور کوئی بہت بڑا تاجر اور وڈیرا، کوئی لاکھوں میں کھیلتا تھا اور کوئی وسیع و

عریض جائیداد کا مالک۔ دلہن کے گھر سے کھانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

......کیا ایثار ہے اس باپ کا جس نے بیٹی کو جنم دینے کے بعد تکلیفیں برداشت کر کے اسے پالا پوسا، اس کی تعلیم وتربیت پر اپنا سب کچھ لٹا دیا، پھر جب وہ خدمت کے قابل ہوئی تو اپنے سینے پر پتھر رکھ کر دوسرے کے حوالے کر دیا......اور کیسے سنگ دل ہیں جن کی نظر نہ صورت پر نہ سیرت پر، نہ تعلیم پر، نہ تربیت کے ایثار پر، نہ باپ کی قربانی پر......ان کی نظر تو بس جاہلی رواج پر ہے۔ کسے سمجھایا جائے کہ جہیز کا مطالبہ ظلم ہے، غیر شرعی فعل ہے، تمدن کے فساد کا ذریعہ ہے، ہندووانہ رسم ہے، جو سمجھانے والے تھے وہ خود اس جاہلی رواج میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے چند مخصوص بندوں کے سوا سب ہی اپنے اس ظلم کی اشاعت اور تائید کر رہے ہیں، دین داری چند عبادات تک محدود ہو کر رہ گئی ہے، شادی بیاہ اور غمی خوشی کی تقریبات کو دینداری کی فہرست سے خارج کر دیا گیا ہے۔ نجانے کیوں یہ خیال بار بار دل میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جب اُن بچیوں سے سوال ہوگا کہ تمہیں کس جرم میں قتل کیا گیا ہے؟ اگر انصاف کے اس دن میں چند مجبور بیٹیوں سے یہ سوال کیا گیا کہ تمہاری جوانیاں کس نے تباہ کیں......؟ تمہیں گناہ کے راستے پر کس نے ڈالا......؟ تمہیں خودسوزی اور خودکشی پر کس نے آمادہ کیا......؟ تمہیں زندگی بھر سسکنے، تڑپنے اور آہیں بھرنے پر کس نے مجبور کیا......؟ تو پھر کہیں ان کی انگلیاں بے دینوں کے ساتھ چند دینداروں کی طرف اٹھ جائیں اور اگر انہوں نے یہ ''مظلومانہ'' پکار خود ہی ''احکم الحاکمین'' کے سامنے پیش کر دی تو پھر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کون سرخرو اور کون ذلیل ورسوا......!!!

(ضربِ مؤمن، ۷/۲۶)

بندہ کا حضرت مولانا اسلم شیخوپوری رحمہ اللہ سے اس موضوع پر ایک مکالمہ

اس ''مظلومانہ پکار'' کے سلسلے میں بندہ کو حضرت اقدس مولانا اسلم شیخوپوری صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، راقم سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے:

''بہت سی بچیوں کے والدین اور خود خواتین کے بہت کثرت سے خطوط موصول ہوتے ہیں جو شادی کے سلسلے میں غیر معمولی پریشان ہیں، اس بارے میں خطوط کی کثرت اور لوگوں کی پریشانی کے باعث میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ لڑکیوں کی شادیوں میں غیر معمولی مشکلات پیش آ رہی ہیں؟ غور کرنے پر جو اصل وجہ سمجھ میں آئی وہ جہیز کی لعنت ہے، کیونکہ بہت سے غریب والدین جہیز بنانے سے قاصر ہیں، لہٰذا میں نے ان لڑکیوں کی شادیوں کا حل یہ سوچا ہے کہ جہیز کے خلاف مہم چلائی جائے، اس بارے میں پہلی کوشش تو یہ کہ میں اپنے درسِ قرآن میں جو ہزاروں افراد شریک ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ دوسری مجالس کے ذریعے، ایسے فرد تیار کرنے کی کوشش کروں گا جو بغیر جہیز کے نکاح پر راضی ہوں، اس طرح ایک طرف ان کثیر لڑکیوں کے والدین سے فارم بھروا کر جمع

کرنے کا انتظام ہو جائے گا، دوسری طرف ان مردوں کی درخواستیں وصول کی جائیں گی جو بغیر جہیز کے نکاح پر راضی ہوں۔

اور یہ کام ربیع الاوّل کے مبارک ماہ میں احیاءِ سنت کے عنوان سے ہوگا۔''

اس کے بندہ کی طرف مزید توجہ کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ''آپ اس بارے میں بیانات کے ذریعہ عوامی حلقوں میں کچھ ترغیب کی کوشش کریں اور کوئی مشورہ دینا چاہیں تو وہ بھی دیں۔''

بڑوں کے سامنے میرے جیسے نالائق اور علم، عمر اور رتبے میں ایک بہت کمتر کا تقریر جھاڑنا یقیناً بے ادبی ہے، مگر حضرتِ اقدس کا خود سے علم، عمل اور عمر میں کئی گنا کمتر کے ساتھ بندہ نے جب یہ نظرِ عنایت اور خاطر والا معاملہ دیکھا تو اس موقع پر حضرت کی خدمت میں اس بارے میں کچھ باتیں کرنے کی ہمت ہوئی۔

چنانچہ بندہ نے جواباً عرض کیا کہ حضرت جہیز کے خلاف بیانات کر کے یا لڑکوں سے فارم جمع کر کے جو مہم چلانا چاہتے ہیں، اس کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوگا۔ (''خاطر خواہ'' کا لفظ محض ادب کی وجہ سے بڑھایا)

وجہ اس کی یہ ہے کہ بے نکاحی عورتوں کو نکاح کے سلسلے میں جو غیر معمولی مشکلات پیش آ رہی ہیں اس کی اصل وجہ جہیز نہیں بلکہ فطرت نے مرد میں متعدد بیویاں رکھنے کی جو خواہش رکھی ہے، اس خواہش کو ہندو معاشرے کی پیروی کرتے ہوئے مصنوعی طرح سے کچلنے کا نتیجہ ہے۔

چنانچہ تعددِ ازدواج کی بغاوت اور اس سنت سے نفرت بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافے کا سبب ہے اور بے نکاحی عورتوں کی تعداد میں یہ ''اضافہ'' اور دوسری جانب عورت کی طرف مردوں کی نکاح والی ''طلب'' میں غیر معمولی وہ کمی (جس سے فطرت و شریعت تعددِ ازدواج کا نظام دے کر کسی بھی قوم کو بچانا چاہتی ہے) اس ''طلب'' میں یہ غیر معمولی کمی اس بحران کا سبب ہے۔ جیسے اصطلاحی زبان میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ ایک طرف خواتین کی رسد (Supply) میں تسلسل کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے، مگر اس رسد کے مقابلے میں مردوں کی ان کی طرف اتنی طلب (Demand) نہیں جتنی طلب اس میدان میں فطری توازن قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ یہ بات اس بحران کا اصل سبب ہے۔ جہیز اصل سبب نہیں، جہیز تو خود تعددِ ازدواج کی بغاوت کے نتیجے میں پیدا ہونے والی ایک ایسی ''انعامی اسکیم'' ہے جو ایسے مواقع پر لازمی ضرورت اور معاشرے کا حصہ بن جاتی ہے۔

جہیز کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی کمپنی کے پاس بیچنے کے لئے مصنوعات تو بہت ہیں مگر مطلوب کی طرف خریداروں یعنی طالبین کی اتنی طلب نہیں کہ جس کے باعث اس کی دکان پر اس سامان کے خریداروں کا ایک خاص (اور متعدبہ) مقدار میں رش ہو، خریداروں کی ان مصنوعات کی طرف طلب میں کمی کے باعث کمپنی ایسے مواقع پر متعدد انعامی اسکیمیں نکالتی ہیں کہ مثلاً چار بوتلیں خریدنے پر پانچویں مفت...... وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے مواقع پر کسی بھی کمپنی کا مختلف انعامی اسکیمیں نکالنا جیسے رسد و طلب (Supply and Demand) کے ایک فطری قانون کا ایک عین فطری تقاضا ہے، بالکل اسی طرح جہیز بھی تعددِ ازدواج کی بغاوت کے باعث ایک طرف (عورتوں) کی رسد (Supply) میں اضافے اور اس کے مقابلے میں

دوسری جانب میں طلب (Demand) کی کمی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بحران کا لازمی اور فطری نتیجہ ہے۔

جو جہیز بھی دے رہے ہوں ان کے ہاں نکاح سے انکار زیادہ بڑا ظلم ہے

ایسے مواقع پر اگر نوجوانوں میں ایسی تحریک چلائی جائے کہ وہ بغیر جہیز کے نکاح پر آمادہ ہو جائیں، تو جب ایک نوجوان کے پاس ایسے رشتے بھی ہوں جس کے والدین بخوشی جہیز دینے پر ''مجبور'' ہوں گے اور دوسرے جہیز نہ دے سکتے ہوں تو یہ بھلا بغیر جہیز کے نکاح پر کیسے راضی ہوگا؟ جب والدین اپنی خوشی سے جہیز دے رہے ہیں تو جہیز لینے میں کون سی رکاوٹ؟ نیز ایسے والدین کے ہاں نکاح سے انکار کرنا کہ جنہوں نے بڑی محنت سے اپنی بچی کے لئے جہیز تیار کیا، زیادہ بڑا ظلم ہے اُن والدین کے ہاں انکار کرنے سے کہ جو جہیز دینے پر تیار نہیں۔

الغرض بندہ نے حضرت سے عرض کیا کہ کسی لڑکے کا کسی اچھے رشتے کا صرف اس وجہ سے انکار کرنا کہ اس کے والدین بعض مجبوریوں کے باعث بخوشی بلکہ زبردستی جہیز دے رہے ہیں، اور ایسے رشتے کو ترک کر کے ایسی لڑکی کا انتخاب جو جہیز پر قادر نہ ہو بلکہ اس انتخاب کے لئے باقاعدہ خود جا کر فارم بھرنا ذرا مشکل کام ہے، یہ تحریک کچھ خاص کارگر ثابت نہ ہوگی، نیز اگر کوئی لڑکا تیار ہو بھی گیا تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ اس کی مائیں بہنیں بھی اس کے اس عمل پر راضی ہوں گی؟ اگر راضی ہو بھی گئیں تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ اس کے والدین بعد میں اپنی بہو کو مختلف مواقع پر جہیز نہ لانے پر طعنے دے دے کر پریشان نہیں کریں گی؟ جس کے نتیجے میں یہ غریب بچی اور اس کے والدین ساری عمر اپنے داماد اور سسرال سے ''سہمے سہمے'' رہیں گے اور یہ فرضی بات ہی نہیں بلکہ واقعات ہیں کہ جہیز کے بغیر جن والدین نے اپنی بچیوں کو رخصت کیا، تو بعض جگہ تو مختلف طعنوں کے باعث طلاق تک نوبت پہنچی اور بعض جگہ اس لڑکی کو مختلف مواقع پر طعنے دے کر نفسیاتی مریض بنانے کی کوشش کی گئی اور ایسا صرف بے دینوں میں ہی نہیں ہوا بلکہ علماء وصلحاء کے گھرانوں میں بھی اس قسم کے واقعات کی کمی نہیں۔

(مکالمہ کو چند لمحوں کے لئے مؤخر کر کے ہماری اس تحریر کو پڑھنے والے حضرات اس بارے میں ضربِ مؤمن میں شائع شدہ ایک اور خط ذرا ملاحظہ فرمائیں)

خواتین کے ہاتھوں خواتین کی بے اکرامی

محترم جناب ایڈیٹر صاحب!

السلام علیکم!

آج کل ''ضربِ مؤمن'' میں جو تحریک شادی سے متعلق چلی ہوئی ہے اس سلسلہ میں ایک بات عرض کرنا چاہتی ہوں کہ اگر کوئی بیٹا یا بھائی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ فیصلہ سنا دیتا ہے کہ اس کی شادی سادگی سے اور بغیر جہیز کے ہوگی اور گھر کی خواتین کو لامحالہ یہ فیصلہ اپنے ناجائز ارمانوں کا خون کرتے ہوئے ماننا پڑتا ہے تو وہ اس کا بدلہ آنے والی بہو سے لیتی ہیں اور اسے طعنہ دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں، یہاں تک کہ ہر آنے جانے والی رشتہ دار خاتون کے سامنے اس بے چاری

کو جہیز نہ لانے کی پاداش میں ذلیل کرتی ہیں۔ بعض جگہ تو شوہر کو بھی علم نہیں ہوتا کہ اس کی بیوی کے ساتھ گھر کی خواتین کا ردّعمل کیا ہے، جو خواتین کھل کر طعنہ نہیں دیتیں وہ باتوں میں سنانا نہیں بھولتیں کہ ان کو جہیز میں یہ ملا اور یہ ملا اور یہ سب کچھ دنیادار گھرانوں میں ہی نہیں ہوتا، بظاہر دیندار کہلانے والوں کے ہاں بھی ہوتا ہے، جو کہ نہیں ہونا چاہئے۔ (ایک خاتون، کراچی)

ضربِ مؤمن کی طرف سے دیا گیا جواب

''جہیز وہ مالِ مفت ہے جس پر نوجوانوں کے ساتھ ہماری خواتین بھی فریفتہ ہیں، اس رسم کے خاتمے کے لئے نوجوانوں کے ساتھ خواتین کو بھی اپنا کردار ادا کرنا ہوگا تب جا کر ہمارا معاشرہ اس کے سنگین اثرات سے نجات پاسکتا ہے، ہماری ماؤں، بہنوں کو سوچنا چاہئے کہ اگر دین کا حکم ماننے پر وہ ایک بےقصور عورت کا دل دکھائیں گی اور اسے پریشان کریں گی تو کل کلاں ان کی اپنی بچیوں کے ساتھ بھی ایسا سلوک کیا جائے گا اور آج اگر وہ ایسی بہو کا جس نے سادگی کی مقدس سنت کو زندہ کیا اور بہت سی بچیوں کو نیکی کی راہ دکھائی، قدر اور اکرام کریں گے تو دنیا و آخرت میں ان کو اس کا بہترین بدلہ ملے گا۔ اس رویے کی اصل وجہ میڈیا کی پھیلائی ہوئی بے دینی کی وہ ذہنیت ہے جس سے متاثر ہو کر ہماری خواتین ایسا سب کچھ کرتی ہیں۔ اس واسطے خواتین میں دینداری کے احیاء کے لئے انتھک کام کرنے کی ضرورت ہے، تب جا کر ان کا ذہن ایسی بچیوں کے اکرام کی طرف مائل ہوگا جنہوں نے یہ عظیم قربانی دی ہے۔ ''خواتین کا اسلام'' اس مقصد کے لئے کی جانے والی مخلصانہ کاوش ہے، اسے خواتین میں زیادہ سے زیادہ پھیلانا چاہئے۔ ان شاءاللہ اس کے بہترین آثار جلد نمودار ہوں گے۔''

(ضربِ مؤمن، ۷/۳۹)

یہ تو ایک خط تھا جو ایک خاتون کے سوال اور ''ضربِ مؤمن'' کے ایڈیٹر مولوی شیر محمد صاحب دامت برکاتہم کی طرف سے دیئے گئے جواب پر مشتمل تھا، بندہ نے جملہ معترضہ کے طور پر اسے درمیان میں ذکر کیا، اب اصل مکالمہ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

حضرت اقدس مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب رحمہ اللہ بندہ کی باتوں کو نہ صرف شوق سے سن رہے تھے بلکہ ساتھ ساتھ بندہ کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے مزید تقریر جاری رکھنے کی ہمت بھی بڑھا رہے تھے، آپ کی اس عنایت کو دیکھ کر مزید ہمت ہوئی تو بندہ نے مزید عرض کیا کہ چلئے فرض کر لیتے ہیں کہ پاکستان کے سارے مرد بغیر جہیز کے نکاح کے لئے تیار ہو بھی جاتے ہیں تو وہ عورتیں جن کی تعداد مردوں کے مقابلے میں زائد ہے ان کی شادی کیسے ہوگی؟ جس عورت کے مقابلے میں مرد موجود ہی نہیں، اس کی شادی کا کیا حل ہے؟ اور ایسی عورتوں کی تعداد بھی کم نہیں۔

حضرت مولانا اسلم شیخوپوری رحمہ اللہ بندہ کی اس تقریر کو سن کر فرمانے لگے کہ ''آپ اگر اس بارے میں کوئی تفصیلی تحریر

مرتب کر رہے ہیں تو میں اسے ان شاء اللہ ضرور ملاحظہ کروں گا۔‘‘

حضرت نے ان خواتین کے فارم جمع کرنا شروع کئے جو جہیز دینے پر قادر نہیں اور دوسری طرف اپنے بیانات میں مردوں کو بھی ترغیب دینا شروع کی کہ جو حضرات ’’فی سبیل اللہ‘‘ جہیز لئے بغیر (غریبوں اور فقیروں کی) بچیوں سے نکاح کے خواہش مند ہوں وہ اس بارے میں تعاون فرمائیں۔ حضرت کی یہ تحریک چلتی رہی۔

اس تحریک کے شروع ہونے کے تقریباً تین چار ماہ کے بعد بندہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت کی خدمت میں اس تحریک کے اب تک جو نتائج نکلے اس کی معلومات حاصل کرنے کی خواہش اور درخواست کی۔

حضرت نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا! کوئی خاص فائدہ (خاص کا لفظ بھی اپنی طرف سے بڑھا رہا ہوں) نہیں ہوا۔ میں نے عرض کیا: کیوں......؟ فرمانے لگے کہ عورتوں کی درخواستوں کی تو بھر مار ہے اور ان میں لاتعداد وہ عورتیں بھی ہیں جو جہیز دینے پر بھی تیار ہیں، اس کے برخلاف لڑکوں کی درخواستیں ہی بہت کم موصول ہوئی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ دونوں قسم کی درخواستوں کا کیا تناسب ہے؟ فرمانے لگے کہ بمشکل ایک اور ساڑھے تین کا تناسب ہے، یعنی ساڑھے تین لڑکیوں کے مقابلے میں بمشکل ایک لڑکا، یہ تناسب ہے۔ نیز فرمایا کہ ایک تو لڑکیوں کے مقابلے میں لڑکوں کی درخواستیں ہی بہت کم موصول ہوئیں پھر ان درخواستوں میں بھی جو لڑکے ہیں وہ عموماً بے روزگار اور نالائق قسم کے ہیں، اس کے برعکس لڑکیوں کی درخواستوں میں خاندانی، خوبصورت اور بہت سی اچھی خاصی تعلیم یافتہ (Qualified) لڑکیاں ہیں۔

بندہ نے عرض کیا کہ آپ نے جو یہ فرمایا کہ جن لڑکوں کی طرف سے درخواستیں وصول ہوئیں ان میں اکثر نالائق اور نااہل ہیں، تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ اس زمانے میں لڑکے کا تحریری درخواست جمع کروا کر نکاح کی کوشش کرنا ہی اس کے نااہل اور پرلے درجے کے نالائق ہونے کی علامت ہے کیونکہ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس لڑکے کو خاندان یا محلے پڑوس کا کوئی فرد بھی ’’گھاس‘‘ ڈالنے کے لئے تیار نہیں، جبھی تو درخواست دے رہا ہے، اگر اس میں ذرا بھی صلاحیت ہوتی تو خاندان یا جان پہچان والے اسے ’’باہر‘‘ جانے ہی نہ دیتے۔ باقی شادی دفتروں میں درخواستوں کے تناسب کو اسی پر قیاس فرمالیں۔

یہ مکالمہ لکھنے کے دوران پیش آمدہ ایک اتفاقی واقعہ

☆ بندہ مولانا اسلم صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ پیش آنے والا یہ مکالمہ جب تحریر کر رہا تھا تو اس دوران عصر کی نماز کا وقت ہوگیا، نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر نکلا کہ ایک صاحب (جن کی عمر تقریباً 60 سال ہوگی) نے بندہ کو آ گھیرا، کہنے لگے کہ مولوی صاحب! آپ سے ایک بہت ضروری مسئلہ پوچھنا ہے۔ میں نے کہا: پوچھئے! کہنے لگے کہ لڑکی والے باراتیوں کو جو کھانا کھلاتے ہیں تو شادی کے اس کھانے کا اسلام میں کوئی تصور ہے؟ میں نے کہا: قطعاً نہیں، یہ سراسر ہندوانہ رسم ہے۔ کسی ایک روایت سے بھی ثابت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کی شادی پر کسی کو کھجور کا ایک دانہ بھی کھلایا ہو، ہاں ولیمہ بہت اہتمام سے فرماتے تھے اور ولیمہ لڑکے والے کرتے ہیں، لڑکی والے نہیں۔

کہنے لگے تو پھر میں کیا کروں؟ میری بچی کی شادی ہے، بری کی رسم اور جہیز اور شادی کا کھانا وغیرہ ملا کر بچی کی شادی پر

کئی لاکھ کا خرچہ آ رہا ہے۔

ان بزرگ کی حالت اور پریشانی سے ایسا لگ رہا تھا کہ یہ رو پڑیں گے، میں نے عرض کیا کہ حضرت! کیا ضرورت ہے ان خرچوں کی......؟ نہ کریں، کسی کے دباؤ اور خاندانی رسموں کا کیوں شکار ہوتے ہیں......؟ شادی کا کھانا نہ کھلائیں......داماد کو سلانے کے لئے بستر اور اسے اور اس کے مہمانوں کو بٹھانے کے لئے صوفے مہیا کرنا آپ کے ذمے تو نہیں......؟

کہنے لگے کہ اس سے پہلے بڑی بچی کی شادی کے موقع پر میں نے خرچے میں کچھ کمی کی تھی، یعنی لڑکے والوں سے کہا تھا کہ آپ کی طرف سے آنے والی بارات کو شادی کا کھانا بھی کھلاؤں گا، جہیز بھی دوں گا مگر اپنی حیثیت کے مطابق اور بارات میں افراد بھی کچھ کم کرلیں۔ کہتے ہیں: اس کے جواب میں لڑکے والے کہنے لگے کہ اگر آپ نے شادی کا کھانا نہ کھلایا یا انتظام معیاری نہ ہوا تو ہمارے خاندان، دوست احباب جب شادی میں آئیں گے تو یہ غیر معیاری انتظام ان کی نظر میں ہماری بے عزتی کا سبب بنے گا کہ کن گھٹیا لوگوں میں شادی کرلی، نیز جہیز بھی ایسا نہ ہو جسے دیکھ کر لوگ سمجھیں کہ کن ''نیچ'' لوگوں میں شادی کرلی؟

یہ بزرگ کہتے ہیں کہ میری جب اس جواب پر ان سے تکرار ہوئی تو لڑکے والوں نے رشتے سے ہی انکار کر دیا اور یوں بڑی بچی اس وقت سے اب تک گھر میں کنواری ہی بیٹھی ہے، کوئی دوسرا رشتہ اس کے لئے نہ آ سکا اور اب اپنی ہی برادری کے لڑکے سے دوسرے نمبر والی لڑکی کی بات طے ہو چکی ہے اور فلاں تاریخ پر شادی ہے، انہیں بھی میں نے سمجھانے اور خرچہ کم کروانے کی کوشش کی تو یہ بھی رشتہ توڑنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔

یہ بزرگ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ بیٹا! مجھے اس مصیبت سے نکلنے کا حل بتاؤ، میں بہت پریشان ہوں، رائے ونڈ کا اجتماع آنے والا ہے، میں چاہتا ہوں کہ بیٹی کی شادی کے بوجھ سے ہلکا ہو کر اس اجتماع میں جاؤں۔

مجھے ان بزرگ پر بہت ترس بھی آیا اور ان کے بننے والے بے شرم داماد پر غصہ بھی۔ میں نے بڑے جوش سے کہا کہ حضرت! ایسے بے غیرت داماد جو پہلی رات اپنے پیسوں سے خریدے گئے بستر کے بجائے اپنی بیوی کے بستر پر سوتے ہوئے شرم محسوس نہ کرے......اپنے دوستوں کو اپنی بیوی کے صوفوں پر بٹھا کر اپنی غیرت کا جنازہ نکالنے پر راضی ہو، تو ایسے بے شرم اور مال کی لالچ میں غیرت کا سودا کرنے والے شخص کے حوالے اپنی بچی کو کیوں کر رہے ہیں؟ انکار کریں اس رشتے سے......؟

کہنے لگے کہ ''یہ اپنی برادری والے ہیں، انکار کر دیا تو پھر کہاں کروں؟ نیز ابھی میری چار بیٹیاں مزید بیٹھی ہوئی ہیں، بیٹا کوئی نہیں، ان بیٹیوں کی ذمہ داری بھی اکیلے مجھ پر ہے، اگر ہر ہر داماد کے بارے میں ایسے ہی ''نخرے'' شروع کر دیئے تو بڑی بچی کا تو تجربہ ہو گیا، باقی بچیوں کا کیا بنے گا......؟''

اطمینانِ قلب کے ساتھ دین کی خدمات میں مشغول رہئے......!

ان بزرگ کے حالات کو دیکھتے ہوئے مجھے خیال ہوا کہ ان سے کہوں کہ آپ کے لئے بہتر یہی ہے کہ اب اس ساٹھ سال کی عمر میں بچیوں کی شادیوں کی فکر سے خود کو دستبردار کرتے ہوئے رائیونڈ جا کر دین کی خدماتِ متعدیہ میں ہمہ تن اور

اطمینان قلب کے ساتھ مشغول رہیں اوراس عمر میں اب اپنی بچیوں کی شادیوں کی فکر کے بجائے کسی اسلامی ٹرسٹ سے ان کی ماہانہ کفالت پر زیادہ زور دیں، مگر پھر بندہ کوخیال ہوا کہ ٹرسٹ تو بیوگان کی کفالت کرتے ہیں، کنواریوں کی تونہیں؟

نیز مجھے یہ بھی خیال ہوا کہ ان بزرگ سے پوچھوں کہ آپ نے حج بھی کیا ہوا ہے؟ کیونکہ ہم نے مسئلہ یہ سنا ہے کہ جس کے پاس بچی کی شادی پر اتنی رقم خرچ کرنے کی گنجائش ہو جس رقم کے ذریعے حج ممکن ہو تو ایسے شخص پر ''حج'' فرض ہو جاتا ہے لہٰذا بچی کی شادی پر لاکھوں روپے خرچ کر کے حج کی سعادت سے محروم رہنا آپ کے لئے تو ویسے بھی جائز نہیں......!!!

بندہ کے پاس محض وہ واقعات جو اتفاقی طور پر اچانک سامنے آ گئے، ایسے واقعات کی بھی ایک فہرست ہے اور یہ حالات ایسے ہیں جو کسی ہوش مند سے مخفی نہیں، کراچی اور پنجاب کے عام رہائشی ان حالات کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں اور بچیوں کی شادی کے لئے ہر باپ کا غیر معمولی طور پر فکرمند رہنا ایک ایسا معاملہ بن چکا ہے جسے اب نارمل سمجھا جانے لگا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح وہ بچہ جو لنگڑے لولوں میں جوان ہو کر یہ سمجھنے لگا تھا کہ دنیا میں ہر ایک لنگڑا لولا ہی پیدا ہوتا ہے، لہٰذا لنگڑا لولا ہونا ایک ''نارمل'' حالت ہے۔

ایک شادی دفتر کا عجیب قصہ

☆ ایک دن میں کراچی کے مشہور بازار جامع کلاتھ کے ایک شادی دفتر میں پہنچا، وہاں ادھیڑ عمر کی ایک خاتون بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں نے ان سے کہا کہ میں ذرا یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے دفتر میں لڑکوں اور لڑکیوں کی درخواستوں کا تناسب کیا ہے؟

محترمہ بزرگ خاتون نے معذرت کر لی۔

میں بھی اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بجی اور خاتون نے میرے سامنے فون اٹھا کر بات شروع کر دی، فون پر ان کا جو کلام ہوا میں اسے سن کر تعجب کئے بغیر نہ رہ سکا، مجھے ظاہر ہے کہ رسیور سے دوسری جانب کی آواز سنائی نہ دے رہی تھی، دفتر والی ان خاتون ہی کا کلام سن سکا، جو پیش خدمت ہے، یہ خاتون فون پر کچھ یوں گفتگو فرما رہی تھیں:

ارے نہیں نہیں...... دیکھئے، تین لاکھ...... کچھ کم کر لیجئے، ایک لاکھ...... ہیں...... اچھا...... مگر فلیٹ...... مگر...... کم کر لیں ...... اچھا...... ٹھیک ہے...... دیکھیں! اتنی گنجائش نہیں...... میں نے بتایا نا کہ...... اس سے زیادہ......''

بندہ کو چونکہ دوسری جانب کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی لہٰذا پورا کلام سمجھ نہ آیا کہ یہ کیا ''کشتی'' ہو رہی ہے، رسیور رکھنے کے بعد خاتون سے میں نے استفسار کیا تو بڑے اطمینان سے (ان کے اطمینان کو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ ان کے لئے یہ آئے دن واقع ہونے والی ایک نارمل سی بات ہے) کہنے لگیں:

بیٹا کوئی ایسی بات نہیں، ایک صاحب کا رشتہ کروا رہی ہوں، ان کا فون تھا۔ میں نے کہا:

تو ایک لاکھ اور فلیٹ کا کیا مطلب؟ کہنے لگیں کہ یہ صاحب لڑکی والوں سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ علیحدہ گھر اور جہیز کے ساتھ ساتھ تین لاکھ رقم کیش بھی لوں گا، چونکہ میں درمیان میں واسطہ (ایجنٹ) ہوں لہٰذا لڑکی والوں کو فلیٹ کی صورت میں گھر

پرتو آمادہ کرلیا ہے''مناسب''،جہیز بھی دیناہی ہے مگرلڑکی والے تین لاکھ کیش کے بجائے ایک لاکھ سے زائد دینے پر تیار نہیں، اس پر''گوٹ''اٹکی ہوئی ہے اورلڑکی والے میرے ذریعےلڑکے کو کچھ''کم'' پر راضی ہونے کی درخواست (Request) کررہے ہیں، کہنےلگیں کہ لڑکی MSc ہے۔

میں نے کہا کہ پھرلڑکا کم ازکم بریگیڈیئر یا کرنل تو ہوگا جو اتنے نخرے کررہا ہے؟ کہنےلگیں کہ......ٹیلر ماسٹر......(یعنی درزی) ہے۔

''ہمارے ہاں تھوکے ہوئے مال کوکوئی نہیں چاٹتا......''

☆ چند ماہ قبل کسی ضروری کام کے سلسلے میں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی، یہ صاحب ہزارہ کے رہنے والے اور مالدارآدمی تھے، گپ شپ کے دوران اِن کے بچے کھیلتے ہوئے ان کے گھر سے باہر نکلے تو مجھے بتانے لگے کہ میرے یہ بچے پہلی بیوی سے ہیں، میں نے حیران ہوکر پوچھا کہ آپ نے دوشادیاں کی ہوئی ہیں؟ کہنے لگے پہلی کو طلاق دینے کے بعد دوسری شادی کی۔

میں نے کہا کہ طلاق کیوں دی؟ کہنے لگے کہ طلاق تو اس لئے دی کہ بدزبان تھی یا شاید کہا کہ خدمت نہیں کرتی تھی اور (سزادینے کے لئے) بچے بھی اس سے چھین لئے۔

میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کی پہلی بیوی کی اب کہیں اورشادی کا امکان ہے؟

میرا یہ سوال سن کرفوراًبرجستہ بولے:......''ہمارے ہاں تھوکے ہوئے مال کوکوئی نہیں چاٹتا۔''

سبحان اللہ......! کیا بہترین جواب دیااورواقعی موصوف نے اپنے اس جواب میں معاشرے کے ہاں نکاح کے معاملے میں''طلاق یافتہ عورت'' کی جوقدر ہےاس کا بہترین اورمکمل صحیح صحیح نقشہ کھینچ کر دکھایا۔

یاد رکھئے! ان صاحب نے طلاق یافتہ عورت کے لئے جو الفاظ استعمال کئے، نکاح کے حق میں مسلمان کے دل میں طلاق یافتہ کی حیثیت وحقیقت ایک شادی والے رواج کی''برکت'' سے بالکل یہی ہے،زبان سے اظہار ہرایک نہیں کرپاتا۔

مقابلہ کرلیجئے کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ سورۃ بقرہ میں فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کومعلوم ہے کہ تم بیوگان اور طلاق یافتہ عورتوں کے نکاح میں غیرمعمولی رغبت کے باعث انہیں عدت گزرنے سے قبل بھی نکاح کے سلسلے میں کسی نہ کسی طرح ضروریاد کروگے،لہٰذااس رغبت وشوق کی رعایت کی خاطرتمہیں اشارۃً اورگول مول طریقے سے عدت ختم ہونے سے پہلے بھی پیغامِ نکاح بھیجنے کی اجازت ہے......ایک معاشرے میں بیوگان کی یہ قدر کہ عدت کے ختم ہونے کاانتظاردشوار ہےاوردوسری طرف موصوف کابرجستہ اورفوراًجواب کہ......''ہمارے ہاں تھوکے ہوئے مال کوکوئی نہیں چاٹتا۔''

بندہ کوان صاحب کا جواب سن کرافسوس تو ہوامگر حیرت نہیں کیونکہ رسدوطلب (Supply and Demand) کا فطری اصول صرف تجارتی مصنوعات کے ساتھ خاص نہیں،نکاح کے حق میں عورت کی قدروقیمت اسی رسدوطلب میں توازن پرموقوف ہےاورعورت کی قدروقیمت بڑھانے کاصرف ایک حل ہےاوروہ یہ کہ''سپلائی'' کے مقابلے میں''ڈیمانڈ'' بڑھادی جائے۔

کل آپ کی بیٹیوں کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوگا

جو حضرات بھی بندہ کی اس تحریر کو پڑھ رہے ہیں، اس موقع پر میں ان سے کہوں گا کہ یاد رکھئے! کل آپ کی بیٹیوں میں سے بھی کسی کو طلاق ہوسکتی ہے، اگر آپ اپنے قول وعمل سے خاندان کا جمود توڑنے کو تیار نہیں...... اگر آپ اپنی دینی یا دنیوی اہم ترین مشغولیات اور اطمینانِ قلب جیسی نعمت کو برقرار رکھنے کے لئے متعدد شادیوں کے لئے تیار نہیں...... تو ممکن ہے کہ آپ کی کسی بچی یا پوتی، نواسی کو طلاق ہو اور وہ بھی ''تھوکے ہوئے مال'' کی فہرست میں اس طرح سے داخل ہوجائے کہ آپ کے خاندان کا کوئی مناسب اور اس بچی کا ہم پلہ اور کفو اس نکاح کو...... ''تھوکے ہوئے مال کو چاٹنا'' سمجھے اور اس سے نکاح پر آمادہ نہ ہو، یا ممکن ہے کہ آپ کی کوئی بچی حسن وجمال والی نہ ہو اور آپ کا متوقع داماد یہ سوچ کر اسے مسترد کردے کہ شادی زندگی میں صرف ایک بار ہوتی ہے، جیسا کہ آپ نے اپنی باری میں بھی یہی سوچا تھا...... بتایئے!...... آپ نے اپنی نسل میں پیدا ہونے والی عورتوں کی عفت و پاکدامنی کے لئے کیا انتظام کیا ہوا ہے۔ کیا آپ سے بروزِ محشر اس بارے میں سوال نہیں ہوگا......؟؟؟

مسلمانو! بتاؤ کیا یہ عورت پر ظلم نہیں اگر ظلم ہے تو ظالم کون......؟؟؟ کیا اب بھی وہ شخص ظالم نہیں جو استطاعت کے باوجود اور ان حالات پر مطلع ہونے کے بعد بھی ایک زوجہ پر قناعت کو سعادت سمجھے......؟

مسلمانو! خدا کی قسم یہ حالات یہاں رکیں گے نہیں، عنقریب نکاح کے سلسلے میں پریشان ہونا اور بیٹیوں کے رشتوں کے انتخاب کے لئے دربدر پھرنا، ایک بڑے پیمانے پر اس قسم کے کاموں کا ''دردِ سر'' قوم میں ختم ہونے والا ہے...... بندہ کے علم میں بعض اس قسم کے واقعات بھی ہیں کہ ایک عزت دار اور شریف آدمی اپنی پردہ دار بیٹی کے نکاح کے سلسلے میں غیر معمولی پریشان ہوا اور اسے یقین ہوگیا کہ اگر اسی طرح ''انتظار'' میں بیٹھا رہا تو بچی کی عمر نکل جائے گی، بالآخر اس نے ازخود اپنی بچی کو مجبور ہوکر گھر سے باہر آوارہ گردی پر مجبور کردیا کہ خود ہی کسی مناسب لڑکے سے دوستی لگا کر اس کے ساتھ شادی کرنے کی کوشش کر، کیونکہ اس کے بغیر اب شاید تیرا نکاح ممکن نہ ہو۔

تعددِ ازواج کی بغاوت کے نتیجے میں جو تباہی پھیلتی ہے اگر اس میں مزید اضافہ نہ ہوتا بلکہ یہ تباہی یہیں رک جاتی تو بھی غنیمت تھا، لیکن ہم نے جیسے پہلے عرض کیا کہ جس معاشرے میں متعدد شادیوں کا عملی اقدام اجتماعی سطح پر ترک کردیا جاتا ہے اس سے جو تباہی پھیلتی ہے تو یہ تباہی اپنے منطقی انجام کے جیسے جیسے قریب پہنچ رہی ہوتی ہے اس کی رفتار میں غیر معمولی تیزی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور ایسے لوگ اس شعر کے مصداق ہوتے ہیں ؎

ابتداء عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ایک عجیب واقعہ...... ''دنیا کی محبت ختم ہوجائے......''

بندہ درجِ ذیل واقعہ جس وقت ان مذکورہ واقعات میں شامل کررہا ہے تو اسے پیش آئے شاید 24 گھنٹے بھی نہ گزرے ہوں، چنانچہ وقتِ تحریر سے چند گھنٹے پہلے عصر کی نماز کے بعد ایک 70 سالہ بوڑھے اور سفید ریش بزرگ مسجد میں بندہ کے

پاس حاضر ہوئے۔سخت بے چینی اور اضطراب کی کیفیات میں فرمانے لگے کہ بیٹا میں اپنے بارے میں بہت پریشان ہوں کہ پانچ وقت نماز بھی پڑھتا ہوں، تہجد کا بھی پابند ہوں، گھر کا ماحول بھی درست ہے مگر ان سب باتوں کے باوجود دنیا کی محبت میرے دل سے ختم نہیں ہوتی، مجھے کوئی ایسا عمل بتادیں کہ دل سے دنیا کی محبت ختم ہوجائے۔

میں نے پوچھا کہ دنیا کی محبت سے آپ کی کیا مراد ہے؟ ہر وقت پیسہ بڑھانے کی فکر لاحق رہتی ہے یا دنیا سے لمبی لمبی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں......؟

فرمانے لگے کہ بات یہ ہے کہ دنیا کی ایک آزمائش میں اتنا زیادہ پریشان ہوں کہ اس پریشانی کا خیال ہزار کوشش کے باوجود دل سے نہیں نکلتا اور خدا کی تقدیر پر راضی رہ کر اس پریشانی میں صبر نہیں ہو پا رہا۔

میں نے عرض کیا کہ میں تو آپ کو اسی وقت کوئی مفید مشورہ دے سکتا ہوں کہ جب آپ کھل کر بتائیں کہ آپ کو کیا پریشانی ہے؟

اس پر فرمانے لگے کہ میری دو بیٹیاں ہیں، گھر بیٹھی بوڑھی ہورہی ہیں، میں غریب آدمی ہوں اس کے باوجود بیٹیوں کا مستقبل بنانے کے لئے میں نے ان کی دینی و دنیوی تعلیم پر کیا کچھ خرچ نہیں کیا......میرا ایک مکان ہے، اسے فروخت کرنے کے لئے اس پر ''برائے فروخت'' کی تختی بھی لٹکا دی ہے تاکہ جیسے ہی کوئی مناسب رشتہ آئے تو اس مکان کی آمدن بچیوں کے جہیز اور ان کی شادی کے دوسرے مصارف پر خرچ کرسکوں۔ الغرض اپنی طرف سے تو تیاری پوری ہے مگر سال پر سال گزرتے جارہے ہیں، کوئی رشتہ ہی نہیں آتا......

میں نے کہا کہ ممکن ہے کہ رشتے آتے ہوں مگر آپ کو پسند نہ آتے ہوں؟ کہنے لگے کہ: نہیں بیٹا! کئی سال گزر گئے، خاندان وغیر خاندان میں سے کسی ایک کا بھی رشتہ نہیں آیا (نہ کسی مناسب کا اور نہ نامناسب کا)

اس کے بعد فرمانے لگے کہ اس بڑھاپے میں پانچوں نمازوں کے بعد اور رات کو تہجد میں اٹھ کر اپنی بچیوں کے مستقبل کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے مسلسل دعائیں مانگنے کا معمول ہے، مگر معلوم نہیں مجھے کیا ہوگیا؟ خدا کی تقدیر پر صبر کیوں نہیں آتا؟

میں نے کہا: یہ فکر دنیا کی محبت تو نہیں، بس آپ کی جو ذمہ داری تھی آپ نے پوری کردی، اب خود سے سوچ سوچ کر اور اس پریشانی کا خود پر ہر وقت کے لئے مسلط کر کے پریشان نہ ہوں اور پھر بھی جو پریشانی غیر اختیاری طور پر محسوس ہو تو نہ صرف یہ کہ اس پر مواخذہ نہیں بلکہ اس پر ان شاء اللہ تعالیٰ اجر ملے گا۔

یہ جواب سن کر بزرگ نے جو باتیں کہیں تو بخدا! اس بوڑھے بزرگ کی بے چینی اور اضطراب کی کیفیت سے نکلے ہوئے یہ الفاظ ان لوگوں کے لئے بہت ہی اہمیت رکھتے ہیں جن کے سینے میں دل نام کی کوئی چیز ہے اور جو قوم کے اجتماعی مفاد کو ذاتی مفاد پر ترجیح دیتے ہیں، ان بزرگ نے میرا جواب سن کر فرمایا:

> ''بیٹا یہ فکر دنیا کی محبت ہی تو ہے، کیونکہ ہم نے علماء سے سنا ہے کہ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اولاد دیتا ہے تو اس کی ضرورتوں کا بندوبست بھی پہلے ہی سے کر دیتا ہے، تو جب اس نے مجھے

بچیاں دیں تو میں سوچتا ہوں کہ اس خدا نے ان کے نکاح کے بندوبست کا بھی تو انتظام کیا ہوگا، اب اگر میری بچیوں کے نکاح کا انتظام نہیں ہو پارہا تو مجھے اپنے لئے اسے ایک امتحان سمجھنا چاہئے اور یہ سوچ کر صبر کرنا چاہئے کہ اسی میں بہتری ہوگی، لیکن صبر کیوں نہیں آرہا؟ ڈپریشن کا مریض بن گیا ہوں، مجھے خدا کی آیات پر کامل ایمان کیوں نہیں آتا، صبر وتحمل سے اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر کامل یقین کر کے اطمینان کی نیند سوتا کیوں نہیں؟

اس کے بعد خود ہی فرمانے لگے کہ معلوم نہیں حالات کیسے بدل گئے؟ ہمارے آباءواجداد میں تو کسی بھی نوجوان سے جب تک اس کے اچھی طرح جوتے نہیں گھسوا لیتے تھے، اسے اپنی لڑکی نہیں دیتے تھے مگر اب جبکہ میری بچیاں دینی ودنیوی تعلیم سے آراستہ ہیں، جہیز دینے اور شادی کے دوسرے اخراجات پر بھی تیار ہوں مگر ان سب باتوں کے باوجود رشتہ ہی نہیں آتا......

اس موقع پر ان بزرگ کے چہرے پر بڑھاپے کی سلوٹیں اور لڑکھڑاتی ہوئی بوڑھی زبان سے اس اضطراب اور بے چینی کی غیر معمولی کیفیت کا اظہار......مگر دوسری طرف اللہ تعالیٰ پر ایسا اعتماد وتوکل کہ زبان سے ایک حرف بھی ناشکری کا نہیں نکلا......، ان دونوں قسم کی غیر معمولی کیفیات کے اجتماع کو دیکھ کر ان بزرگ کی دینداری پر رشک آرہا تھا کہ اصل مسئلہ جو میرے سامنے رکھنے کے لئے آئے تھے وہ تو اپنی پریشانی کے بارے میں یہ خوف کہ میرا شمار کہیں ان لوگوں میں نہ ہو جو خدا پر اعتماد وتوکل نہیں کرتے، چنانچہ ''دنیا کی محبت والی'' اس ''بیماری'' کے علاج کے لئے مجھے بزعمِ خود عالم سمجھ کر میرے پاس تشریف لائے تھے، بچیوں کا مسئلہ تو میرے استفسار پر سامنے رکھا۔

نکاح مشکل اور زنا کو آسان بنانے والے مسلمانو......! میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ خدا کی قسم صبح وشام جس غربت اور مہنگائی کا رونا رو کر تم نکاح سے دور بھاگ رہے ہو، یاد رکھو! اس جذبے سے نکاح سے دور بھاگنا بروزِ محشر تمہارے گلے پڑ جائے گا۔ تمہیں یہ غربت اور مہنگائی صرف اپنے حق میں دکھائی دیتی ہے، اس بزرگ جیسے نامعلوم کتنے والدین ہیں کہ جنہوں نے بچیوں کی شادی کے بوجھ کو سر سے اتارنے کے لئے اپنے مکان پر ''برائے فروخت'' جیسی تختیاں لٹکا رکھی ہیں، ان کے حق میں غربت اور مہنگائی کا احساس نہیں، نیز فحاشی کے لئے قوم کے پاس پیسہ کہاں سے آجاتا ہے......؟

یاد رکھو......! جن خرچوں کے خوف سے تم نکاح سے دور بھاگ کر نکاح کی کسی بھی درجہ حوصلہ شکنی کر رہے ہو اور یوں قوم کے لئے زنا کو آسان بنا رہے ہو، خدا تمہارے اس جذبے کی ''قدر'' کرتے ہوئے تمہاری قوم میں بیٹیوں کی شرح پیدائش بڑھا رہا ہے اور ان کی شادی جیسی عظیم ذمہ داری کو تمہارے سروں پر مسلط کرتے ہوئے تمہارے ایسے خرچے کروا رہا ہے کہ تمہیں ان میں سے ایک ایک کی شادی پر ''مکان برائے فروخت'' اور ''پلاٹ برائے فروخت'' جیسی تختیاں اور اشتہار لگوانے پڑیں گے۔

دوسری شادی کے لئے پیر ومرشد سے اجازت لینا

کراچی میں ایک انتہائی مالدار خاندان سے تعلق رکھنے والا ایک 30 سالہ شادی شدہ جوان لڑکا ایک دن میرے پاس آیا، کہنے لگا کہ مجھے دوسری شادی کے لئے ایک طلاق یافتہ خاتون کا رشتہ میسر آیا ہے، میں اس خاتون کو باآسانی ایک الگ گھر

بھی دے سکتا ہوں اور اس کے دو بچوں کی کفالت بھی کرسکتا ہوں، مجھے اس خاتون کی طرف نکاح میں طبعی رغبت بھی ہے لیکن میرے شیخ ومرشد مجھے دوسری شادی کی اجازت نہیں دے رہے، کیا کروں......؟

میں نے جواباً کہا کہ اگر آپ کے شیخ ومرشد کی کوئی طلاق یافتہ بیٹی ہوتی، جس کے دو بچے بھی ہوتے اور شیخ ومرشد کو اپنی اس بچی کے لئے آپ جیسے کسی نوجوان اور مالدار رشتے ملنے کی امید نہ ہوتی، ان حالات میں آپ نکاح کا پیغام بھیجتے تو پیرو مرشد کا طرزِ عمل کیا ہوتا؟ ......اگر ''ہاں'' کرتے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی دوسرے مسلمان کی بیٹی ''بیٹی'' نہیں؟ اپنی بیٹیوں کے لئے احکام کچھ اور- اور دوسرے کی بیٹیوں کے لئے احکام کچھ اور......اور اگر انکار کر دیتے تو کیا یہ اپنی بیٹی پر ظلم نہ ہوتا؟؟......کیا بیٹی قیامت کے دن اپنے والد سے سوال نہ کرتی کہ ابا! اللہ نے آپ کو میرا ولی اور مربی کیا اس لئے بنایا تھا کہ آپ مجھے شوہر کی نعمت سے محروم کر کے ساری عمر نفسیاتی مریض بنانے کے لئے اپنے گھر میں قید رکھیں......؟؟

وہ نوجوان کہنے لگا کہ مفتی صاحب! آپ کی تقریر بہت اچھی طرح سمجھ میں آ گئی، اب کسی کا باپ بھی مجھے دوسری شادی سے نہیں روک سکتا۔ میں نے اس کے ''جذبات'' کو دیکھتے ہوئے کہا کہ یاد رکھو! حقوق دونوں زوجات کے ادا کرنے ہیں، اگر دوسری کے بعد پہلی کو نظر انداز کر دیا تو قیامت کے دن سخت عذاب ہوگا۔ اس لئے یہ کام بھی ضرور کرو، اور پہلی زوجہ سے بے اعتنائی بھی ہرگز نہیں برتنا۔

اپنے شیخ ومرشد سے بھی بدگمان ہونے کی ضرورت نہیں، یہ سوچو کہ اللہ نے انہیں جتنا علم اور تجربہ دیا، وہ اس علم اور تجربے کی بنیاد پر آپ کو جو کچھ کہہ رہے ہیں، خیر خواہی کے جذبے ہی سے کہہ رہے ہیں مگر کرنا وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔

خاندان ومعاشرہ دوسری شادی سے کیوں روکتا ہے؟

ایک صاحب جو مالدار بھی تھے، مجھے اپنا واقعہ سنانے لگے کہ دوسری شادی کے لئے ایک بیوہ کا رشتہ آیا، کہتے ہیں کہ میں آمادہ ہو گیا مگر والدین، بیوی، بڑے بھائیوں میں سے نہ صرف یہ کہ کوئی ساتھ دینے پر تیار نہ ہوا بلکہ سب کی طرف سے ایسا شدید ردِّ عمل ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ یہ صاحب، صاحبِ علم اور حوصلہ والے تھے، کہتے ہیں کہ میں ان سب حضرات سے احترام ومحبت سے پیش تو آتا رہا مگر اپنے اس ارادے سے باز نہ آیا، کہتے ہیں کہ میرا معاملہ میرے اساتذہ اور پیرومرشد تک پہنچا اور ان حضرات نے مجھ پر پابندی تو نہ لگائی مگر یہ دلیل دیتے ہوئے میری حوصلہ شکنی کی کہ ایک مباح کام کی خاطر اتنے جھگڑوں میں پڑنا شرعاً بھی پسندیدہ امر نہیں، نیز نکاح صرف خواہشِ نفس پوری کرنے کا نام نہیں، نکاح کے بعد خرچہ دگنا ہو جائے گا، مزید اولاد ہوگی تو مزید فکریں بڑھ جائیں گی، اطمینانِ قلب نہ رہنے کے باعث دین کی جن مختلف خدمات میں ہمہ تن مشغول ہو اس طرح اطمینان سے ایسی مشغولیت نہ رہ سکے گی، وغیرہ وغیرہ۔

کہتے ہیں کہ اس قسم کے دلائل کے ذریعے میری اتنی سخت حوصلہ شکنی کی گئی کہ میں بالآخر ہمت ہار گیا اور میں نے لڑکی کے والد کو اس رشتے سے اس دن انکار کر دیا جس دن نکاح ہونے والا تھا۔

یہ صاحب واقعہ سنا کر خاموش ہو گئے اور ان کے چہرے اور اندازِ بیان سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ انہوں نے ''انکار'' کر کے اجتماعی مفاد کے پیش نظر ''انفرادی مفاد'' کو نظر انداز کرنے کا بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے اور بہت ہی ذمہ دار ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

میں نے یہ واقعہ سننے کے بعد ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح سے جو مصلحتیں وابستہ کر رکھی ہیں یہ ساری کی ساری مصلحتیں وہ لوگ پوری طرح حاصل کر چکے ہیں جو آپ کو نکاح سے منع کر رہے ہیں اور سب کے گھر نکاح کی برکت سے الحمدللہ آباد ہو چکے ہیں۔

چنانچہ آپ کے والدِ محترم کو نکاح کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اولاد بھی دی اور پھر پوتے نواسے بھی عطا کر دیئے اور یوں نکاح کے باعث ان کا خاندان بھرپور طریقے سے آباد کر دیا، آپ کی والدہ کو اللہ تعالیٰ نے کسی کی بیوی بنا کر نکاح سے وابستہ ساری کی ساری مصلحتیں عطا فرما دیں، انہیں شوہر کی محبت بھی مل گئی اور شوہر کا سایہ بھی، عفت و پاکدامنی بھی اور گھر کی چار دیواری میں رہتے ہوئے ساری عمر کے لئے عزت کے ساتھ روٹی، کپڑا، مکان و علاج وغیرہ سے متعلق سارے مالی خرچوں کا شوہر کے ذریعے بندوبست بھی کروا دیا...... اللہ تعالیٰ نے انہیں نکاح کے ذریعے ماں بننے کی اور پھر بڑھاپے میں دادی، نانی بننے کی نعمت سے بھی نوازا...... اور اولاد اور پوتے، نواسوں اور دامادوں کے ذریعے عزت، خدمت اور انسیت والی ایسی ایسی نعمتوں سے نوازا کہ ان میں سے ایک ایک نعمت بھی ایسی ہے کہ کوئی عورت ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہے تو زبان ان نعمتوں کے شکر سے عاجز آ جائے۔

اور بعض اہلِ علم جو دوسری شادی کو محض مباح اور حلال قرار دے کر زمانہ 'بدل' جانے کے باعث اس حکم پر عمل کو ''لائقِ ملامت'' قرار دے رہے ہیں اور اس بناء پر آپ کو اس عمل سے باز رکھنے کی کوشش فرما رہے ہیں، تو ان سب حضرات نے نکاح سے وابستہ تمام مصلحتیں پوری طرح یا تو حاصل کر لی ہیں یا عنقریب ان شاء اللہ حاصل کر لیں گے، اس لئے یہ حضرات بھی آپ کو اس سے روک رہے ہیں، کیونکہ ان کی نظر میں بھی یہ کام دنیا کا سب سے فضول ترین کام ہے، بلکہ خود آپ بھی چونکہ شادی شدہ اور صاحبِ اولاد ہیں تو آپ خود بھی نکاح سے وابستہ بہت سی مصلحتیں پوری طرح حاصل کر رہے ہیں، آپ کی بیوی کو فقط اتنا نقصان ہے کہ ایک دوسری مسلمان عورت رات کی باری اور شوہر کی آمدن میں اس کے ساتھ شریک ہو جائے گی...... صرف شرکت کا نقصان ہو گا ورنہ نکاح سے وابستہ اہم اور بڑی بڑی مصلحتیں بہرحال وہ بھی حاصل کرتی رہے گی۔ الغرض آپ کے دوسری شادی نہ کرنے میں ان تمام حضرات میں سے کسی کا کوئی نقصان نہیں، لہٰذا ان میں سے ہر ایک آپ کو اس سنت سے باز رکھنے کی بھرپور کوشش کرے گا، بعض تو آپ کو روکنے کے لئے خودکشی...... اور بعض ٹانگیں توڑنے اور گھر سے نکل جانے کی دھمکیاں دیں گے...... اور بعض آپ پر شہوت پرستی، بے شرمی اور بے غیرتی کے ایسے طعنوں کی بوچھاڑ کرتے ہوئے برس پڑیں گے کہ آپ کو اس اقدام کے تصور ہی سے دن میں تارے اور رات میں سورج کا مشاہدہ ہونا شروع ہو جائے گا۔

الغرض ان میں سے ہر شخص آپ کو جس طرح ممکن ہو، خواہ ''تلوار'' کی طاقت سے یا قلم و زبان کی طاقت سے اس فعل سے باز رکھنے کی کوشش کرے گا، بعض تو مفاد پرستی کے باعث اور بعض جہالت کے باعث اور بعض اس مسئلے کے تمام پہلوؤں

پر پوری طرح توجہ نہ ہوتے ہوئے، ایسا کرنے میں معذور ہونے کے باعث۔

البتہ اس انکار سے وہ جوان بیوہ اور اس کے بوڑھے باپ غیر معمولی طور پر متاثر ہوں گے کہ جس بیوہ کا جوان شوہر کسی حادثے یا بیماری میں انتقال کر گیا اور اب اس کا باپ آپ جیسے باصلاحیت، مالدار اور صاحبِ علم متوقع داماد سے مایوس ہو کر اپنی بیٹی کے لئے کہیں اور خاک چھانتا پھرے گا، یہ بیوہ عورت جسے آپ کے ذریعے اپنے گھر کے دوبارہ آباد ہونے کی کچھ امید ہو چلی تھی، کچھ بعید نہیں کہ اس کی ان امیدوں کا گلا گھٹ گیا ہو اور عین ممکن ہے کہ اب یہ عورت اپنے خاندان اور ساتھ اٹھنے بیٹھنے والی شادی شدہ خواتین اور ان کی اولاد کو دیکھ دیکھ کر مسلسل احساسِ کمتری کا شکار ہوتی رہے اور جیسے جیسے تیزی سے اس کی عمر گزرتی رہے گی اس کے نکاح کی رہی سہی امیدیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسی تیزی سے ختم ہوتی چلی جائیں گی، لہٰذا اس پر اور اس کے باپ پر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پہلے تو ایک ایک سال اور پھر ایک ایک ماہ حتیٰ کہ پھر ایک ایک دن گزارنا مشکل ہوتا چلا جائے گا...... وقت جس رفتار سے گزرے گا اسی رفتار سے گھر میں پڑے پڑے احساسِ تنہائی کا شکار ہونے لگے گی تو نفسیاتی پاگل بننا شروع ہو جائے گی ...... بہکی بہکی باتیں شروع کر دے گی، مختلف قسم کی ایسی نفسیاتی بیماریاں پیدا ہونا شروع ہو جائیں گی کہ جن سے بچنا حلال طرح سے جنسی تسکین اور توالد وتناسل، اپنے بچوں سے دل لگی اور ان بچوں میں مشغول رہنے والی فطری عادات پر موقوف تھا۔

لہٰذا کچھ وقت گزرنے کے بعد اس کے باپ کو اس کی شادی کے بجائے اس کے نفسیاتی علاج یا تعویذ گنڈوں کی فکر زیادہ لاحق ہو جائے گی اور اگر اس کی ایک دو بہنیں بھی اسی کی طرح نکاح نہ ہونے کے باعث گھر میں پڑی بڑھاپے کا انتظار کر رہی ہوں تو ان بہنوں کے نفسیاتی اضطراب کے باعث ان کی آپس میں ہونے والی لڑائیوں نے اِن نفسیاتی پیچیدگیوں میں مزید اضافہ کر دیا ہوگا، نیز گھر آنے والی شادی شدہ بھابھیوں کو دیکھ دیکھ کر مزید احساسِ کمتری کا شکار ہونے والی ان کی نندوں نے اس گھر کو نندوں اور بھابھیوں کی لڑائیوں کا جہنم کدہ بنا دیا ہوگا۔

غیر شادی شدہ خواتین آنے والی بھابھیوں سے لڑ کر دماغی سکون حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں

یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ نندوں اور بھابھیوں کی لڑائیوں سے آباد جہنم نما جن گھروں کو دیکھیں گے ان میں بہت سے گھروں میں لڑائیوں کی ایک وجہ غیر شادی شدہ نندوں کا نفسیاتی اضطراب اور ڈپریشن (Depression) بھی ہے، چنانچہ ایسی خواتین کو اور کوئی نہیں ملتا تو بھابھیوں سے لڑ کر ''فطرت'' کی کچھ تسکین کرتی ہیں، بخدا یہ ایک حقیقت ہے کہ ساس، بہو، نندوں اور جٹھانیوں کی روایتی ''قاتلانہ'' لڑائیوں کی ایک بہت بڑی وجہ ایک بیوی پر اکتفاء والا نظام ہے، ہم نے عورت کو ایک سوکن کے جھگڑے سے بچانے کے لئے دس طرح کی عورتوں سے لڑوا دیا ہے۔

الغرض میں نے ان نوجوان مولوی صاحب سے جو کسی مدرسے میں مدرس بھی تھے، کے سامنے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اس سلسلے میں آپ کو جن حضرات نے بھی اس سے روکنے کی کوشش کی ہے تو اس عمل سے باز رہنے میں آپ سمیت ان میں سے کسی کا بھی کوئی نقصان نہیں، البتہ جس عورت کا باپ آپ کی دوسری شادی کے باوجود آپ کو اپنی بچی دینے کے

لئے تیار ہو گیا تو ظاہر ہے کہ اسے کوئی تو مجبوری ہوگی......؟ وہ آپ کے فائدے کے لئے اپنی بچی اپ کے حوالے نہیں کر رہا تھا، اس کے پیش نظر اپنا فائدہ ملحوظ تھا، لہٰذا آپ جیسے لوگوں کا ان اجازت ناموں کے حصول نہ ہونے کی بناء پر دوسری شادی سے باز آ جانا، لوگوں کی نظر میں تو پسندیدہ ہے، مگر خدائے تعالیٰ قطعاً خوش نہیں ہوگا۔

میری تقریر سننے کے بعد وہ جوان عالم مجھ سے فرمانے لگے کہ واقعی مجھ سے بڑی غلطی ہوئی اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے دوسری شادی والے ''پہلو'' پر تو کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔

میں نے ان سے کہا کہ آپ کو جن اہل علم نے اس ''پہلو'' سے باز رہنے کا مشورہ دیا ان کی نیت بھی یقیناً اچھی ہی ہوگی مگر شاید ان کی توجہ بھی اس ''پہلو'' کی طرف نہ گئی ہو، دوسری شادی سے باز رہنے کے دیگر نقصانات میں سے یہ ''پہلو'' بھی ان کے سامنے مستحضر ہوتا تو آپ کو اس سنت سے باز رہنے کا کم از کم اتنا سخت مشورہ نہ دیتے۔

بیٹی کی ولادت پر ڈاکٹر کے خلاف مقدمہ

یہ تو اسلام کی برکت ہے کہ ابھی ہمارے ہاں وہ حالات پیدا نہیں ہوئے جو ایک بڑے پیمانے پر ہندوستان میں پیدا ہو چکے ہیں، ہندوستان میں بیٹی کو کس قدر عظیم بوجھ سمجھا جانے لگا ہے اس کا اندازہ چند ماہ قبل B.B.C میں زیر تبصرہ اس خبر سے لگا سکتے ہیں کہ جس میں بتایا گیا کہ ہندوستان کی ایک عدالت میں ایک شادی شدہ جوڑے کی طرف سے ایک ڈاکٹر صاحب کے خلاف مقدمہ دائر ہوا، شادی شدہ جوڑے کا کہنا تھا کہ ہمارے ہاں ایک بیٹا ہے، دوسری بار جب حمل ٹھہرا تو ہم نے فلاں ڈاکٹر صاحب کے ذریعے الٹرا ساؤنڈ کروایا، ڈاکٹر نے ہمیں رپورٹ میں بتایا کہ ''لڑکا'' ہے، لڑکے کا سن کر ہم نے حمل ضائع نہیں کیا مگر ولادت لڑکی کی ہوئی۔

ہمیں لڑکی کی قطعاً خواہش نہ تھی اب چونکہ لڑکی ڈاکٹر صاحب کی غلط رپورٹ کی بناء پر ہوئی ہے اور اس کی ولادت کے ذمہ دار چونکہ ڈاکٹر صاحب ہیں لہٰذا ہمارا عدالت سے مطالبہ ہے کہ اس لڑکی کے لباس و خوراک، تعلیم اور جہیز اور شادی تک کے تمام مصارف انہیں ڈاکٹر صاحب کے ذمہ ڈالے جائیں......

ہندوستان میں الٹرساؤنڈ سے تجسس کے بعد بیٹیوں کو خفیہ درگور کرنے کی خبریں آج کل مختلف اخباروں میں بہت زیادہ شائع ہونے لگی ہیں اور اس معاملے میں اب اتنی تیزی آتی جا رہی ہے کہ ہندوستان کی حکومت اس کو روکنے میں سنجیدگی سے دلچسپی لینے کے باوجود عاجز آ گئی ہے، حکومت کو اس بات کا خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ ہندوستان میں کچھ وقت کے بعد عورتوں کی پوری نسل ہی کہیں ''الٹرساؤنڈ'' کی بھینٹ نہ چڑھ جائے چنانچہ حکومت نے بیٹی کی ولادت پر قوم کو تیار کرنے کے لئے ایسے والدین کو مختلف قسم کی سہولتیں دینا اور ان کے ساتھ مالی تعاون جیسے اقدامات شروع کر دیئے ہیں۔ چنانچہ کچھ وقت قبل ہاریاز (Haryasz) کے بارے میں حکومتِ ہند نے یہ قانون بنایا کہ دوسری بیٹی کی ولادت پر والدین سالانہ پانچ ہزار روپے کے تعاون کے حقدار ہوں گے۔ قانون کے الفاظ یہ ہیں:

Chief Minister Bhupinder Singh Hoda said on the birth of a second girl

child, the government give an incentive of Rs. 5000/- a year for five years to the parents:.... (Indo-Asia News Service)
www.eians.com/stories/2005/05/23girls.shtml#

بعض مرتبہ کسی بیماری کے اسباب مختلف ہوتے ہیں مگر علاج متعین ہوتا ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان حالات کا سبب درحقیقت بے حیائی اور زنا کی وہ کثرت ہے جس کا ذمہ دار بے لگام اور شرم و حیاء سے عاری الیکٹرانک میڈیا ہے۔ یہ بات درست ہے کہ ان حالات کے پیدا کرنے میں میڈیا اور اس بے حیائی اور بے پردگی کے ماحول کا بہت بڑا کردار ہے لیکن اس بات سے تو شاید کوئی اختلاف نہ کر سکے کہ بڑے پیمانے پر ان حالات کا سدِّ باب متعدد شادیوں والے رواج کے فروغ ہی میں ہے۔

چنانچہ ایک شخص اگر بہت تیز ٹھنڈا پانی پینے سے بیمار (مثلاً بخار میں مبتلا) ہوا تو اسے اس بیماری سے شفاء کے لئے اس بیماری کے دوران ٹھنڈے پانی سے پرہیز کرنا ہوگا، اسی طرح اگر بخار کسی اور وجہ سے ہو تو بھی جب معلوم ہوگا کہ اس بیماری میں سخت ٹھنڈے پانی سے اجتناب ضروری ہے تو اس صورت میں بھی مریض پر ٹھنڈے پانی سے پرہیز کرنا لازم ہوگا۔

بالکل اسی طرح خاندانی وعائلی نظام سے متعلق معاشرہ جن ''بیماریوں'' میں مبتلا ہو چکا ہے ان کا اصل سبب بالفرض ایک بیوی پر اکتفا والا رواج نہ بھی ہو، دیگر اسباب ہوں، مگر ان بیماریوں کا بہت بڑے پیمانے پر علاج بہرحال متعدد شادیوں والے رواج کو فروغ دینے ہی پر موقوف ہے، لہٰذا قوم کے وہ مرد جنہیں ابھی تک زنا کا چسکا نہیں لگا، یا زنا کے خوگر ہیں مگر زنا چھوڑنا چاہتے ہیں، انہیں مجبور کیا جائے کہ وہ قوم کی عورتوں میں سے زیادہ سے زیادہ عورتوں سے نکاح کی کوشش کریں تاکہ پاک دامن عورتیں زنا اور بے حیائی پر مجبور نہ ہوں، لہٰذا بے حیائی کے فروغ کی ان بیماریوں میں قوم نے ایک بیوی پر اکتفاء والی ''بدپرہیزی'' نہ چھوڑی تو کچھ ہی وقت میں یہ بیماریاں کینسر کی صورت اختیار کر کے ایسی خطرناک بن چکی ہوں گی کہ پھر ان کا علاج کسی بھی طرح شاید ممکن نہ رہے......؟

ان حالات میں صاحب استطاعت پر دوسری شادی کہیں واجب تو نہیں......؟

مسلمانو......! کیا ان حالات میں سنجیدہ اور وہ سمجھدار لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ خود میں زیادہ بیویاں رکھنے کا حوصلہ پیدا کر سکتے ہیں کیا ان پر دوسری شادی واجب نہیں......؟ بندہ کا یہ دعویٰ نہیں، صرف ایک سوال ہے، کیا سمجھدار اور سنجیدہ مزاج نوجوانوں پر ایک سے زائد عورتوں کی کفالت کے لئے زیادہ بیویاں رکھنا ضروری نہیں......؟

کیا اس وقت کہ جب لاکھوں مسلمان بیوگان، طلاق یافتگان اور کنواریوں کی عصمتیں داؤ پر لگی ہوں، مغربی این جی اوز ان کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر ان کے لئے ملازمتوں کے حصول کو آسان بنا کر انہیں گھر کی چاردیواری سے باہر نکال رہی ہوں......اور اپنے اداروں میں مغربی ماحول میسر کر کے ان کی عصمتوں اور وقار کو ''ترقی'' کی بھینٹ چڑھا رہی ہوں......کیا اس وقت کہ جب لوگ اپنی بچیوں کی شادیوں کے لئے بزرگوں سے وظیفے مانگ رہے ہوں اور جن بزرگوں سے وظائف

مانگے جارہے ہوں وہ خود اپنی بیٹیوں کے رشتوں کے لئے دعاؤں کی خاطر اپنے سے کسی بڑے بزرگ کو تلاش کررہے ہوں......خدارا! یہ کیا تماشا ہے......؟ اس منحوس رسم کا نقصان ہر ایک ہی تو اٹھا رہا ہے......اس رواج میں نہ تو مرد کا فائدہ ہے اور نہ ہی عورتوں کا فائدہ اور نہ ہی اجتماعی سطح پر قوم کا فائدہ، اس کا فائدہ بظاہر صرف وہ ایک عورت اٹھا رہی ہے جس کی کسی مناسب فرد سے شادی ہو چکی ہے اور اب وہ یہ گوارا کرنے کو ہرگز تیار نہیں کہ اس کی باری اور نان نفقے میں کوئی دوسری مسلمان بہن اس کے ساتھ شریک ہو......تو کیا صرف ایک عورت کو شرکت کے اس معمولی ضرر سے بچانے کے لئے دوسری عورت کو نکاح سے وابستہ مصلحتوں سے بالکلیہ محرومیت کی بھینٹ چڑھا دینا کسی بھی طرح عقلمندی کا کام ہو سکتا ہے......؟؟؟

اکابر اہل علم کے غور کے لئے اس ٹوٹے پھوٹے علم کی بنیاد پر، جو انہیں علماء کی جوتیاں سیدھی کرنے سے حاصل ہوا بطورِ طالب علم عرض ہے کہ وہ حالات جو اس وقت پوری دنیا میں ہو رہے ہیں سوائے ان چند چیدہ علاقوں کے جو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں، ان حالات کی طرف بھرپور طرح سے توجہ جانے کے بعد اور اس بارے میں شرحِ صدر ہو جانے کے بعد بھی اگر کوئی ایسا شخص جو متعدد شادیوں کی وسعت رکھتا ہو، پھر بھی یہ اقدام نہ کرے تو کہیں گناہ گار تو نہ ہوگا......؟ یا ابھی کچھ وقت مزید انتظار کیا جائے کہ ایک بڑے پیمانے پر قوم جب ایک نکاح بھی ترک کر دے تو اس وقت شاید اس اقدام کے نہ کرنے میں گناہ کے خطرے کا امکان ہو، نیز اگر قومی سطح پر ایک نکاح کی رسم بھی ترک کر دے تو اس وقت ایک نکاح کا شرعی حکم کیا ہوگا؟ واجب ہو جائے گا یا حسب سابق سنت ہی رہے گا......؟

دو صورتوں میں ایک سے زائد بیوی رکھنا واجب ہے، ایک عرب عالم کا فتویٰ

قال عبداللہ الفقیہ فی فتواہ:... (اختصاراً عربی عبارت حذف کر رہا ہوں)

ترجمہ: ''جب کسی مسلمان کو ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی ضرورت محسوس ہو تو اس کے لئے اس اقدام میں کچھ حرج نہیں...... بلکہ بعض صورتوں میں دوسری شادی واجب ہو جاتی ہے اور یہ اس صورت میں کہ جب کسی (کے لئے ایک بیوی کافی نہ ہو اور یوں اسے) اپنے بارے میں زنا کا خوف ہو یا کسی اور ناجائز اقدام کا خوف ہو یا (خاندان و معاشرے میں) کوئی ایسی (کنواری، طلاق یافتہ یا بیوہ) موجود ہو اور اس کے بارے میں یہ خوف ہو کہ اگر اس کا نکاح نہیں ہوا تو اس کے اخلاق وعادات خراب ہو جائیں گے (اور کسی متعین مرد کے علاوہ کوئی اور اس سے نکاح کے لائق نہ ہو یا کسی اور میں اس عورت سے نکاح کی استطاعت نہ ہو یا استطاعت تو ہو مگر ضد وہٹ دھرمی کے باعث نکاح کو تیار ہی نہ ہو اور) یوں یہ (مسلمان) عورت جب اپنے نکاح کے لئے کسی متعین مرد کی محتاج ہو جائے گی تو اس خاص مرد پر (اس صورت میں بشرطِ استطاعت وعدل) دوسرا نکاح واجب ہو جائے گا اور متعین طور پر اس مرد پر لازم ہوگا کہ وہ (اس عورت سے نکاح کر کے) اس (مسلمان) عورت کی عفت و پاکدامنی کا انتظام کرے، کیونکہ مسلمان کو حکم ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کی زندگی کو تباہی سے بچائے، پس دوسرے

مسلمان کے دین کی حفاظت تو بطریق اولیٰ واجب ہے۔'' (رقم الفتوی: ۱۵۵۵۶، ۷ رصفر ۱۴۲۳ھ)
www.islamweb.net

وقال أيضًا: وكذلك رضا الوالدين لا يشترط فى صحة النكاح، بل لا تجوز طاعتهما فى مثال حالة السائل إذا كان يخشى على نفسه إن لم يعدد۔
(رقم الفتوىٰ: ۲۶۱۴۰)

ترجمہ: دوسری شادی کی صحت کے لئے والدین کی رضا شرط نہیں بلکہ (اگر کسی میں جنسی قوت اتنی زائد ہو کہ ایک بیوی اس کے لئے کافی نہ ہو اور یوں اسے) گناہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہو جیسا کہ سائل نے اپنی حالت بیان کی تو اس صورت میں (والدین اگر دوسری شادی کی اجازت نہ دیں تو) والدین کی اطاعت اس کے لئے جائز ہی نہیں۔''

سعودی عرب کے ایک بزرگ مفتی عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن جبرین حفظہ اللہ کا فتویٰ

موقع سماحة الشيخ عبدالله بن عبدالرحمن بن جبرين
رقم الفتوى: ۵۰۸۰
موضوع الفتوىٰ: التعدد

السؤال: هناك نساء كثير فى دولة شيشان، مات ازواجهن فى الجهاد وغيره ولم يتزوجن بعدهم، حيث إن الاعتقاد السائد هناك منع التعدد فلا تتزوج المرأة برجل عنده زوجة غيرها، فما الحكم فى ذلك؟

الإجابة: قد أباح الله تعالىٰ للرجل أن يتزوج زيادة على واحدة إلى الأربع، بقولهٖ تعالىٰ: {فانكحوا...} وذلك بشرط العدل، لقوله تعالىٰ: {فإن خفتم...} وكان الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم ينكحون العدد من النساء إلى الأربع، وذلك خير للمرأة من أن تبقى بلازوج، وقد أمر الله تعالىٰ بتزويج النسآء، فقال تعالىٰ: {وأنكحوا الأيامىٰ منكم والصالحين من عبادكم وإمائكم إن يكونوا فقراء يغنهم الله من فضلهٖ} ولا شك أن المرأة إذا طلقت أو مات زوجها وبقيت بلا زوج أنها تتأذّى بالترمل، وتتعرض للفتن والفواحش وتحتاج إلى نفقة وكسوة وسكنىٰ فخير لها أن تتزوّج ولو برجل معه زوجة قبلها أوزوجتان، لتحصل على العفاف والكفالة والنفقة والسكنىٰ ورجاء أن يرزقها الله ذرية صالحة، ولا شك أن منعها من التزوج مطلقًا بعد زوجها ظلم وإضرار بها۔

وكذلك منعها أن تتزوج بمن عنده زوجة قبلها أو زوجتان فيه أيضًا ضرر عليها مع أنه مخالف لما شرعه الله من إباحة التعدد إلى الحد الذى قدره الله و سبب فى كثرة الأرامل والعوانس اللاتى لم يتزوجن لأول مرة أو بعد الوفاة أو الطلاق و كثرتهن تسبب انتشار الفواحش والمحرمات كما هو الواقع فى كثير من الدول الّتى تمنع التعدد۔

فعلى المسلمين أن لا يحرموا ما أحل الله ولا يبيحوا ما حرّمه الله حتى يكونوا مسلمين حقّا۔

وحيث إن الواقع فى دولة شيشان قلة الرجال وكثرة النسآء الأرامل وبذلك عبث الكفار والفسقة فى أولئك النسآء، وانتهكوا أعراضهن وكثرت الفواحش وكثر أولاد الزنا، فإنى أرى أنه يجب على الرجال المسلمين إعفاف نساء المسلمين بالحلال فمن كان قادرا على أن يتزوج أربعًا ويقوم بحقوقهن ويعدل بينهن لزمه ذلك، ومن على ثلث أو اثنتين مع القدرة على العدل، لزمه ذلك حتى تصان نساء المؤمنين ويحصل لهن العفاف والتحفظ والبعد عن تناول النساء المسلمين۔

فمن كان قادرا على التعدد ولم يفعل ذلك مع مشاهدته وعلمه بكثرة الأرامل وتعرضهن لمن يهتك أعراضهن من الكفار ... قاتلهم الله ... فنرى أنه آثم، وأن عليه مسئولية فى عدم سعيه فى إعفاف نساء المسلمين۔ والله أعلم۔ عبدالله بن عبدالرحمن بن الجبرين۔

www.ibn-jebreen.com/controller?action

ترجمہ: سعودی عرب کے ایک جلیل القدر اور بزرگ حنبلی عالم سے چیچنیا کے کسی فرد نے تعددِ ازواج کے بارے میں سوال کیا، سوال و جواب یہ ہے:

سوال: یہاں چیچنیا میں بہت سی بیوہ خواتین ایسی ہیں کہ جن کے شوہر جہاد میں یا مختلف حادثات میں مر گئے ہیں اور اب تک یہ خواتین نکاح نہ کر سکیں اس لئے کہ یہاں متعدد شادیاں ممنوع ہیں، لہٰذا ایک عورت کسی ایسے مرد سے نکاح نہیں کرتی جس کی پہلی سے بیوی موجود ہو، ان حالات میں (متعدد نکاحوں) کا کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مرد کو بشرطِ عدل چار شادیوں کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: {فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنىٰ و ثلٰث و ربع} اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی بیک وقت متعدد عورتوں سے نکاح کر لیا کرتے تھے، عورت کے ساری عمر بغیر شوہر کے زندگی گزارنے سے

بہتر ہے (کہ مرد متعدد شادیاں کر کے ان سے نکاح کریں) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عورتوں کے نکاح کے بندوبست کا حکم دیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: {وأنكحوا الايامى . . .} (اور تم میں جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کرادیا کرو...... اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا)

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت کو جب طلاق ہوجائے یا اس کا شوہر مرجائے اور یوں یہ عورت شوہر کے بغیر رہ جائے تو اسے اس بیوگی کی زندگی پر تکلیف ہوتی ہے اور ایسی عورت کو فتنوں اور فحاشی کا شکار ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، نیز یہ عورت نان نفقہ، لباس اور رہائش کی محتاج ہوتی ہے، لہٰذا اس کے لئے اسی میں بہتری ہے کہ (ان مصلحتوں کے حصول کی خاطر) یہ نکاح کرے اگرچہ کسی ایسے مرد کے ساتھ ہی سہی جس کے پاس پہلے سے ایک یا دو بیویاں موجود ہوں، تاکہ اس نکاح کے ذریعے یہ عورت پاکدامنی، مالی کفالت اور لباس پوشاک (جیسی ضرورتیں) حاصل کرسکے اور اس امید پر بھی کہ شاید اللہ تعالیٰ اسے اس نکاح کے بعد نیک اور صالح اولاد عطا فرمادیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسی عورتوں کو (کسی بھی طرح) نکاح سے محروم رکھنا ان عورتوں پر ظلم اور ان کے نقصان کا سبب ہے۔

اسی طرح ایسی عورتوں کو کسی ایسے شخص سے نکاح نہ کردینا کہ جس کی پہلے سے ایک یا دو بیویاں ہوں تو اس میں بھی ایسی عورتوں کا نقصان ہے جبکہ یہ فعل خدا کی مقرر کردہ اس حد کے بھی خلاف ہے جس حد تک خدا نے مرد کو نکاح کی اجازت دی ہے اور متعدد شادیوں سے روکنے کا یہ عمل معاشرے میں ایسی بیوہ اور (گھروں میں بیٹھے) بوڑھی ہوجانے والی کنواری عورتوں کی کثرت کا سبب ہے کہ جن کی پہلی مرتبہ یا شوہر کے انتقال یا طلاق کے بعد دوبارہ شادی نہ ہوسکی اور یہ بات بے حیائی اور حرام کاریوں کے پھیلنے کا سبب ہے جیسا کہ وہ ممالک جہاں متعدد شادیوں پر پابندی ہے ان میں اس کا مشاہدہ بھی ہورہا ہے۔

پس مسلمانوں پر واجب ہے کہ جس کام کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اسے (عملاً) حرام نہ سمجھیں اور جس (زنا وفحاشی) کو خدا نے حرام قرار دیا اسے حلال قرار نہ دیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کر کے سچے مسلمان کہلاسکیں۔

اور جبکہ واقعہ یہ ہے کہ چیچنیا میں مرد کم ہیں اور بیوگان بہت ہیں تو اس سے تو فساق وفجار اور کفار کو ان مسلمان عورتوں سے لہو ولعب اور ان کی عزتوں سے کھیلنے کا موقع ملے گا، نیز بے حیائی پھیلے گی اور ولدالزنا بچوں کی کثرت ہوگی تو میں سمجھتا ہوں کہ (چیچنیا کے) مسلمان مردوں پر لازم ہے کہ وہ حلال کے ذریعے مسلمان عورتوں کی عفت و پاکدامنی کا انتظام کریں۔

لہٰذا وہاں جو شخص چار عورتوں کے حقوقِ واجبہ کی ادائیگی اور ان میں عدل کرسکتا ہو اس پر واجب

ہے کہ وہ چار شادیاں کرے اور جو تین یا دو بیویوں میں عدل کر سکتا ہو اس پر تین یا دو شادیاں واجب ہیں تا کہ مسلمان عورتیں (مختلف فتنوں اور شر سے) محفوظ ہو سکیں اور انہیں عفت (پاکدامنی) حاصل ہو اور وہ (خود پر فساق و فجار کی) دسترس سے محفوظ ہو جائیں۔

الغرض جو شخص متعدد شادیوں کی قدرت رکھتا ہو اور پھر بھی متعدد شادیاں نہیں کرتا جبکہ اسے بیوہ عورتوں کی کثرت کا مشاہدہ اور علم بھی ہے اور اس بات کا علم ہے کہ کس طرح یہ عورتیں ان کی عزتوں کو نقصان پہنچانے والے کفار (فساق) کے نشانے پر ہیں تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا شخص (ایک بیوی پر قناعت کرے) گناہ گار ہوگا اور (بروزِ محشر) اس سے سوال ہوگا کہ اس نے (بذریعہ نکاح) ان مسلمان عورتوں کی عفت (پاکدامنی) کا انتظام کیوں نہ کیا؟'' (عبداللہ بن عبدالرحمن بن الجبرین)

بچیوں کی شادی کے لئے وظائف کے حصول کی ایک جھلک

ایک دینی ادارے میں موصول ہونے والے اس خط اور اہل علم کی طرف سے دیئے گئے اس کے جواب کو ملاحظہ کیجئے:

سوال: دو صاحبزادیاں حافظہ ہیں اور دنیوی علم میں بھی ایم۔ایس۔سی اور بی۔کام کیا ہوا ہے اور ان علوم میں مہارت رکھتی ہیں بلکہ ایک دینی مدرسہ میں درس و تدریس بھی انجام دے رہی ہیں، عمریں تقریباً ۲۵، ۳۰ سال ہو چکی ہیں، رشتے آتے ہیں مگر واپس چلے جاتے ہیں، ان (بچیوں) کو پڑھانے کے لئے کچھ تحریر فرما دیں تا کہ اس فریضے سے سبکدوش ہوا جا سکے؟ (ایک سائل، حیدرآباد)

جواب: بچیوں کو ہر نماز کے بعد تین بار یہ دعا مانگنی چاہئے:

ربنا ھب لنا من أزواجنا وذریتنا قرۃ أعین واجعلنا للمتقین إمامًا۔ (سورۃ الفرقان)

خدارا......! کیا یہ بہت بڑا انقلاب اور تغیر نہیں کہ مسلمان بیٹیاں اپنی شادی کے لئے خود ہی وظیفے پڑھنے پر مجبور ہو چکی ہیں کہ یا اللہ! مناسب شوہر نام کی کوئی چیز دے دے، شادی کرا دے......

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مسلمان کنواری کی شرم و حیا کے پیش نظر یہ بھی گوارا نہ فرمایا کہ نکاح میں ایجاب وقبول کے وقت اسے صراحتاً ''ہاں'' کہنے پر مجبور کیا جائے یا کم از کم گردن ہی کو حرکت دلوا کر اس کی کامل رضا کا یقین کروالیا جائے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ: ''البکر إذنھا صماتھا'' (کنواری کی خاموشی ہی اس کی رضا کی علامت ہے)

اندازہ لگایئے!...... جو شریعت کسی مسلمان کنواری کی حیا کی اتنی لاج رکھتی ہو کہ زندگی کے اس اہم ترین موقع پر اسے محض ''ہاں'' جیسا مختصر لفظ کہنے کے لئے زبان ہلانے پر بھی مجبور نہ کرتی ہو اور اس کی خاموشی ہی کو اس کی اجازت قرار دے کر اس کی حیا کی بے پناہ حوصلہ افزائی کرتی ہو تو سوچو تو سہی...... کہ ایسی شریعت ایک بیوی والے اس نظام پر بھلا کیسے راضی ہو سکتی ہے جس میں نامعلوم کتنی کنواریاں اپنی شادی کے لئے از خود وظیفے پڑھنے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے از خود دعائیں مانگنے پر مجبور ہو چکی ہوں کہ یا اللہ! شادی کرا دے...... بلکہ بہت سی تو ''ترقی'' کی اس دوڑ میں اپنے خیال میں ''دانشمندی'' کا

ثبوت دیتے ہوئے ازخود لڑکوں کو پھانسنے پر مجبور ہو چکی ہیں......؟ ان حالات میں بھی کیا دوسری شادی محض ایک مستحب امر ہے......؟

انگریز نو مسلمہ خاتون کا ایک عجیب واقعہ

کچھ عرصہ قبل خاندان کے ایک 80 سالہ بزرگ سے کافی طویل عرصے بعد ملاقات ہوئی، باتوں کے دوران پوچھنے لگے کہ بیٹا آپ کی شادی ہوگئی؟ میں نے عرض کیا کہ بندہ تو آج کل تعددِ ازدواج کی ترغیب چلا رہا ہے، لہٰذا دوسری شادی کے بارے میں پوچھیں کہ دوسری شادی ہوگئی یا نہیں؟

میری یہ بات سنتے ہی خوشی سے اور بڑے ہی پرتپاک طریقے سے شاباش دیتے ہوئے فرمانے لگے کہ: ''بیٹا! بہت ہی اچھا کام ہے اس کا رواج ڈالنے کی کوشش کرو۔''

خاندان و معاشرے میں ایسی ''ناپسندیدہ'' بات سن کر ناگواری کے بجائے خوشی کا اظہار کرنے والے یہ پہلے فرد تھے، لہٰذا میں اس قسم کا غیر متوقع جواب سن کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور میں نے اس حیرت کا جب ان کے سامنے اظہار کیا تو ''میری حیرت کو دور کرنے کے لئے) ان بزرگ نے مجھے اپنا یہ واقعہ سنایا:

فرمانے لگے کہ کئی سال قبل میں امریکا میں برسرِ روزگار اور ایک اچھے عہدے پر فائز تھا، وہاں امریکا میں رواج ہے کہ آفیسر حضرات کو دفتر میں (استفادہ وافادہ کی غرض سے) اسسٹنٹ کی صورت میں ایک عدد لڑکی ضرور مہیا ہوتی ہے۔

میری بھی ایک ایسی ہی اسسٹنٹ تھی اور دوسری لڑکیوں کی طرح اس کا لباس بھی ادھورا ہی ہوتا تھا، اس لڑکی کو میرے ساتھ ملازمت میں چھ ماہ گزر گئے مگر اس عرصے میں' میں نے اس لڑکی کو بھی ''گھاس'' ڈالنے کی کوشش نہ کی۔

چھ ماہ گزرنے پر میری یہ انگریز اسسٹنٹ ایک دن مجھ سے تعجب کے لہجے میں کہنے لگی کہ: ''تم کہیں نامرد تو نہیں......؟''

میں نے کہا: ''نہیں''

کہنے لگی: ''تو پھر شاید میں خوبصورت نہیں......؟''

میں نے کہا: ''نہیں بلکہ تم ایک خوبصورت لڑکی ہو۔''

کہنے لگی تو پھر کیا بات ہے کہ تم نے مجھ سے کبھی اتنا قریب رہتے ہوئے بھی ''چھیڑ چھاڑ'' کی کوشش نہ کی......؟ یقیناً تم نامرد ہی ہو......

میں نے کہا میں ایک شادی شدہ مرد ہوں اور میرے ماشاء اللہ پانچ بچے ہیں۔

کہنے لگی کہ وہ بچے کسی ''اور'' کے ہوں گے۔

میں نے کہا کہ ہم پٹھان ہیں اور ہماری بیوی کی طرف کوئی نگاہ اٹھا کر بھی دیکھ لے تو ہم اس کی آنکھیں نکال دیتے ہیں، ''بچے'' تو بہت دور کی بات ہے۔

(واضح رہے کہ خاندان کے یہ بزرگ ہندوستان میں سہارنپور سے تعلق رکھتے ہیں اور تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف

لے آئے تھے، اصلاً پٹھان (خان) ہیں، اس لئے اس موقع پر اپنی ''پٹھانی'' کا حوالہ دینا سعادت سمجھا، کہتے ہیں:)

اس پر وہ کہنے لگی: تو جب میں بدصورت بھی نہیں اور تم نامرد بھی نہیں تو پھر چھ ماہ کے اس طویل عرصے میں ایک بار بھی......؟

میں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان اپنی بیوی کے سوا کسی کو ہاتھ نہیں لگاتا۔

اس پر اس نے فوراً کہا کہ: ''رہنے دو! ہم نے مسلمان بہت دیکھے ہیں۔''

میں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ تمہیں جن مسلمان مردوں سے واسطہ پڑا ہے وہ صرف نام کے مسلمان تھے، کردار کے نہیں اور میں الحمدللہ کردار کا مسلمان ہوں، صرف نام کا مسلمان نہیں۔

کہتے ہیں کہ میرا یہ جواب سن کر یہ لڑکی اسلام سے بہت متاثر ہوئی اور کہنے لگی کہ جس مذہب اسلام کے تم ماننے والے ہو کیا اس کے بارے میں مجھے مزید معلومات دے سکتے ہو کہ تمہارا مذہب تمہیں مزید کن پاکیزہ باتوں کی تعلیم دیتا ہے؟

کہتے ہیں کہ میں نے اس کی رغبت کو دیکھتے ہوئے انگریزی ترجمے پر مشتمل قرآن مجید کا ایک نسخہ اس کے حوالے کر دیا، یہ لڑکی قرآن مجید کا یہ نسخہ لے کر چلی گئی اور اس کا مطالعہ کے کافی دنوں کے بعد آئی اور کہنے لگی کہ تم نے اب تک ایسی عظیم کتاب کو مجھ سے کیوں چھپا کر رکھا ہوا تھا......؟

اس کی طرف سے مزید کتابیں طلب کرنے پر میں نے پاکستان اپنی زوجہ کو خط لکھ کر ڈاک کے ذریعے مزید کتابیں منگوائیں اور اس کے حوالے کر دیں۔

ان کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک دن یہ امریکن لڑکی میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں، مجھے مسلمان بننے کے لئے کیا کرنا پڑے گا؟

کہتے ہیں کہ میں نے اسے کلمہ توحید و رسالت پڑھوا کر مسلمان کر دیا، مسلمان ہونے کے بعد یہ لڑکی پوچھنے لگی کہ اب مجھے بتاؤ کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے وہ کون سے احکام ہیں جن پر مجھے عمل کرنا پڑے گا؟

میں نے کہا کہ سب سے پہلے تو شراب سے توبہ کرو۔

کہنے لگی کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی جو کتاب (قرآن) مجھے دی تو میں نے جس وقت اس میں پڑھا کہ شراب حرام ہے، اسی وقت سے شراب سے توبہ کر لی۔

میں نے کہا: یہ جو تم نے نیم برہنہ لباس پہنا ہوا ہے تو گھر سے باہر نکلتے ہوئے ایک مسلمان عورت کا لباس سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک ہوتا ہے، لہٰذا آئندہ تمہارا لباس سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک ہونا چاہئے۔

کہتے ہیں کہ وہ گئی اور اگلے دن ایسا لباس (برقع) پہن کر آئی کہ واقعی سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہ تھا۔

اس کے بعد یہ نومسلمہ خاتون مجھ سے کہنے لگی کہ آپ مجھ سے شادی کر لیں۔

اس پر میں نے اسے کہا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ میں تو پہلے سے شادی شدہ ہوں......؟

یہ جواب سن کر یہ لڑکی تعجب بھرے لہجے میں کہنے لگی کہ آپ نے مجھے اللہ تعالیٰ کی جو کتاب دی، اس میں تو میں نے پڑھا ہے کہ ایک مسلمان بیک وقت چار بیویاں رکھ سکتا ہے...... اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کو بیک وقت چار شادیوں کی اجازت دے رکھی ہے......؟

کہتے ہیں کہ اس نومسلمہ لڑکی کا یہ جواب سن کر میں بہت سٹپٹایا، دوسری شادی کے تصور سے مجھے اپنی پاکستانی بیوی اور خاندان و متعلقین کے ردّعمل کے مختلف قسم کے ڈراؤنے ڈراؤنے تصورات دماغ میں تسلسل اور تیزی کے ساتھ گردش کرنے لگے...... اگر میں دوسری شادی کر لیتا ہوں تو جب بیوی اور خاندان کو علم ہوگا تو......؟ اسے اپنے ساتھ پاکستان لے جا کر اپنی بیوی کا سامنا کیسے کروں گا......؟ ایک طرف اخلاص کے ساتھ اسلام قبول کرنے والی یہ نومسلمہ خاتون، اسے بے یارومددگار کیسے چھوڑ دیا جائے مگر دوسری طرف پاکستانی بیوی...... کہتے ہیں کہ میں نے بہت سوچا، مگر کیسے......؟ اُف......! کس آزمائش ومصیبت میں پھنس گیا......؟

(واضح رہے کہ یہ بزرگ خاندان بھر میں اپنی بہادری اور وصف شجاعت میں میں مشہور ہیں، ان کی بہادری کے قصے طوالت کے خوف سے نقل کرنے سے اجتناب کر رہا ہوں، مگر خاندان کے یہ بہادر ترین بزرگ فرماتے ہیں:)

میری ہمت نہ ہوئی اور میں نے اس لڑکی سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کو چار شادیوں کی اجازت دی ہے، مگر مجھ میں اس کی ہمت نہیں اور میں یہ کام نہیں کر سکتا۔

اس پر وہ کہنے لگی: ''تم نے تو کہا تھا...... میں محض نام کا مسلمان نہیں بلکہ کردار کا مسلمان ہوں......؟''

بزرگ فرماتے ہیں کہ میں سوچ میں پڑ گیا کہ یا اللہ......! کیا کروں؟ یہ تو کسی طرح چھوڑنے کو تیار ہی نہیں......؟؟؟

ایک طرف یہ نومسلمہ اور مخلص لڑکی مگر دوسری طرف تیز طرار اور تیز زبان بیوی...... کہتے ہیں کچھ دیر سوچنے کے بعد مجھے ایک جواب سمجھ میں آ گیا اور میں نے اس خاتون سے کہا کہ ہمارے مذہب میں چار شادیوں کی اجازت اس وقت ہے کہ جب ان میں عدل بھی کر سکتا ہو اور بات یہ ہے کہ میں عدل نہیں کر سکتا، لہٰذا شرعاً مجھے متعدد شادیوں کی اجازت نہیں۔ کہتے ہیں کہ میرا یہ جواب سن کر یہ لڑکی کہنے لگی کہ تم نے اپنی جان بہت خوبصورت طریقے سے چھڑائی ہے اور مجھ پر جملہ ''کس'' کر چلی گئی اور اس کے دوبارہ کبھی نہ آئی۔

(واضح رہے کہ جن بزرگ کا بندہ نے یہ واقعہ سنایا ان کی زوجہ بدزبانی و بداخلاقی والے وصف میں اہل خانہ میں مشہور تھیں جس کے باعث بعد میں انہوں نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی تھی، طلاق کے بعد یہ عورت اپنے چھوٹے بچوں کو لے کر علیحدہ ہوگئی اور ان بچوں کو باپ کے خلاف اتنا ورغلاتی رہی کہ بڑے ہونے کے بعد بھی ان کے بیٹوں نے اپنے باپ سے نہ صرف یہ کہ کوئی تعلق نہ رکھا بلکہ کسی کے منہ سے اپنے والد کا نام تک سننا بھی گوارا نہیں کرتے، اس بڑھاپے کی عمر کو پہنچنے کے بعد ان کی ایک اکلوتی بیٹی کو اللہ تعالیٰ نے باپ پر رحم کی کچھ توفیق عطا فرمائی اور وہ اپنے شوہر سمیت اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہ رہی ہے اور یوں یہ بزرگ جنہوں نے اپنی زوجہ سے ''وفا'' کرتے ہوئے مخلص انگریز نومسلمہ لڑکی کے رشتے کو ٹھکرایا، بیوی اور بیٹوں سے محروم ہو کر اس بڑھاپے میں اپنی اکلوتی بیٹی اور داماد کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں)

یہ بزرگ واقعہ سنا کر اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ فرمانے لگے کہ بیٹا......! چند ماہ قبل مجھے دل کا شدید دورہ پڑھا، گھر میں پڑا تڑپ رہا تھا مگر گھر میں کوئی بھی ایسا فرد موجود نہ تھا جو مجھے اٹھا کر ہسپتال پہنچا دیتا۔

اسی نوعیت کا ایک اور ہندو مسلمہ لڑکی کا واقعہ

جس وقت ان بزرگ نے یہ واقعہ سنایا اس کے کچھ ہی دنوں کے بعد کا واقعہ ہے کہ ہندوستان سے ایک نوجوان عالم تشریف لائے، بندہ کی ان سے بھی تعددِ ازدواج کے موضوع پر کچھ بات ہوئی، وہ بندہ کی باتوں کو نہ صرف بڑی دلچسپی سے سنتے بلکہ ازخود مجھے تلاش کر کے پھر خود ہی اس موضوع پر بحث چھیڑنے کا کہتے۔

میں نے ایک دن ان سے بھی تعجب سے پوچھا کہ آپ اس موضوع پر جسے لوگ سن کر ''سیخ پا'' ہونے لگتے ہیں، خصوصیت کے ساتھ اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہیں؟ میری حیرت دور کرنے کے لئے انہوں نے مجھے اپنے ساتھ پیش آنے والا یہ واقعہ سنایا۔

فرمانے لگے کہ میں دہلی کی ایک مسجد میں درسِ قرآن دیتا ہوں، ایک مرتبہ درس کے بعد ایک ہندو لڑکی مسجد میں داخل ہوئی اور کہنے لگی میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں، اس کی باتوں سے معلوم ہو رہا تھا کہ اچھی خاصی تعلیم یافتہ اور مالدار گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔

کہتے ہیں کہ میرے ساتھ مسجد میں اور بھی دوسرے علماء موجود تھے، ہم نے اس سے کہا کہ اچھی طرح سوچ لو، کیونکہ اگر ابھی تم اسلام قبول نہ کرو تو ہم تمہیں کچھ نہ کہیں گے لیکن ایک مرتبہ اسلام قبول کر لینے کے بعد اگر تم نے کبھی دوبارہ ہندو مذہب اختیار کرنے کی کوشش کی تو ہم تمہیں دوبارہ ہندو نہ ہونے دیں گے۔ کہنے لگی کہ یہ میرا حتمی فیصلہ ہے۔

کہتے ہیں کہ ہم نے اس سے اس کے حالات اور اسلام قبول کرنے کا سبب دریافت کرنا چاہا تو اپنے بارے میں ہمیں بتاتے ہوئے کہنے لگی کہ میں ایک مالدار ہندو باپ کی ایک تعلیم یافتہ لڑکی ہوں، ہندو گھرانے میں آنکھ کھولی مگر بچپن ہی سے مجھے مسلمانوں کے طور طریقے اور رسم و رواج پسند آتا تھا، خصوصاً مسلمانوں کے ماہِ مقدس یعنی رمضان المبارک اور ان کے تہوار یعنی عید و بقرعید کے دنوں میں نورانیت، پاکیزگی اور دلکشی ہندوؤں کے طور طریقوں اور تہواروں سے بہت زیادہ محسوس ہوتی تھی، جس کے باعث بچپن ہی سے اسلام کے بارے میں تحقیق و تجسس کا شوق بڑھتا چلا گیا مگر میرا باپ اسلام کے معاملے میں بہت سخت تھا۔

میں نے اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا جس کے باعث میں اسلام کے اتنا قریب ہوگئی کہ باپ کے خوف کے سوا مجھے اسلام قبول کرنے سے اور کوئی چیز رکاوٹ نہ تھی، مجھے خیال ہوا کہ اگر کوئی مسلمان مرد مجھ سے نکاح کے لئے آمادہ ہو جائے تو وہ شوہر بن کر مجھے تحفظ دے سکتا ہے، ورنہ باپ سے دشمنی مول لے کر میں اکیلی کہاں جاؤں گا؟ الغرض مجھے کسی مسلمان مرد کا سہارا چاہئے تھا۔

کہنے لگی کہ صرف اسلام قبول کرنے کی غرض سے میں نے یونیورسٹی میں ایک مسلمان نوجوان سے کچھ گپ شپ شروع کر دی تا کہ اسے اپنی طرف مائل کر سکوں، مقصد صرف کسی مسلمان مرد سے نکاح تھا تا کہ اگر وہ مجھ سے نکاح پر آمادہ ہو جائے

تو میں اسلام قبول کر کے فوراً کسی مسلمان شوہر کا تحفظ حاصل کرلوں۔

مگر ایک مسلمان لڑکے کی طرف میری رغبت کا علم میرے باپ کو ہوگیا اور باپ نے اس خوف سے مجھے اس یونیورسٹی سے نکال کر کسی دوسرے شہر بھیج دیا کہ کہیں میں اس سے نکاح کے چکر میں مسلمان نہ ہوجاؤں (حالانکہ میں مسلمان ہونے کے چکر میں اس سے نکاح کرنا چاہ رہی تھی) تعلیم مکمل ہونے سے قبل باپ نے مجھے واپس نہ آنے دیا، چنانچہ میں چار سال کے بعد جب واپس آئی تو وہ نوجوان ملک چھوڑ کر باہر جاچکا تھا۔

کہنے لگی کہ سخت مایوسی کے عالم میں واپس دہلی پہنچی اور کچھ وقت گزرنے کے بعد بالآخر میں نے فیصلہ کیا میں خدا پر اعتماد کرتے ہوئے بہرحال اسلام قبول کروں گی۔

واقعہ سنانے والے عالم کہتے ہیں کہ ہم نے اسے کلمہ پڑھوا کر مسلمان کیا اور اس وقت مجلس میں اور بھی جو دوسرے علماء موجود تھے ان کے مشورے سے اس کی دینی تعلیم کا انتظام کیا، نیز اس پر بھی مشورہ ہوا کہ اس خاتون کے نکاح کا کوئی ایسا انتظام ہونا چاہئے کہ بعد میں یہ خاتون کسی آزمائش کا شکار نہ ہو۔

کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ اگر مجھ سے نکاح پر راضی ہو تو میں تم سے نکاح کرنے کے لئے تیار ہوں، مگر میں چونکہ پہلے سے شادی شدہ ہوں اور ہمارے ہاں دوسری شادی کا رواج نہیں، لہٰذا کچھ وقت مجھے گھر میں خاندان واہلیہ کی ذہن سازی کرنا پڑے گی، نیز میرے ہاں ولادت بھی ہونے والی ہے، لہٰذا ولادت سے فراغت کا بھی انتظار ہے، اس وقت تک میں یہ شادی نہیں کرسکتا، مگر تم میرے خاندان وزوجہ اور کسی بھی فرد کے سامنے پہلے سے اس بات کا تذکرہ نہ کرنا ورنہ بہت ہنگامہ ہوگا۔

یہ لڑکی اس پر بخوشی راضی ہوگئی اور اس نے مجھ سے اور بعض دوسرے علماء سے پردے میں قرآن مجید، احادیث اور بہشتی زیور وغیرہ کی تعلیم شروع کردی۔

کہتے ہیں کہ اس خاتون کے اخلاص کا پوری طرح اندازہ مجھے اس وقت ہوا کہ جب یہ ایک مالدار گھرانے سے تعلق رکھنے اور اچھی خاصی کوالیفائیڈ ہونے کے باوجود بہت شوق ورغبت سے میرے گھر جاتی اور خادموں کی طرح میری زوجہ کا، میرے گھر کے مختلف کاموں میں نہ صرف یہ کہ ہاتھ بٹاتی بلکہ زوجہ کی خدمت بھی کرتی...... مگر جس دن میرے ہاں ولادت ہوئی اس کی زبان سے میری زوجہ کے سامنے اشارتاً کوئی ایسا لفظ نکل گیا کہ جس سے میری بیوی کو شک ہوگیا کہ میرا اس لڑکی سے نکاح کا ارادہ ہے، بس پھر کیا تھا......، زوجہ نے میرے ہاں اور اپنے والدین کے ہاں جا کر ایک ایسا ہنگامہ کھڑا کیا کہ اسے سنبھالنا مشکل ہوگیا، سارا خاندان دشمن ہوگیا۔

خاندان بھر اور بیوی کی طرف سے ایسا شدید ردِّعمل ہوا کہ میں ان کے آگے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوگیا...... حوصلہ ہار گیا اور میں نے اس نومسلمہ لڑکی سے یہ کہہ کر معذرت کرلی کہ میں خاندان وبیوی کے سامنے عاجز آگیا ہوں (اگر تمہارا گھر بسانے کی فکر کرتا ہوں تو اپنا گھر اجڑتا ہوا نظر آتا ہے۔ حالانکہ یہ لڑکی کئی ماہ سے میرے گھر کی صفائی ستھرائی اور میری بیوی کی خدمت صرف اس امید پر کررہی تھی کہ شاید بعد میں میری زوجہ بطورِ سوکن اسے قبول کرلے۔

کہتے ہیں کہ میری اس بات سے اس کا دل ایسا ٹوٹا کہ وہ تعلیم وغیرہ کا سب سلسلہ چھوڑ کر چلی گئی اور بعد میں مجھے علم ہوا کہ وہ ارضِ ہند کو ہمیشہ کے لئے ترک کر کے یورپ چلی گئی ہے۔

یہ واقعہ سنا کر یہ عالم دین فرمانے لگے کہ اسلام کے متعدد شادیوں والے نظام کی خوبیاں اور ساری قوم کے ایک بیوی پر اکتفاء والے نظام کی خرابیوں کو میں نے پہلے کبھی اتنی زیادہ سنجیدگی سے نہیں لیا، نیز مذکورہ بالا واقعہ کو بھی میں ایک جزوی واقعہ سمجھ کر اس سے بہت زیادہ متاثر نہ ہوا اور اس طرف توجہ نہ گئی کہ ایسے واقعات تو ہندوستان میں روز و شب پیش آتے رہتے ہیں مگر آج جب آپ سے اتنے ''پرجوش'' انداز میں اس موضوع پر اس کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں سن رہا ہوں تو غیر معمولی متاثر ہو رہا ہوں اور آپ کی تقریر کے دوران میرا ذہن لاشعوری طور پر چند سال پہلے اپنے ساتھ پیش آنے والے نومسلمہ لڑکی کے اس واقعے کی طرف مسلسل گردش کر رہا ہے...... اور سوچ رہا ہوں کہ یہ تو ایک نومسلمہ لڑکی تھی جو میری دوسری بیوی بننے پر بھی صرف اس بناء پر آمادہ ہوگئی تھی کہ میں اس کے خیال میں عالم دین ہونے کے باعث اسلام قبول کرنے کے بعد اسے ہر لحاظ سے تحفظ دے سکتا ہوں اور اس کی دینی تعلیم و تربیت کا بھی بطریق احسن انتظام کر سکتا ہوں، مگر یہ صرف ایک ہندو نومسلمہ کا مسئلہ نہیں بلکہ ہندوستان میں میرے علم میں اور بھی بہت سی ہندو لڑکیاں ہیں جو مسلمان ہونا چاہتی ہیں مگر انہیں کوئی مسلمان مرد خاوند بن کر تحفظ دینے کو تیار نہیں ہوتا۔

پھر کہنے لگے کہ تعددِ ازدواج کی ضرورت و اہمیت پر میں پہلے اگر اتنے پرزور انداز میں باتیں سن لیتا تو ہرگز اس نومسلمہ کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچاتا اور خاندان و معاشرے کی پرواہ کئے بغیر اس سے ہر حال میں نکاح کرتا، خواہ اس اقدام کے لئے مجھے کیسی ہی قربانی دینی پڑتی۔

کیا دوسری شادی سے پہلی بیوی کا گھر اُجڑتا ہے؟

یہاں میں ان حضرات سے سوال پوچھتا ہوں جو یہ دلیل پیش کر کے کسی بھی نوجوان کے لئے متعدد شادیوں کو ناپسند کرتے ہیں کہ دوسری شادی کے نتیجے میں عموماً پہلی زوجہ کا گھر اجڑتا ہے، وہ ناراض ہو کر بچوں سمیت والدین کے ہاں جا بیٹھتی ہے، نہ صرف یہ کہ طلاق کے مطالبے شروع کر دیتی ہے بلکہ بعض مرتبہ تو واقعی طلاق تک نوبت پہنچ بھی جاتی ہے۔

وہ حضرات جو ایسے واقعات سنا کر یہ کہتے ہیں: ''بھلا ایسی شادی کا کیا فائدہ جس میں پہلی زوجہ کا گھر اجڑتا ہو؟'' اور اس بناء پر اس عمل کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں، ایسے حضرات کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ بات تو درست ہے کہ رواج نہ ہونے کے باعث دوسری شادی کے نتیجے میں بسا اوقات پہلی کا گھر اجڑتا ہے، وہ طلاق تک کا مطالبہ شروع کر دیتی ہے اور بعض مرتبہ ہنگاموں کے باعث طلاق ہو بھی جاتی ہے لیکن سوچا جائے کہ اس میں قصور کیا اس مرد کا ہوتا ہے جس نے دوسری شادی کا فیصلہ کیا یا اس کی اس مسلمان بیوی کا ہوتا ہے کہ اسے جب نکاح سے وابستہ مصلحتیں حاصل ہوگئیں تو وہ اور اس کے والدین قطعاً اس بات کو گوارا نہیں کرتے کہ کوئی دوسری مسلمان عورت بھی ان مصلحتوں میں اس کے ساتھ شریک ہو جائے اور اس بات کو برداشت نہ کرتے ہوئے کسی صورت اللہ تعالیٰ کے حکم اور تقدیر پر راضی رہنے کو تیار نہیں ہوتے......؟

نیز کیا یہ قاعدہ کلیہ نہیں کہ اجتماعی سطح پر رونما ہونے والے اور بڑے نقصانات سے بچنے کے لئے انفرادی اور چھوٹے نقصانات کو برداشت کرنا ضروری ہے، ایک بیوی کا گھر ''بچانے'' کے لئے نوجوانوں کو دوسری شادی سے اجتناب کا مشورہ دیا جانے لگے تو کیا جو تباہی و بربادی ابھی تک ہو چکی اس میں مزید تیزی نہ آئے گی؟ نیز اس پہلو کو بھی تو دیکھا جائے کہ متعدد شادیاں کر کے ایک بیوی کا گھر اجاڑنے والا مزید دو یا تین عورتوں کا گھر بساتا بھی تو ہے...... جبکہ اجاڑتا ایسی عورت کا گھر ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی نہ ہونے کے باعث اپنا گھر بسانے پر خود ہی راضی نہیں اور دوسری طرف بساتا ایسی عورتوں کا گھر ہے کہ دوسری شادی سے باز رہنے کی صورت میں ان عورتوں کے کسی جرم اور قصور کے بغیر ہی انہیں ساری عمر اپنے گھر کو آباد کرنے والی نعمت سے محروم رہنے پر مجبور ہونے کی سزا مل رہی ہوتی ہے، بلکہ ان میں سے کثیر عورتیں معاشرے میں ملازمتوں اور بے حیائی کے کاموں میں ملوث ہو کر قوم میں نکاح کے رجحان میں مزید کمی کا سبب بن رہی ہوتی ہیں، فأي الفريقين أحق بالأمن...؟؟؟

پہلے کچھ وقت تک بیوی اور رشتہ داروں کی ذہن سازی بہت ضروری ہے مگر......

یاد رکھئے! کسی بھی نوجوان کو کہ جس کا دوسری شادی کا ارادہ ہو، اسے یہ مشورہ تو ضرور دینا چاہئے کہ اوّلاً کچھ مدت تک بیوی اور گھر والوں کی ذہن سازی کرے، تا کہ اس کے اچانک دوسری شادی کے ارادے کو اس کی زوجہ اور دیگر رشتہ دار غلط زاویے سے نہ دیکھیں، نیز تا کہ آزمائش اور فتنہ کم سے کم ہو، پہلی زوجہ کو تکلیف بھی کم سے کم ہو اور یہ ذہن سازی انتہائی تحمل، بردباری اور محبت سے کی جائے، دھمکی آمیز لہجہ ہرگز نہ ہونا چاہئے، بیوی کو ہرگز یہ احساس نہ ہو کہ دوسری شادی سے میرے شوہر کا مقصد محض مجھے پریشان کرنا ہے یا میری محبت میں کمی اسے ایسا کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔

بہت حوصلہ اور محبت کے ساتھ بیوی اور دیگر رشتہ داروں کی کچھ وقت تک ذہن سازی کرنے کی ضرورت واہمیت سے کوئی بھی ذی ہوش قطعاً انکار نہیں کر سکتا اور اس بارے میں جلد بازی یقیناً بہت سے ایسے فتنوں کو جنم دے سکتی ہے کہ بعد میں جن کا تحمل پھر یہ شخص نہ کر سکے مگر اس کے لئے ایک مدت (Limit) مقرر کر دینی چاہئے کہ مثلاً ایک ماہ یا ایک سال......

چنانچہ ایک سال تک ذہن سازی کرتا رہے...... مگر اس اقدام کو ذہن سازی پر موقوف کر کے رکھ دینا کسی بھی طرح مناسب نہیں، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اصل ذہن سازی ہوتی ہی عمل سے ہے، جب تک عمل نہ ہو کوئی ہزار تقریریں کرتا رہے، عموماً ذہن ایسے کام سے مانوس ہوتے ہی نہیں، جس کا رواج ایک بڑے پیمانے پر متروک ہو گیا ہو۔

کیا آج کے مردوں میں دو بیویاں رکھنے کا حوصلہ نہیں؟

اسی طرح کوئی بھی سنجیدہ مزاج آدمی جو دوسری شادی کرنا چاہ رہا ہو اسے اس کے منفی پہلوؤں سے اچھی طرح باخبر کر کے یہ تو ضرور بتایا جائے کہ اس زمانے میں دوسری شادی اچھے خاصے حوصلے والا کام ہے۔ سوکنوں کے جھگڑوں سے بھی نمٹنا پڑے گا، خدانہ کرے، ہوسکتا ہے کہ ''پہلی'' سے بھی ہاتھ دھونے پڑ جائیں، وغیرہ وغیرہ...... الغرض ان باتوں کی طرف توجہ تو ضرور دلائی جائے تا کہ کوئی بھی شخص اپنی ''سادگی'' کے باعث کسی ''خوش فہمی'' کا شکار نہ ہو مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کے لئے

اس عمل کو ''حوصلہ'' والی شرط کے ساتھ مشروط کر کے نہ پیش کیا جائے......یعنی طرزِ مشورہ یہ نہ ہو کہ بھائی اگر حوصلہ ہے تو شادی کرو، ورنہ نہ کرو۔ فی زمانہ نصیحت کا یہ انداز بصیرت کے خلاف ہوگا۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ جب معاشرے میں کسی عمل کے رواج کی ضرورت واہمیت ثابت شدہ اور مسلم ہوجائے تو اس پر ابھارنے کے لئے لوگوں کو یوں مشورہ نہیں دیا جاتا کہ:

''جن جن حضرات میں حوصلہ اور اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد ہے وہ حضرات یہ کام کریں باقی آرام سے بیٹھے رہیں۔''

اس صورت میں تو ہر شخص اپنے بارے میں یہی سوچے گا کہ مجھ میں نتائج کے برداشت کرنے کا حوصلہ اور طاقت نہیں، لہٰذا مجھے اس سے باز رہنا چاہئے اور ایسی باتیں سوچ کر ہر شخص اس فعل سے دور بھاگے گا (جیسا کہ بھاگ بھی رہا ہے) اور اس بارے میں خود کو معذور سمجھ کر لائق سرزنش بھی نہ سمجھے گا۔

اس کی مثال ایسے ہے جیسے شریعت کا ایک انتہائی اہم حکم جہاد ہے اور یہ ایک ایسا حکم ہے کہ بہادری اور اچھے خاصے حوصلے کے بغیر اس کا تصور بھی ممکن نہیں، چنانچہ کوئی بھی نوجوان جس کا جہاد کا ملک وملّت اور دین ومذہب کے دفاع کے لئے جہاد کا ارادہ ہو وہ ذہنی طور پر ان تمام نتائج کے لئے تیار ہوتا ہے جو مجاہدین کے ساتھ پیش آتے رہتے ہیں، مثلاً اسے معلوم ہوتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ گرفتار ہوجاؤں اور پھر ساری عمر قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں، دشمن ملک کی فوج کی ضرب سے ساری عمر کے لئے ہاتھ پاؤں سے معذور یا خدانخواستہ بینائی کی نعمت سے محروم ہونا پڑے، شہید ہوگیا تو جوان بیوی (ساری قوم کے ایک بیوی پر اکتفاء والے رواج کی ''برکت'' سے) بقیہ ساری زندگی بیوگی حالت میں گزارتے ہوئے کسی ٹرسٹ کی خدمت کی محتاج رہے، چھوٹے بچے باپ کے سایے سے محروم ہوسکتے ہیں، نیز ان میں سے کوئی بھی نہ ہو تو دشمن کے روبرو گولیوں کی جھنکار میں جان ہتھیلی پر رکھ کر لڑنا، برف پوش پہاڑوں میں بنے مورچوں پر دشمن کے عین سامنے کھڑے ہو کر راتیں پہرا دیتے ہوئے گزار دینا......، یہ تمام کام خود اچھا خاصا......''حوصلہ''......مانگتے ہیں۔

مگر ان تمام اور سخت ترین کٹھن نتائج کے امکانات کے باوجود کسی بھی قوم میں جب جہاد کی عملی ضرورت واہمیت مسلم ہوجائے تو جہاد کی طرف اس قوم کے نوجوانوں کو ترغیب دینے کے لئے طرزِ دعوت یوں اختیار نہیں کیا جاتا:

> ''لوگو! جہاد کی ضرورت واہمیت تو اپنی جگہ لیکن تم اگر جہاد پر گئے تو عین ممکن ہے کہ ہاتھ پاؤں ''گنوا'' بیٹھو اور جیسے فلاں شخص جہاد پر گیا تو گرفتار ہوگیا، لہٰذا اس کا بھی امکان ہے کہ تم بھی گرفتار ہو کر ساری عمر کے لئے بیوی بچوں اور عزیزوں سے دور کے کسی پنجرے میں بند ہوجاؤ۔ اس کا بھی امکان ہے کہ تمہارے بچے تمہاری موت پر ساری عمر کے لئے باپ کی نعمت سے محروم ہوجائیں اور بیوی بیوہ ہو کر (''برکت'' والے معاشرے میں) بیوگی ہی کی حالت میں بوڑھی ہوجائے، لہٰذا جن جن حضرات میں خدا پر اعتماد وتوکل اور ان ممکنہ نتائج کو برداشت کرنے کی طاقت اور......''اچھا خاصا حوصلہ''...... ہے تو وہ جہاد پر جائیں، باقیوں کا جانا کسی صورت بھی دانشمندی اور عقل کا تقاضا نہیں۔''

اس طرز پر تقریر کا نتیجہ تو یہ نکلے گا کہ انتہائی قلیل افراد کے سوا ہر شخص خود کو معذوروں اور کم حوصلے والے لوگوں میں شامل کر کے جہاد سے دور بھاگنے کا ذریعہ بنائے گا اور ایسا کرنے میں خود کو لائق ملامت بھی نہ سمجھے گا۔

عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے موقع پر ان حالات سے نمٹنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر اعتماد و حوصلہ پیدا کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے، نا یہ کہ اس اقدام کو بار بار حوصلوں اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد والی شرط کے ساتھ مشروط کر کے حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔

چنانچہ کسی ملک پر جب جنگ مسلط کر دی جاتی ہے تو اس ملک وملّت کے دفاع کی خاطر لڑنے والے فوجیوں اور اس کے دیگر باسیوں کو ایسے مواقع پر یہ باور کروایا جاتا ہے کہ جن میں لڑائی کا حوصلہ نہیں وہ حوصلہ پیدا کرنے کی کوشش کریں، جن میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد و توکل نہیں وہ خود کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد و توکل والے اوصاف سے مزین کرنے کی کوشش کریں، جن میں طبعاً بزدلی ہے، انہیں یوں حوصلہ دیا جاتا ہے کہ بزدل کو جہاد میں دگنا اجر ملتا ہے، لہٰذا بزدل حضرات بھی کوشش اور ہمت کر کے بہادر بننے کی کوشش کریں......، شاباش ہمت پکڑیں......، کیونکہ جن فتنوں کے خوف سے آج جہاد سے دور بھاگ رہے ہیں تو اگر اپنی اس روش سے باز نہ آئے تو آئندہ اس سے کئی گنا بڑے ایسے فتنوں میں مبتلا ہونے کے لئے تیار ہو جائیں کہ جو فتنے مسلط ہونے سے پہلے یہ پوچھنے کی زحمت بھی گوارا نہ کریں گے کہ آپ حضرات میں ہمیں برداشت کرنے کا حوصلہ وطاقت ہے بھی یا نہیں......؟

یاد رکھئے......! اسلام یہ بات...... ہرگز...... گوارا نہیں کرتا کہ مسلمانوں کی مختلف اقوام میں سے کسی قوم کے تمام کے تمام افراد ہندوؤں، عیسائیوں، پارسیوں، سکھوں، دہریوں، بدھ متوں اور یہودیوں کے رواج کی طرح سب کے سب ایک بیوی پر اکتفاء کر کے بیٹھ جائیں اور ایسی تمام حکمتیں معطل ہونا شروع ہو جاتیں جن سے بچنا تعددِ زوجات والی سنت کو عملاً اختیار کرنے پر موقوف تھا......ان حالات کی طرف بھرپور طریقے سے توجہ جانے کے بعد بھی کسی ایسے سنجیدہ مزاج شخص کو دوسری شادی سے روکنا جو یہ کرنا چاہتا ہو اور اسے یہ مشورہ دینا کہ......''اگر حوصلہ ہے تو کرو، ورنہ نہ کرو''......بصیرت کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ قوم کی عورتوں کی کفالت کی ذمہ داری تو قوم کے مردوں نے ہی اٹھانی ہے، اس کا حوصلہ اگر نہیں تو حوصلہ پیدا کرنا فرض ہے، ورنہ یہ عجیب احمقانہ حرکت ہے کہ مرد ایک سے زیادہ عورتوں کی کفالت کا حوصلہ پیدا نہ کرے......اور عورتوں کو نکاح کے بغیر زندگی گزارنے کے حوصلے کی تلقین کی جائے......؟؟؟

لہٰذا ایسے مواقع پر ایسے اشخاص کو متعدد بیویوں میں عدل کی شرعی اہمیت وضرورت اور بے عدلی کے بارے میں جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں ان کے بارے میں اچھی طرح مطلع کرتے ہوئے یوں مشورہ دینا چاہئے کہ آپ جیسے حضرات کے لئے اس زمانے میں ایک بیوی پر قناعت کئے رہنا قطعاً پسندیدہ امر نہیں، البتہ اس زمانے میں ہماری قوم میں چونکہ متعدد شادیوں کا رواج نہیں لہٰذا کسی ایسی ''خوش فہمی'' کا شکار ہو کر شادی نہ کرو کہ مثلاً ایک خدمت گزار بیوی جو خدمت کے جوش میں شوہر نامدار کے پاؤں دبایا کرتی تھی...... اور سر میں مالش اور سر دبانے کی اس کے پاس فرصت نہ تھی تو اب دوسری کے آنے سے سر دبوانے کا انتظام بھی ہو جائے گا......گھر کے کام تقسیم ہونے کے باعث ہر ایک کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا اور یوں سوکنوں میں ایسی مثالی محبت پیدا ہو جائے گی کہ ایک طرف ان دونوں کی آپ سے محبت......اور دوسری طرف مختلف کاموں میں ایک

دوسرے کا ہاتھ بٹانے کے باعث ان کی آپس میں محبت......ان دونوں قسم کی محبتوں کو دیکھ دیکھ کر آپ خوشی سے ایسے پھولے نہیں سمانا شروع کر دیں گے......کہ خطرہ ہے کہ آپ کے خوشی سے روز بروز اس طرح پھولنے کو دیکھ کر وہ لوگ احساسِ کمتری کا شکار ہو کر دبلنے ہونا شروع ہو جائیں جو بے چارے ایک بیوی پر قناعت کئے ہوئے ہیں۔

الغرض ایسی خوش فہمی کے شکار نوجوانوں کو یہ تو ضرور باور کروایا جائے کہ اس زمانے میں متعدد شادیوں کا چونکہ رواج نہیں لہٰذا اس کا بھی امکان ہے کہ خاندان و معاشرہ ایسا بائیکاٹ کریں اور پہلی بیوی کی طرف سے ایسا ہنگامہ برپا ہو کہ دن میں تارے اور رات کو سورج کا مشاہدہ ہونا شروع ہو جائے......مگر ہمت و حوصلہ کر کے......نیز یہ سوچ کر کہ جس نے بھی اس زمانے میں اچھی نیت سے اس کا ارادہ کیا اور اس پر جو آزمائشیں آئیں، انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے برداشت کرنے کی نیت کی اور خود میں ان آزمائشوں پر صبر کرنے کا حوصلہ پیدا کرنے کی کوشش کی......تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا شخص ایک بہت بڑے اجر کا مستحق ہوگا۔ اس عمل سے دوسرے حضرات کو بھی حوصلہ پیدا ہوگا کہ جب فلاں شخص یہ کر سکتا ہے تو ہم کیوں نہیں کر سکتے؟ اس کے باعث ان شاء اللہ کسی نہ کسی حد تک قوم کا جمود ٹوٹنا شروع ہوگا اور پوری قوم نہ سہی مگر خاندان و معاشرے کے وہ نوجوان جنہیں زنا کے خطرات لاحق تھے ان میں بہت سوں کو حلال راستے سے خواہش نفس کی تسکین کا راستہ آسان معلوم ہونا شروع ہو جائے گا اور ان کے دل میں نکاح سے محبت اور ان شاء اللہ زنا سے نفرت پیدا ہونے لگے گی، آہستہ آہستہ لوگوں کے اذہان تعددِ ازدواج والے اس ''مکروہ عمل'' سے آشنا ہونا شروع ہو جائیں گے اور یوں پھر ان شاء اللہ کم از کم اتنا ضرور ہوگا کہ اس کے خاندان میں جتنا ردّعمل اس کی شادی پر ہوا تھا......دوسرا جو بھی شخص یہ عمل کرے گا اتنا ردّعمل اس دوسرے کے اقدام پر نہ ہوگا کیونکہ اس وقت تک خاندان کے افراد اس اقدام سے کچھ نہ کچھ بہر حال مانوس ہو چکے ہوں گے۔

لیکن آج اگر ان فتنوں کے خوف سے اس عمل سے باز رہے تو یاد رکھو کہ اس کا تصور آج جتنا مشکل ہے تمہاری آئندہ پیدا ہونے والی نسلوں میں یہ اقدام اور بھی مشکل ہو جائے گا اور آج اور آئندہ پیدا ہونے والی نسلوں میں مسلمان عورتوں کی ایک کثیر تعداد رشتوں کے حصول میں غیر معمولی مشکلات کا شکار ہو کر جس کرب واذیت سے دوچار ہوگی تو اس کا وبال بروزِ محشر ان لوگوں کی گردن پر بھی پڑے گا جو ان حالات پر مطلع ہونے کے باوجود بھی اپنا جمود توڑنے کے لئے تیار نہ تھے......اور جن کی حالت یہ تھی کہ وہ ہر سال مسلمان مردوں کے مقابلے میں جو لاکھوں زائد لڑکیاں پیدا ہو رہی ہیں، نکاح سے محروم زندگی پر انہیں مجبور کرتے ہوئے اور انہیں ملازمتوں اور فحاشی اور مغربی این جی اوز کی خدمت کی بھینٹ چڑھانے......والدین کا چراغ لے کر داماد تلاش کرنے......، بیٹی کی شادی کے لئے مکان پر ''برائے فروخت'' جیسی تختیاں لٹکانے وغیرہ جیسے حالات بچشمِ خود دیکھنے اور ایسی خبریں سننے کا ''حوصلہ'' تو پیدا کئے ہوئے تھے......مگر دوسری شادی کا ''حوصلہ'' پیدا کرنے کو تیار نہ تھے......

مجذوب ہے، مستانہ ہے، پاگل ہے، دیوانہ ہے

وہ حضرات جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس زمانے میں عمومی طور پر مردوں کے لئے ایک سے زائد بیویاں رکھنا مناسب نہیں، ان سے ایک سوال کرتا ہوں اور وہ یہ کہ یہ طے شدہ بات ہے کہ جہاں فیملی پلاننگ کا رواج ہوگا، وہاں لڑکیوں کی شرح پیدائش لڑکوں سے زیادہ ہوگی، جیسا کہ مدلّل گزر چکا، ہندوستان اور چین میں لڑکوں کی تعداد اس لئے زیادہ ہے کہ وہاں عموماً

لڑکی کو ولادت سے قبل ہی قتل کر دیا جاتا ہے اور ایک سروے کے مطابق بھارت میں کروڑوں بچیاں ایسی ہیں جنہیں پیدائش سے قبل ہی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا...... اگر ان ممالک میں لڑکیوں کو رحمِ مادر ہی میں درگور کرنے کی روایات نہ ہوتیں تو ان ممالک میں بھی عورتوں کی شرح پیدائش مردوں سے زائد ہوتی......

الغرض فیملی پلاننگ کے باعث عمومی سطح پر لڑکیوں کی شرح پیدائش لڑکوں سے زائد ہے، پھر ادیانِ عالم پر گہری نظر رکھنے والے وقت کے ایک مشہور محقق جناب ڈاکٹر نائیک صاحب کی تحقیق کے مطابق نومولود لڑکوں میں مختلف بیماریوں کے خلاف قوتِ مدافعت بچیوں کی نسبت کم ہوتی ہے، جس کی وجہ سے نومولود لڑکوں میں موت کا تناسب لڑکیوں سے زیادہ ہے۔

یہ بھی مشاہدے سے ثابت شدہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بالغ ہونے کے بعد بھی مختلف حوادث کا شکار ہوکر مرد زیادہ ہلاک ہوتے ہیں، خواتین چونکہ مردوں کی نسبت زیادہ تر گھروں میں رہتی ہیں اور جو گھر سے باہر گھومتی ہیں وہ بھی عموماً ایسے پیشے کم ہی اختیار کرتی ہیں جن میں کسی حادثے کا خوف ہو، ڈرائیونگ بھی مردوں کی نسبت کم کرتی ہیں اور جو ڈرائیونگ کرتی ہیں، وہ صنفِ نازک ہونے کے باعث بہت محتاط ڈرائیونگ کرتی ہیں، جس کے باعث حادثے کا تناسب ان میں کم ہوتا ہے، اس لئے خواتین، مردوں کی نسبت مختلف حوادث کا بہت کم شکار ہوتی ہیں۔ چنانچہ آئے دن خبریں سائع ہوتی ہیں کہ:

''ایکسیڈنٹ ہوا، اتنے مرد ہلاک...... بس کی ٹکر سے موٹر سائیکل سوار نوجوان ہلاک...... کار یا موٹر سائیکل چھینتے ہوئے معمولی مزاحمت پر نوجوان ہلاک...... بھری بس میں بم دھماکہ اتنے افراد ہلاک...... طیارہ گر کر تباہ...... بیرونِ ممالک کمانے کے لئے جانے والے اتنے افراد ہلاک...... علماء کی بس میں بم دھماکہ اتنے علماء جاں بحق...... سیاسی اور لسانی تنظیموں کی لڑائی، جلاؤ گھیراؤ، اتنے نوجوان کارکن ہلاک...... جلسے میں بم پھٹا اتنے کارکن ہلاک...... پاک فوج کا القاعدہ کی تلاش میں قبائلیوں پر حملہ، اتنے قبائلی ہلاک...... جوابی کارروائی، اتنے فوجی ہلاک، فیکٹری میں آگ لگی، اتنے مزدور جلنے سے ہلاک...... فیکٹری کی چھت گری، اتنے مزدور دب کر ہلاک...... بجلی بحال کرتے ہوئے کھمبے سے چپک جانے پر الیکٹریشن ہلاک...... سمندر میں کشتی ڈوبنے سے اتنے مچھیرے ہلاک......

پھر اگر اس قوم پر کسی ملک کی طرف سے باقاعدہ دوبدو جنگ مسلط ہو جائے تو اس قوم کے لڑاکا مرد گاجر، مولی کی طرح کٹتے ہوئے اموات کا شکار ہونے لگتے ہیں۔ الغرض ان جتنے حوادث کا ہم نے ذکر کیا، یہ اور ان جیسے اور بھی بہت سے دوسرے حوادث سے زیادہ تر مرد ہی دوچار ہوتے ہیں، ان حوادث کے باعث ہونے والی اموات سے مردوں کی نسبت عورتیں بہت ہی کم شکار ہوتی ہیں۔

پھر جو مرد اِن حوادث سے محفوظ رہتے ہیں ان میں بھی بعض ہیروئن، چرس اور شراب جیسے نشوں کے عادی ہونے کے باعث اس قابل ہی نہیں ہوتے کہ کسی بھی عورت کو نکاح کے ذریعے ان کے زیرِ کفالت دے دیا جائے، جبکہ خواتین میں ان برائیوں کا تناسب بھی مردوں کے مقابلے میں بہت کم ہے۔

پھر جو مرد ان برائیوں سے پاک ہوتے ہیں ان میں بھی بعض احساسِ ذمہ داری اور سنجیدگی والے اوصاف سے مزین نہیں ہوتے، آوارہ مزاج اور غیر معمولی لاپرواہ ہوتے ہیں، جبکہ عورتوں میں آوارہ گردی کا مرض مردوں کی نسبت کم ہے، نیز

عورت نے چونکہ مرد کے تابع بننا ہوتا ہے اور مرد کے زیر کفالت اور ماتحت ہونا ہوتا ہے، اس لئے عورت کے لئے احساس ذمہ داری والی صفت سے خالی ہونا کوئی خاص نقصان دہ بھی نہیں، اس کے برعکس مرد پر بیوی اور بچوں کے نان نفقہ جیسی مالی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور اسے دینی اور دنیوی دونوں لحاظ سے اپنے اہل خانہ کا مربی بننا ہوتا ہے، اس لئے اس کی غیر معمولی لاپروائی، غیر ذمہ داری اور آوارگی اس کی بیوی کا بیڑا غرق کرنے کا سبب بن سکتی ہے، اس کے باعث اس قسم کے آوارہ، غیر ذمہ دار اور لاپروا مرد اس قابل نہیں ہوتے کہ کسی بھی عورت کو نکاح کے ذریعے ان کے حوالے کر دیا جائے۔

اور جو مرد ذمہ دار اور برسرِ روزگار ہوتے ہیں، ان میں بھی پھر سب کے سب نکاح کے لئے آمادہ نہیں ہوتے، بے حیائی اور فحاشی کے اس دور میں ایسے برسرِ روزگار اور ''سمجھدار'' مردوں کی کمی نہیں کہ جن کی عمریں چالیس سال بلکہ بعض کی تو پچاس سال سے بھی متجاوز ہو گئیں، مگر نکاح کے بارے میں ان حضرات کو سنجیدگی سے غور کرنے کی ابھی تک ''ضرورت'' ہی محسوس نہیں ہوئی۔

پھر ان باقی بچ جانے والے سمجھدار، ذمہ دار اور برسرِ روزگار مردوں میں سے جو مرد نکاح کرتے بھی ہیں تو ان میں سے سب کے سب اپنے ملک اور قوم کی عورتوں سے نکاح نہیں کرتے، ایک کثیر تعداد یورپ اور امریکا میں بسنے والی انگریز لڑکیوں سے نکاح کو ترجیح دیتی ہے، اس کے برعکس اپنی قوم کی کسی لڑکی کا یورپ میں بسنے والے کسی انگریز مسلمان مرد سے نکاح آسان کام اور خطرے سے خالی نہیں......

الغرض ان تمام باتوں کے پیشِ نظر عورتوں کے مقابلے میں ایسے مردوں کی بہت کم تعداد باقی رہ جاتی ہے جو نکاح کے ذریعے قوم کی ان عورتوں کی مالی کفالت اور عفت و پاکدامنی کے ضامن بنیں، اور ان باقی بچ جانے والے مردوں میں بھی پھر بعض جنسی قوت سے عاری ہوتے ہیں اور اس زمانے میں فحاشی اور بہت سے دوسرے اسباب کے باعث لڑکوں میں ''نامردی'' کا مرض بہت تیزی سے پھیل رہا ہے اور شوہر کی ''نامردی'' کے باعث شوہر سے طلاق کے مطالبے کے واقعات روز و شب سننے میں آ رہے ہیں، اس کے برعکس عورت کے لئے ''نامردی'' کوئی ایسی بیماری نہیں کہ عورت کے حق میں اس کا تصور بھی کیا جا سکے، یوں اس بیماری کے باعث بھی ہر مرد نکاح کے قابل نہیں ہوتا اور جو اس عیب سے محفوظ ہوتے ہیں پھر ان میں ہر مرد تو اس لائق ہوتا ہے کہ وہ جس عورت سے چاہے نکاح کرے، خواہ وہ عورت اس کے خاندان، مال، دینداری، تعلیم، پیشے وغیرہ کے لحاظ سے برتر ہو یا کمتر ہو، کیونکہ عورت نے مرد کے تابع بننا ہوتا ہے، نیز ایک عورت سے نباہ نہ ہو سکے تو مرد اسے طلاق دے کر با آسانی کسی دوسری عورت سے نکاح کر سکتا ہے، اس کے برعکس عورت کے لئے آسان اور مناسب نہیں ہوتا کہ ان میں سے جس مرد سے چاہے نکاح کر لے، کیونکہ عورت کے لئے بذریعہ طلاق جان چھڑانا بھی آسان نہیں اور طلاق لے بھی لے تو طلاق کے بعد پھر دوبارہ نکاح بھی اس ''برکت والے'' معاشرے میں آسان نہیں، اس کے باعث لڑکیوں کے والدین کے لئے اپنی بچیوں کے نکاح کی خاطر ان بچیوں کے لائق اور مناسب اور ان کے ہم پلہ مردوں کی تعداد مزید کم ہو جاتی ہے...... الغرض ان تمام حالات کے پیشِ نظر یعنی:

① عورتیں مردوں کے مقابلے میں زائد پیدا ہوتی ہیں، یوں سب مرد سب عورتوں سے نکاح کر بھی لیں تو بھی بہت سی

عورتیں نکاح کے بغیر زندگی گزارنے پر مجبور ہوں گی۔

② پیدائش کے بعد لڑکوں میں ہلاکت کا تناسب لڑکیوں کے مقابلے میں زیادہ ہے، یوں عورتوں سے نکاح کے قابل زندہ رہ جانے والے مردوں کی تعداد مزید گھٹ جاتی ہے۔

③ بلوغت کے بعد بڑے بڑے اور مختلف حوادث کا شکار ہو کر ہلاک ہونے والے مردوں کی تعداد بھی ہلاک ہونے والی عورتوں کی تعداد سے کئی گنا زائد ہے، یوں نکاح کے قابل مردوں کی تعداد عورتوں کے مقابلے میں مزید گھٹتی جاتی ہے۔

④ باقی بچ جانے والے مردوں میں سے بعض ہیروئن، چرس جیسے نشوں کے عادی ہوتے ہیں، یوں نکاح کے قابل مردوں کی تعداد مزید گھٹ جاتی ہے۔

⑤ جو نشے کے عادی نہیں ہوتے ان میں بھی سب سنجیدہ مزاج نہیں ہوتے، بہت سے آوارہ اور اوباش مزاج ہوتے ہیں، یوں عورتوں کی آبادی کے مقابلے میں ان سے نکاح کے قابل مردوں کی تعداد مزید گھٹ جاتی ہے۔

⑥ جو ذمہ دار اور سنجیدہ مزاج ہوتے ہیں ان میں بھی سب کے سب روزگار کے قابل نہیں ہوتے، مثلاً معذور ہوتے ہیں، (اور مختلف حوادث کی وجہ سے مردوں میں معذوری کا تناسب خواتین سے زیادہ ہے) یا قابل ہونے کے باوجود برسرِ روزگار نہیں ہوتے، یوں نکاح کے قابل مردوں کی تعداد مزید گھٹ جاتی ہے۔

⑦ جو برسرِ روزگار ہوتے بھی ہیں ان میں بھی بہت سے حضرات سابق وزیر اطلاعات شیخ رشید صاحب کی طرح بازار میں کھلا دودھ دستیاب ہونے کے باعث بھینس پالنے کی ضرورت محسوس ہی نہیں کرتے، لہٰذا نکاح پر آمادہ ہی نہیں ہوتے اور بہت سے بہنوں کے نمٹنے کے چکر میں نکاح سے اجتناب کر رہے ہوتے ہیں...... نکاح کے قابل مردوں کی تعداد عورتوں کی آبادی کے مقابلے میں مزید گھٹ جاتی ہے۔

⑧ نکاح کے خواہش مندان باقی بچ جانے والے مردوں میں پھر سب کے سب مرد اپنے ملک اور قوم کی عورتوں سے نکاح کرتے بھی نہیں، بیرونِ ملک نکاح کو ترجیح دیتے ہیں، یوں قوم کی عورتوں سے نکاح کے قابل مردوں کی تعداد مزید گھٹ جاتی ہے۔

⑨ باقی بچ جانے والے ان مردوں میں بھی بعض قوتِ مردانگی اور جنسی قوت سے محروم ہونے کے باعث نکاح کے قابل نہیں ہوتے، چنانچہ اس بناء پر بھی قوم کی عورتوں سے نکاح کے قابل مردوں کی تعداد اِن عورتوں کی آبادی کے مقابلے میں مزید گھٹ جاتی ہے۔

⑩ نکاح میں کفاءت یعنی مرد کا عورت کے ہم پلہ ہونا اور برابری کے شرعی اور عملی احکام کے باعث ان باقی بچ جانے والے مردوں میں بھی ہر مرد ہر عورت کا شوہر بننے کے لائق نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ مختلف اعتبارات سے منکوحہ سے برتر یا کم از کم اس کے ہم پلہ ہو...... یوں عورتوں کے لئے باقی بچ جانے والے ان قلیل مردوں میں سے پھر اپنے ہم پلہ مرد کی تلاش مزید مشکل ہو جاتی ہے اور یوں عورتوں کے حق میں نکاح کے قابل مناسب مردوں کی تعداد مزید گھٹ جاتی ہے۔{تلک عشرة کاملة}

الغرض یہ ایسے حقائق ہیں کہ جن میں سے ممکن ہے ایک آدھ نمبر سے تو کوئی اختلاف کر لے مگر بہر حال ان میں سے اکثر کا تو کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا، یہ سب حقائق اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ عورتوں کی آبادی کے مقابلے میں ان سے نکاح کے قابل مردوں کی تعداد بہت ہی تھوڑی رہتی ہے...... ان حقائق پر مطلع ہونے اور ان حالات کی طرف بھرپور طرح سے توجہ جانے کے بعد جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس زمانے میں دوسری شادی نہیں کرنی چاہئے، خدا کی قسم!...... وہ مجذوب ہے...... مستانہ ہے...... بلکہ پاگل ہے...... دیوانہ ہے۔

یاد رکھئے! ماضی قریب کے بعض جن اکابر سے یا موجودہ اکابر میں جن بعض حضرات سے کسی بھی عنوان سے دوسری شادی کی جو حوصلہ شکنی منقول ہے تو اس حوصلہ شکنی کا سبب یقیناً اس بات کو قرار دینا پڑے گا کہ مختلف اہم علمی مشاغل یا دین کے مختلف شعبوں میں ہمہ تن مشغولیت کے باعث ان حقائق کی طرف ان اکابر کی توجہ ہی نہ جا سکی۔ ان حضرات کی سنتوں پر غیر معمولی حرص اور قوم کے ساتھ خیر خواہی کے غیر معمولی جذبات کی گواہی دینے والے مختلف قسم کی قربانیوں پر مشتمل وہ واقعات (جن سے ان اکابر کی زندگیاں بھری ہوئی ہیں) یہ سب حالات و واقعات اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ اگر ان حقائق اور تعدد زوجات کا رواج نہ ہونے سے پیدا ہونے والے ان فسادات کی طرف ان حضرات کی بھرپور توجہ چلی جاتی تو یہ حضرات تعدد زوجات کی کسی بھی عنوان سے ہرگز حوصلہ شکنی نہیں کرتے۔ اب ان اکابر کا دَم بھرنے والے ان کے مریدوں اور شاگردوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ تعدد زوجات کی حوصلہ شکنی پر مشتمل بعض اکابر کے وہ بعض ملفوظات جو انہوں نے محض کسی خاص واقعہ سے متاثر ہو کر اپنی کسی نجی مجلس میں کہہ ڈالے، ان ملفوظات کا سہارا لے کر قرآن، احادیثِ صحیحہ، عمل صحابہ، وقت کے تقاضوں پر مبنی حقائق جیسے تمام دلائل کو پس پشت ڈالتے ہوئے ضد اور ہٹ دھرمی والی کیفیت پر جمے رہنے کی کوشش نہ کریں، کیونکہ قرآن وحدیث کی واضح نصوص اور حقائق کی طرف بھرپور توجہ جانے کے بعد بھی کسی اجتہادی خطا پر ڈٹ جانا ان اکابر کا ہرگز شیوہ نہیں تھا اور نہ ہی ایسی ضد اور ہٹ دھرمی ان اکابر کا دم بھرنے والوں کو زیب دیتی ہے......

بیوی پر سوکن لانے والے ''ظلم'' کی نسبت دوسری شادی سے اجتناب زیادہ بڑا ظلم ہے

سعودی عرب کے ایک مشہور عالم شیخ مصطفیٰ ابن عدوی فرماتے ہیں:

''جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دوسری شادی پہلی بیوی پر ظلم کے مترادف ہے، ان حضرات کا ایسی دلیلیں دے کر مردوں کو اس عمل سے باز رکھنا درست نہیں، کیونکہ جس اللہ نے متعدد نکاحوں کی اجازت دی وہ سب سے بہترین عادل اور حاکم ہے، اس کے تمام فیصلے اور احکام عدل اور حق پر مبنی ہیں لہٰذا وہ سب سے زیادہ انصاف کرنے والا ہے اور سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا اور ایک جگہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کے ساتھ ظلم کا ارادہ نہیں کرتا۔

اس کے برعکس وہ لوگ جو ایک (شادی شدہ) عورت کو (اپنے زعم کے مطابق) ظلم سے بچانے

کے لئے کسی بھی مرد کے لئے دوسری شادی کو معیوب سمجھتے ہیں تو ایسے لوگ چونکہ بے شمار عورتوں کو نکاح کی نعمت سے محروم کرنے کا سبب بن رہے ہیں، نیز قوم کے مردوں اور عورتوں میں بڑے پیمانے پر بے حیائی اور فحاشی پھیلانے کا سبب بن رہے ہیں لہٰذا حقیقت میں ایسے لوگ مخلوق میں سب سے بڑے ظالم اور گمراہ ہیں۔'' (فقہ تعدد الزوجات، ص ۱۳۱)

بیوی خودکشی کی دھمکی دے تو بھی دوسری شادی جائز ہے (فتاویٰ بزازیہ)

له امراة أو جارية فأراد أن يتزوج أخرى، فقالت: أقتل نفسي، له أن يأخذ و لا يمتنع، لأنه مشروع، قال الله تعالىٰ: {لم تحرم ما أحل الله لک تبتغي مرضاة أزواجک والله غفور رحيم} تدل على أنه ترک الأفضل، وفي التسري على الزوجة مخالفة دين النصارىٰ وكذا في التزويج بامرأتين۔ (فتاوىٰ بزازيه: ۱۵۵/۴)

ترجمہ: فتاویٰ بزازیہ (فقہ حنفی کی مشہور کتاب) میں ہے کہ اگر ایک شخص دوسری شادی کا ارادہ کرے اور اس پر اس کی بیوی نے اسے دھمکی دی کہ اگر تم نے ایسا کیا تو میں خودکشی کرلوں گی، (اس دھمکی کے باوجود) مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ دوسری شادی کرے، کیونکہ دوسری شادی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے) حلال کی گئی ہے، (نیز) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''(اے نبی!) آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال کردہ اشیاء کو خود پر کیوں حرام کرتے ہیں؟ کیا اپنی بیویوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کو خوش کرنے کے لئے جس حلال کو (یعنی شہد کھانے کو قسم کھا کر خود پر) حرام کیا تھا تو ایک افضل کام کو ترک کیا تھا اور دو شادیوں میں عیسائیوں کے دین کی مخالفت بھی ہے۔''

یورپ کے بہت سے مردوں اور خواتین کا اقرار کہ ایک بیوی والے نظام نے ہماری عورتوں کا بیڑا غرق کردیا

سعودی عرب کے جلیل القدر مفتی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں:

صاحب منار اپنی تفسیر 360/4 میں لندن کے ایک اخبار 1910/4/20 کی ایک کالم نگار انگریز غیر مسلم خاتون کے حوالے سے لکھتے ہیں: یہ انگریز خاتون اپنے کالم میں لکھتی ہیں:

''تحقیق ہماری قوم کی بیٹیوں میں آوارہ عورتوں میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور فتنہ پھیلتا چلا جا رہا ہے، اس فساد کا حقیقی سبب کیا ہے، اس کے بارے میں بہت کم غور کیا جاتا ہے، مگر میں ایک عورت ہونے کی حیثیت سے جب اپنی ان بیٹیوں کی طرف نظر کرتی ہوں تو ان کی کسمپرسی والی اس حالت کو دیکھ کر شفقت اور غم کے باعث میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگتا ہے۔ اگرچہ اس غم میں ساری دنیا کے انسان ہی کیوں نہ شریک ہوجائیں مگر جب تک قوم کی لڑکیوں کو اس ناپاک حالات سے نکالنے کا عملی

سبب اختیار نہ کیا جائے اس وقت تک میرے اس غم اور پریشانی کا ان لڑکیوں کو کچھ فائدہ نہیں......اور قوم کی عورتیں جس حالت میں مبتلا ہیں وہ یقیناً ختم ہوجائے گی اور ہماری بیٹیاں (نکاح کے ذریعے) گھروں میں قرار حاصل کریں گی، بس بہت بڑی تباہی ہے اس قانون میں کہ یورپ میں مرد کو ایک بیوی پر اکتفاء کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، یہی وہ قانون ہے جس نے ہماری بیٹیوں کو آوارہ بننے پر مجبور کیا اور انہیں اس بات پر مجبور کیا کہ وہ مالی کفالت کے لئے مردوں کے ساتھ کارخانوں میں ملازمتوں پر مجبور ہونے لگیں، اور جب مرد کو ایک بیوی پر قناعت کرنے پر مجبور کیا جائے تو شر اور فساد پھیلنے کے سوا کوئی چارہ نہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ولد الزنا بچوں کی کثرت ہونے لگی اور یہ بچے معاشرے پر بوجھ اور معاشرے کے لئے ذلت اور عار کا سبب بن گئے، اگر مرد کو ایک سے زائد شادیوں کی اجازت ہوتی تو قوم میں پیدا ہونے والے بچے اور ان بچوں کی مائیں اس عذاب اور ذلت سے دوچار نہ ہوتیں اور ان ماؤں اور ان کی اولاد دونوں کی عزتیں بھی محفوظ رہتیں۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ فطرت (Nature) نے مرد اور عورت کی جسمانی ساخت میں جو فرق رکھا ہے یہ فرق اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ دونوں پر ایک ہی قسم کی ذمہ داریاں نہ ڈالی جائیں، چنانچہ ایک سے زائد شادیوں کی اگر مرد کو اجازت دی جائے تو ہر عورت (اپنا گھر بسانے پر قدرت رکھے گی جس کے باعث) اس قابل ہوسکے گی کہ وہ اپنی ذمہ داریاں اپنے گھر تک محدود رکھے اور ایسے بچوں کی ماں بن سکے جو ولد الزنا نہ ہوں۔''

ایک اور انگریز کالم نگار گوستان لوبوف

لکھتا ہے: ''ایک مرد کے لئے متعدد بیویاں رکھنے کی اجازت دینے والا اسلامی قانون ایک عمدہ قانون ہے، جن اقوام نے اس پر عمل کیا انہیں اخلاقی برتری حاصل ہوئی اور اس پر عمل سے ان کے ہاں خاندانی نظام مربوط اور مستحکم ہوا، نیز اس قانون پر عمل کے باعث ایسے معاشروں میں عورت کو وہ عزت واحترام والی اور ایسی عمدہ زندگی میسر ہوئی جس سے یورپ کی عورتیں محروم ہیں۔''

ایک مشہور انگریز مصنف برنارڈ شا

لکھتا ہے: عنقریب بیسویں صدی کے اختتام سے پہلے پہلے (تعدد زوجات کے حکم سے متعلق) یورپ اسلام کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہوجائے گا خواہ یورپ اس بات پر دل سے آمادہ ہو یا نہ ہو۔

ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد شیخ بن باز فرماتے ہیں:

هذا بعض ما اطلعت عليه من كلام أعداء الإسلام فى محاسن الإسلام وتعدد زوجات، وفيه عظة لكل ذى لب، والله المستعان۔

فرماتے ہیں: اسلام اور تعدد زوجات کے بارے میں دشمنانِ اسلام کے اقوال میں سے یہ وہ بعض

اقوال ہیں جن پر میں مطلع ہوا اور ان اقوال میں ہر اس شخص کے لئے نصیحت ہے جس میں عقل ہو اور اللہ ہی مددگار ہے۔

ملاحظہ ہو: html/25/www.iu.edu.sa/magazine/24

الیزابتھ جوزف، یہ ایک امریکی غیر مسلم خاتون ہیں

لکھتی ہیں: مرد کے لئے ایک سے زائد بیویاں رکھنا ایک ایسا راستہ ہے جو (امریکی خواتین کو مشکلات سے نکالنے کا) واحد حل ہے اور مجھے یقین ہے کہ اگر چہ اب تک یہ نظام امریکا میں موجود نہیں مگر امریکی خواتین پر (خود کو مشکلات سے نکالنے کے لئے) یہ بات متعین طور پر لازم ہوجائے گی کہ وہ اس نظام کو اختیار کریں۔

ملاحظہ ہو: رسالہ فضل تعدد زوجات
مؤلفہ خالد الجریسی ریاضی

انی بیزانت (غیر مسلم مغربی خاتون) ان کا ادیان عالم پر گہرا مطالعہ ہے

لکھتی ہیں: (ہمارے ہاں یعنی اہلِ مغرب) اسلام پر صرف اس لئے اعتراض کرتے ہیں کہ کسی دوسرے مذہب کے عیوب کو تلاش کرنا اور اس کا پرچار کرنا ایک بہت آسان کام ہے، لیکن اہل مغرب جن کے ہاں زنا خوب پھیل چکا ہے، ان کے لئے کیسے جائز ہوگا کہ اسلام نے جو محدود (چار) بیویاں رکھنے کی اجازت دی، اس پر اعتراض کریں اور جو بھی قوم کے حالات میں غور کرے گا اسے معلوم ہوجائے گا کہ حقیقتاً ایک بیوی پر اکتفاء بہت ہی پاک صاف قسم کے لوگ کرتے ہیں جن کی تعداد بہت کم ہے، لہٰذا جب قوم کے مرد قانونی طور پر اگر چہ ایک بیوی رکھتے ہیں مگر پوشیدہ طور پر کئی کئی عورتوں سے دوستیاں لگا کر رکھتے ہیں تو یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ یہ لوگ صرف ایک بیوی پر قناعت کرتے ہیں......؟

اگر ہم انصاف کی نظر سے دیکھیں تو یہ بات واضح ہوجائے گی کہ اسلام کا ایک سے زائد شادیوں والا نظام عورت کو حفاظت (اور پاکدامنی) کا لباس مہیا کرتا ہے اور یہ نظام یورپ کے اس نظام سے زیادہ وزن رکھتا ہے جو اس بات کو برداشت کررہا ہے کہ مرد عورتوں سے محض اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لئے دوستیاں لگاتے رہیں اور جب عورت سے خواہش پوری ہوجائے تو اسے نظر انداز کر کے (حقارت سے) پھینک دیں۔ (حوالہ بالا)

جرمنی کی ایک غیر مسلم خاتون کا اعتراف

لکھتی ہیں: جرمنی کی خواتین جن مشکلات کا شکار ہیں اس کا حل یہ ہے کہ مرد کو زیادہ شادیوں کی اجازت دی جائے (وجہ اس کی یہ ہے کہ) ایک کامیاب آدمی کی دسویں بیوی بننا مجھے اس بات سے

زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک لاپروا، غیر ذمہ دار اور فضول شخص کی اکلوتی بیوی بنوں......اور تعدد زوجات سے متعلق یہ صرف میرے رائے نہیں بلکہ جرمنی کی ہر خاتون یہی رائے رکھتی ہے۔

ایک نومسلمہ فرانسیسی خاتون کا اعتراف

لکھتی ہے: اسلام قبول کرنے سے قبل میں ایک شخص کے نکاح میں تھی جس کی کئی عورتوں سے دوستیاں تھیں، مگر جب اللہ نے مجھ پر احسان کرتے ہوئے مجھے اسلام کی توفیق دی اور مجھے ایک صالح مسلمان مرد سے نکاح میسر ہوا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس ہوا، اب یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اس بات کو قبول نہ کروں کہ میرے مسلمان شوہر کے نکاح میں (حلال اور پاکیزہ طریقے سے) میرے علاوہ بھی کوئی دوسری میری مسلمان بہن ہو......؟ اور عمر بن خطاب نے صحیح کہا تھا کہ جو زمانہ جاہلیت (کی برائیوں کو) نہیں جانتا وہ اسلام کی خوبیوں کو بھی نہیں پہچان سکتا۔

ڈاکٹر اتیبین دینیہ (لندن)

لکھتی ہیں: عیسائیت سے ماخوذ ایک بیوی پر قناعت والا نظریہ ایک ایسا نظریہ ہے جسے اختیار کرنے سے معاشرے میں بہت سے فسادات نے جنم لیا ہے، جن میں تین فسادات تو ایسے ہیں جو بہت سی خطرناک اور بالکل واضح طور پر ظاہر ہوئے، وہ یہ ہیں:

① طوائف خانوں کا کھلنا

② (نکاح کے انتظار میں) لڑکیوں کی عمریں نکل جانا

③ ولدالزنا بچوں کی پیدائش

ڈاکٹر گوستان لوبوف (لندن)

لکھتے ہیں: ''مجھے معلوم نہیں کہ اہل یورپ تعدد زوجات کو باطل قرار دے کر ایک بیوی پر قناعت والا وہ نظام جس کی بنیاد ہی جھوٹ اور نفاق پر مبنی ہے، کو کیوں اختیار کئے ہوئے ہیں؟ جبکہ اسباب مجھے مجبور کرتے ہیں کہ میں صرف تعددِ زوجات کو ترجیح دوں اور اہل مشرق (یعنی عرب) جب ہمارے ملک (کے حالات کو دیکھ کر) تعدد زوجات کے معاملے میں ہماری سخت دلی پر تعجب کرتے ہیں تو مجھے ان کے اس تعجب پر ذرا بھی حیرانگی نہیں ہوتی۔

جرمن فلسفی شوپن ہاور کا اعتراف

یورپ میں نکاح سے متعلق قوانین اس اصول پر مبنی ہیں کہ مرد اور عورت ایک دوسرے کے مساوی ہیں، اس قانون نے ہمیں ایک بیوی پر قناعت کرنے پر مجبور کیا۔ مرد اور عورت کو مساوی اور

ایک دوسرے کے برابر اختیارات دینا اس وقت درست تھا جب (فطرت کی طرف سے) دونوں کو عقل بھی برابر ملتی۔ چنانچہ اس ایک زوجہ والے نظام نے ہم (مردوں) کو ہمارے آدھے حقوق سے محروم کر دیا...... (جبکہ اس میں عورت کا بھی نقصان ہے آپ دیکھیں گے کہ) جن قوموں میں ایک سے زائد بیویاں رکھنے کا رواج ہے، ان میں کوئی عورت بھی کسی اچھے اور ایسے ذمہ دار مرد سے نکاح سے محروم نہیں ہوتی جو اس کا کفیل بن سکے۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں (آبادی کے تناسب کے لحاظ سے) شادی شدہ خواتین کی تعداد بہت ہی کم ہے اور غیر شادی شدہ عورتیں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔ آپ ان خواتین کو دیکھیں گے کہ کوئی ان کا کفیل اور ذمہ دار نہیں، ان میں مالدار گھرانوں کی وہ لڑکیاں بھی ہیں جو ساری زندگی حسرت اور افسوس کے ساتھ (نکاح کے انتظار میں) بوڑھی ہو گئیں اور غریب گھرانوں کی وہ لڑکیاں بھی ہیں جو مالی کفالت کے لئے محنت کے سخت کاموں پر مجبور ہوئیں اور بہت سی عورتوں نے تو ذلت اور رسوائی کی چادر اوڑھ کر زناکاری کے ذریعے (مال کے حصول میں) زندگی خرچ کر ڈالی...... صرف ایک بیوی پر قناعت اور اس بارے میں یورپ کے اونچے گھرانوں کی عورتوں کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے (جو تعددِ زوجات کو پسند نہیں کرتیں) جس نے ایک بیوی پر اکتفاء کے مذبح خانے میں ان (بے نکاحی) عورتوں کی شرافت کا خون بہایا۔

انگریز کالم نگار ٹینڈرل رسل کا اعتراف

ایک بیوی پر اکتفاء والے نظام کی بنیاد اس بات پر ہے کہ جب یہ فرض کر لیا جائے کہ مردوں اور عورتوں کی آبادی کا تناسب بھی برابر یا قریب قریب ہے، مگر جب معاملہ اس طرح نہیں تو اس ایک بیوی والے نظام کو برقرار رکھنے میں ان عورتوں کے ساتھ انتہائی درجہ کی سخت دلی والا معاملہ ہے جو نکاح سے محروم زندگی پر مجبور ہو کر اسی حال میں جوانی کی عمر سے متجاوز ہو جاتی ہے۔

آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، دل اندھے ہو جاتے ہیں

سعودی عرب ریاض کے عرب عالم خالد الجریسی حفظ اللہ یورپ کے ان غیر مسلم مرد اور خواتین مفکرین وفلاسفر کے اقوال اور اس کے علاوہ اور بھی مزید غیر مسلم مفکرین کے اعترافات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اہل مغرب کے ان اقوال پر مطلع ہونے کے بعد کیا امت مسلمہ کے وہ غافل اب غفلت سے بیدار ہو جائیں گے جو ہر معاملے میں مغربی تہذیب کے دلدادہ ہیں...... حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب میں سچ کہا: بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، درحقیقت وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں (چھپے ہوئے) ہیں۔'' (الآیۃ)

کیا اس زمانے میں عدل ممکن نہیں؟

بہت سے حضرات اس بات کو بنیاد بنا کر متعدد شادیوں کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں کہ اس زمانے میں بیویوں میں عدل کرنا مشکل ہے، پھر مثالیں بھی دی جاتی ہیں کہ دیکھو فلاں نے دوسری شادی کی تو پہلی کو کیسے معلق کر کے چھوڑ دیا؟

اور اس بات کو بنیاد بنا کر تعددِ زوجات کی حوصلہ شکنی کرنے والے صرف عام لوگ ہی نہیں اچھے خاصے اصحابِ علم کی زبانوں پر یہ عذر بہت کثرت سے وردِ زبان ہے۔

بندہ کے ایک قریبی اور بے تکلف ساتھی جو علم وعمل میں مجھ سے کئی گنا بڑھ کر تھے اور وقت کے ایک مشہور بزرگ سے بہت گہرا اصلاحی تعلق رکھتے تھے، نیز ان کی دین پر استقامت حلقۂ احباب میں کافی مشہور بھی تھی اور ان سب باتوں پر مستزاد یہ ہے کہ اچھے خاصے مالدار، خوش شکل اور صحت مند جوان بھی تھے، الغرض عمومی طور پر ان تمام اوصاف کے حامل تھے جو کسی بھی نوجوان میں پسندیدہ ومحمود سمجھے جاتے ہیں۔

میں نے استفادہ وافادہ کی غرض سے ان سے تعددِ ازدواج کے موضوع پر مختلف عنوانات سے بات کی اور مختلف طریقوں سے انہیں یہ باور کروانے کی اپنی سی کوشش کی کہ آپ جیسے آدمی کے لئے جو بیک وقت چار عورتوں کے بہترین کفیل ہو سکتے ہیں ایک بیوی پر اکتفاء کر لینا شرعاً ہرگز پسندیدہ امر نہیں اور مجھے آپ کے اس عمل پر اچھے خاصے ’’تحفظات‘‘ ہیں......، بے تکلف، حوصلے والے اور متواضع انسان تھے، لہٰذا بندہ کی اس طرح کی باتوں سے ناراض نہ ہوتے تھے۔

ان کے اس موقع پر ایک ایک اشکال کا اپنی بساط کے مطابق جواب بھی دیتا رہا۔

اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے، بڑی عاجزی اور مسکنت سے فرمانے لگے کہ بھائی مجھ میں متعدد بیویوں میں عدل کی طاقت نہیں، (یعنی بظاہر آپ کی باتوں سے فی الحال تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ اس زمانے میں اس کی واقعی اہمیت ہے مگر) یہ کام میرے جیسوں کا نہیں، کیونکہ میں عدل نہیں کر سکتا۔

ان کے اس جواب پر میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ ماشاءاللہ عالم بھی ہیں، لہٰذا عدل کے احکام سے بھی بخوبی واقف ہیں اور گو کہ تواضعاً آپ تسلیم نہ کریں لیکن کم از کم ہماری نظر میں تو آپ تقویٰ و پرہیزگاری کے وصف میں حلقۂ احباب میں مشہور بھی ہیں، لہٰذا کم از کم ہماری معلومات کی حد تک آپ میں خوفِ خدا بھی ہے جس کی بناء پر امید ہے کہ متعدد بیویوں میں عدل نہ کرنے پر جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں ان وعیدوں کا خوف آپ کو عدل پر ان شاءاللہ مجبور بھی کرے گا، نیز ہم نے آپ کے دین پر استقامت اور دین کے معاملے میں مختلف مواقع پر خاندان بھر کے سامنے ڈٹ جانے کے جو واقعات سن رکھے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مصائب کو برداشت کرنے کا آپ میں ماشاءاللہ اچھا خاصا حوصلہ بھی ہے۔

اور متعدد بیویوں میں عدل کی طاقت ہونے کے لئے بنیادی طور پر یہی تین اوصاف درکار ہوتے ہیں، یعنی: علم، خوفِ خدا اور حوصلہ۔

اس کے علاوہ مزید بات یہ کہ آپ ماشاءاللہ صحت منداور مالدار بھی ہیں جس کی بناء پر آپ کے لئے رشتوں کا حصول بھی آسان ہے اور ہر زوجہ کو دوسری سے علیحدہ مستقل رہائش بھی دے سکتے ہیں، جس کے نتیجے میں سوکنوں کے اکٹھے رہنے میں جس فتنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس کا بھی کافی حد تک سدباب ہوجائے گا......اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے وقت کے ایک بہت بڑے اللہ والے بزرگ کی ایسی صحبت اٹھائی اوران کا ایسا قرب حاصل کیا ہے کہ جس نعمت سے دوسرے بہت سے اہلِ علم اور پرہیزگار لوگ محروم ہیں......توان سب باتوں کے باوجود اگر آپ میں بھی ''عدل'' کی طاقت نہیں......تو پھر تو ملک بھر میں شاید کسی میں بھی عدل کی طاقت نہیں......لہٰذا آپ کو چاہئے کہ آپ ایک فتویٰ یوں تحریر فرمائیں کہ اسلام میں جو متعدد شادیوں کا حکم تھا تو اس زمانے میں عملی طور پر قیامت تک کے لئے یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے، لہٰذا ایمان بچانے کے لئے صرف اتنا اجمالی عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ کسی زمانے میں اسلام میں چار شادیوں کی بھی اجازت رہی ہے، مگر اب چونکہ مردوں میں کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس میں متعدد بیویوں میں عدل کی طاقت اور قدرت ہو......لہٰذا اب کسی کو بھی پہلی بیوی کی موجودگی میں اس بات کی قطعاً اجازت نہیں کہ دماغ میں دوسری شادی کا تصور بھی لائے، کیونکہ گناہ کا جان کر تصور کرنا بھی حرام ہے۔

اور اب مردوں کے مقابلے میں جو زائد عورتیں ہیں وہ ساری ساری عمر گھروں میں پڑے یا تو نفسیاتی مریض بننے کے لئے ہیں یا معاشی کفالت کے لئے ملازمتوں یا ''اور'' کسی طریقے سے معاشرے میں فحاشی پھیلانے کا ذریعہ بننے کے لئے ہیں......اور اس طرح قوم کے مردوں میں نفسِ نکاح کے رجحان میں مزید کمی پیدا کرنے کے لئے ہیں، نیز کفاءت سے متعلق کتبِ حدیث وفقہ میں جو احکام لکھے ہیں کہ عورت کے کسی مرد سے نکاح کے معاملے میں فلاں فلاں اوصاف کو پیشِ نظر رکھ کر مرد کا انتخاب (Selection) کیا جائے......تو یہ سب احکام عملاً اس زمانے میں منسوخ ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے، میری ان ''جوشیلی'' باتوں کو بڑے حوصلے سے سنتے رہے، بے تکلف اور واقعی متواضع ......اور......''حوصلے والے''...... تھے لہٰذا میری ان باتوں پر برا ماننے کے بجائے مسکرانے لگے اور......''مسکرا کر چل دیئے''

اگلے دن میری ان سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے کہ میں نے آپ کے تقریباً تمام ملفوظات سرسری طور پر اپنی اہلیہ کے سامنے ذکر کر دیئے ہیں اور دوسری شادی کا ارادہ ظاہر کیا تو زوجہ نے مجھ سمیت آپ پر بھی غضبناک ہوتے ہوئے بالواسطہ آپ کو نصیحت کروائی ہے کہ آپ میرے شوہر کو ''خراب'' کرنے کی کوشش نہ کریں۔

مجھے ان کی زوجہ کے اس جواب پر تعجب نہ ہوا کیونکہ ظاہر ہے کہ آدھا گھنٹہ کی پرزور تقریر کے باوجود بھی جب خود ان جیسے اہلِ علم کو شرحِ صدر نہ ہو سکا تو ان کی زوجہ اتنی آسانی سے اس اقدام کو قبول کرنے پر کیسے تیار ہو جاتیں......؟

بہرحال اپنی زوجہ پر رحم کھانے اور اپنی نرم طبیعت کے باعث ان میں اس اقدام کی ہمت نہ ہوئی، میں نے اس موقع پر ان سے عرض کرنا چاہا کہ آپ اپنی زوجہ کے بارے میں یوں کیوں نہیں سوچتے کہ آج اگر میں کسی بیماری یا حادثے کا شکار ہو کر خدانخواستہ مر گیا تو پھر بھی تو زوجہ کو صبر آ ہی جائے گا......؟ اور پھر زوجہ کو اسی حالت سے گزرنا پڑے گا جن حالات سے دوسری نوعمر بیوگان گزر رہی ہیں......؟؟

لہٰذا اس موقع پر بیوی پر ترس آنا تو محبت کی علامت اور ایک اچھی بات ہے مگر آپ جیسے لوگوں کا اس ترس کے باعث

ایک بیوی پر قناعت کرتے ہوئے بہت سی عورتوں کو نکاح سے محروم زندگی گزارنے پر مجبور کرنا اور ان کی مالی کفالت اور عفت و پاکدانی کو اس ''ترس'' کی بھینٹ چڑھا دینا...... ہرگز حوصلے اور مردانگی کا کام نہیں......اور نہ ہی فی الوقت اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ کوئی پسندیدہ حرکت ہے اور سب سے بڑھ کر تو یہ کہ جس دین کی خدمت کے جذبے کے پیش نظر ایک بیوی پر اکتفاء کو سعادت سمجھ رہے ہیں اس دین نے عائلی اور خاندانی نظام میں توازن برقرار رکھنے اور عورتوں کی مناسب کفالت اور بے حیائی وفحاشی سے معاشرے کی حفاظت کے لئے متعدد شادیوں والا نظام دیا ہے یا ساری قوم کے لئے ایک بیوی پر قناعت کرنے والا نظام......؟

بندہ کے دماغ میں یہ سب باتیں گردش تو کر رہی تھیں مگر میں ان سے اس موقع پر ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہ کہہ سکا کہ کہیں میرے بارے میں یہ نہ سوچنا شروع کر دیں کہ تعددِ ازواج والے فلسفے کے جوش میں مجھے ''وطن'' بھجوانے پر ہی تُل گیا ہے۔

بات آئی گئی ہوگئی، تقریباً ایک ماہ بعد کسی خاص واقعہ کے باعث اس موضوع پر دوبارہ ان سے بات چھڑ گئی، فرمانے لگے کہ آپ کی باتیں تو درست ہیں مگر اس زمانے میں خصوصاً بیوی اور سسرال کی طرف سے دوسری شادی کرنے پر اتنا ہنگامہ اور فتنہ کھڑا ہو جاتا ہے کہ الامان والحفیظ......! اور فتنہ تو قتل سے بھی بدتر ہے۔

میں نے کہا کہ واقعی فتنہ قتل سے بھی بری چیز ہے مگر فتنوں کو کچلنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جہاد جیسے ایسے ''فتنے'' کو مشروع قرار دیا ہے کہ جو اوّل تا آخر بظاہر فتنہ ہی فتنہ ہے...... جہاد میں کیا کچھ قتل وغارت کا میدان گرم ہوتا ہے، کتنے لوگ قید و بند کے پنجروں کی نذر ہو جاتے ہیں، کتنوں کے سہاگ اجڑتے ہیں، بستیوں کی بستیاں ویران ہو جاتی ہیں، الغرض جہاد بظاہر تو فتنہ ہی فتنہ ہے اور ایسا ناپسندیدہ ''فتنہ'' ہے کہ جس کے ''ناپسندیدہ'' ہونے کی طرف {وھو کرہ لکم} (اور یہ تمہیں ناپسند ہے) کہہ کر قرآن نے خود تصریح کی ہے۔

مگر اتنے بڑے اس ''فتنے'' کو حسن لغیرہ ہونے کی وجہ سے تمام عبادتوں سے بڑھ کر نہ صرف یہ کہ بڑی عبادت قرار دیا گیا بلکہ اس شخص کو منافق گردانا گیا کہ جس کے دل میں کبھی جہاد کا خیال تک نہ گزرا ہو اور اس مسلمان کو ''ناقص'' بتایا گیا کہ جس پر جہاد کا کوئی نشان یا اثر نہ ہو۔

بالکل اسی طرح آپ جیسے وہ حضرات جن کے عمل سے لوگ استدلال بھی کرتے ہیں تو آپ جیسے ان اوصاف کے حامل حضرات کے اس زمانے میں ایک بیوی پر اکتفاء کے نتیجے میں پوری قوم جن فتنوں میں مبتلا ہو رہی ہے اور اس میں روز بروز مزید ترقی آئے گی یہ فتنے ان فتنوں کی نسبت کئی گنا بڑھ کر ہیں جن کے خوف سے آپ ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری لانا ''کفر'' سمجھتے ہیں۔

لہٰذا اس فعل سے قبل محبت کے ساتھ زوجہ کی ایک وقت تک ذہن سازی تو ضرور کرنا چاہئے مگر زوجہ کے ردّعمل (جو ایک فطری چیز ہے) کو دیکھ کر اس عمل ہی سے باز آ جانا کم از کم آپ جیسے حضرات کی شان کے لائق نہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے، علم وعمل اور عمر میں مجھ سے بڑے ہونے کے باوجود میری ان باتوں کو بہت اطمینان اور حوصلے سے سن رہے تھے اور وقتاً فوقتاً مختلف اشکالات کر کے مسئلے کی اچھی طرح تنقیح کا موقع بھی عنایت فرما رہے تھے اور میرا

لہجہ تو گو کہ بعض مرتبہ کچھ جذباتی سا اور تیز بھی ہو جاتا مگر مجھ سے برتر ہونے کے باوجود ذرا بھی مجھ سے ناراضی یا میری باتوں سے ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔

اس دوران عصر کی نماز کا وقت ہو گیا اور یوں مجلس برخاست ہو گئی۔

مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ میری ان سے زندگی کی آخری مجلس تھی اور میں اب اس دنیا میں ایک ایسے ساتھی بلکہ استاذ کی زیارت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاؤں گا کہ جن کے ساتھ بیٹھ کر بے تکلفی کے باعث ان سے ''راز و نیاز'' کی کچھ ایسی علمی باتیں کر لیا کرتے تھے جو اپنے مقام و مرتبے میں کمی کے باعث اصحابِ علم میں سے کسی اور کے ساتھ شاید اس طرح سے ممکن نہیں......اور راز و نیاز کی ایسی کچھ باتیں ان کے ذریعے ان بڑوں تک بھی پہنچا دیا کرتے تھے کہ جن تک براہِ راست ہماری رسائی ممکن نہیں۔

اس مجلس کو 24 گھنٹے بھی نہ گزرے تھے کہ تقریباً دو پہر ایک بجے کسی کا فون آیا اور مجھے اطلاع ملی کہ وہ ایک ایکسیڈنٹ میں اچانک انتقال فرما گئے ہیں۔

ان کی خلافِ توقع موت کی یہ خبر ہر اس شخص پر بجلی بن کر گری جن کا ان سے کچھ وقت کے لئے بھی تعلق رہا ہو۔

ان کے دوسرے متعلقین کی طرح مجھے بھی یقین نہ آ رہا تھا کہ اچانک یہ کیا ہو گیا؟ کیا ایسے نیک اور کارآمد لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ یوں اور اچانک اپنے پاس بلا لیتے ہیں......؟

گزشتہ شام ان سے جو مجلس ہوئی اس کا بھی بندہ کے ذہن میں تصور نہ تھا کیونکہ ان کے انتقال کی خبر نے ان سے تعلق رکھنے والے ہر شخص ہی کو تو غیر معمولی صدمے سے دوچار کر کے ہر بات سے غافل کر دیا تھا۔

تقریباً تین چار روز گزرنے کے بعد بندہ کی ہمشیرہ نے مجھے بتایا کہ مرحوم کی اہلیہ کا فون آیا تھا اور انہوں نے بتایا کہ

> ''میرے شوہر آپ کے بھائی کے پاس سے اٹھ کر عصر کے بعد جب گھر تشریف لائے تو کہنے لگے کہ میرا ابھی دوسری شادی کا ارادہ ہو رہا ہے، ویسے بھی میرے لئے کیا مشکل ہے؟ ایک زوجہ کو فلاں جگہ رکھوں گا اور دوسری کو فلاں جگہ......
>
> میں نے ان سے اس بات پر کچھ جھگڑنا شروع کر دیا، صبح گھر سے نکلنے سے قبل انہوں نے مجھے تسلی دی کہ ٹھیک ہے، پریشان نہ ہو......نہیں کروں گا دوسری شادی، یہ تسلی دے کر اور بچوں کو پیار کر کے صبح گھر سے روانہ ہوئے، تقریباً ۱۲ بجے اطلاع آئی کہ ایک ایکسیڈنٹ میں ان کا انتقال ہو گیا ہے، شام کو ان کے بجائے گھر پر ان کی میت پہنچی۔''

بندہ کی ہمشیرہ نے مجھے بتایا کہ یہ بات سنا کر ان کی زوجہ نے کہا:

> ''میں نے اپنے شوہر کو دوسری شادی سے منع کیا تو اس پر دنیا کی عورتوں سے تو انہوں نے کنارہ کشی اختیار کر لی مگر مجھے یہاں تنہا چھوڑ کر بڑے آرام سے جنت کی حوروں سے نکاح کر لیا، وہ خواتین جن کے شوہر دوسری شادی کر لیتے ہیں انہیں میرے واقعے سے تسلی ہو جانی چاہئے کہ انہیں پہنچنے والا غم

میرے غم سے بہت ہلکا ہے، ان کے بچے نہ تو باپ سے محروم ہوئے اور نہ ہی یہ خواتین شوہر کی نعمت سے محروم ہوئیں، ان کی تو صرف رات کی باری تقسیم ہوئی ہے، مگر میرے شوہر تو مجھے چھوڑ کر اور میرے بچوں کو باپ کی شفقت سے محروم کرتے ہوئے ہمیشہ کے اس لئے اس دنیا سے چلے گئے۔''

خواتین کے لئے ایک سبق

وہ خواتین جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور فیصلوں پر کسی بھی طرح راضی ہونے کو تیار نہیں اور اپنے شوہر کے لئے دوسری شادی کے اقدام میں زبردستی رکاوٹ بنتی ہیں، انہیں یہ سوچنا چاہئے کہ جس اللہ نے مرد کو چار شادیوں کا اختیار دیا ہے اسے اس بات کی بھی تو قدرت وطاقت ہے کہ وہ آپ کے شوہر کو موت دے کر آپ کو شوہر اور آپ کے بچوں کو ہمیشہ کے لئے باپ کی نعمت سے محروم کر دے اور پھر آپ بقیہ ساری عمر نکاح سے محروم اسی بیوگی کی حالت میں زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائیں جس حالت سے نا معلوم کتنی خواتین گزر رہی ہیں، جیسی محبت اور جس قسم کا تحفظ اپنی زوجہ کو شوہر دے سکتا ہے اس کا متبادل کوئی اور نہیں ہوسکتا۔

الغرض اللہ تعالیٰ چاہے تو آپ کے شوہر کو موت دے کر بھی تو ساری عمر کے لئے آپ کو تنہائیوں کی ایسی وحشتوں میں ڈال سکتا ہے کہ جن وحشتوں سے ہنوز دہ اس معاشرے میں کسی طلاق یافتہ یا بیوہ عورت کے لئے آسانی سے نکلنا ممکن نہیں۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کے شوہر کو اگر ایک سے زائد نکاح کا اختیار دیا ہے تو شریعت کا آپ سے یہ مطالبہ تو نہیں کہ آپ خود سے اپنے شوہر کو دوسری شادی پر آمادہ کریں، شریعت آپ سے یہ مطالبہ ہرگز نہیں کرتی کہ آپ اپنے شوہر کو از خود دوسری شادی پر تیار کریں اور نہ یہ مطالبہ کرتی ہے کہ شوہر اگر دوسری شادی کرنا چاہ رہا ہو تو آپ کو کوئی تکلیف ہی نہ ہو اور نہ ہی کسی تکلیف کا اظہار کریں، یہ سب باتیں عموماً عورت کی طاقت و وسعت سے بالاتر ہیں اور شریعت کسی ایسے کام کا عورت کو مکلّف نہیں بنا سکتی کہ جس پر عمل اس کے لئے بہت ہی مشکل ہو۔

مگر شریعت آپ سے صرف یہ مطالبہ کرتی ہے کہ شوہر کی دوسری شادی کے ارادے کا سنتے ہی طلاق کے مطالبے کے لئے دھمکیاں، والدین کے گھر جا بیٹھے رہنے کی دھمکیاں اور ایسے ہنگامے اور فتنے برپا کرنا کہ شوہر آپ کی طرف سے پیدا کردہ ان فتنوں کے باعث ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائے، ایسے فتنے برپا کرنا اور سوکن کو کسی بھی طرح قبول نہ کرتے ہوئے گھر کو لڑائیوں سے معمور جہنم کدہ بنا کر اپنے شوہر کو معاشرے میں عبرت کا ایسا نشان بنا کر رکھ دینا کہ مزید کسی شریف آدمی کا اگر دوسری شادی کا ارادہ ہو تو وہ ایسے شخص کے حالات سن کر اور دیکھ کر دوسری شادی کے نام سے بھی ہانپنا اور کانپنا شروع کر دے، ایسا عمل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نا صرف یہ کہ بہت بڑی نافرمانی ہے بلکہ اپنی ان مسلمان بہنوں کی بھی بہت بڑی حق تلفی ہے اور ان پر بھی بہت بڑے ظلم کے مترادف ہے کہ جن خواتین کو ان ہنگاموں کے باعث ساری عمر ازدواجی زندگی سے محروم زندگی گزارنا پڑتی ہے۔

تھوڑا بہت ردّعمل عورت کی فطرت کا ایک حصہ ہے اور اس میں تو وہ کسی حد تک معذور بھی ہے، اور یہ ردّعمل ہمیشہ سے ہوتا آ رہا ہے، مگر جیسا ردّعمل عموماً آج کی عورت کی طرف سے ہوتا ہے تو ایسا ردّعمل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

بہت بڑی نافرمانی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی نہ ہونے کے بھی مترادف ہے۔

عورت، عورت کی دشمن نہ بنے......

اللہ تعالیٰ جب کوئی قانون بناتا ہے تو سب بندوں کی مصلحتیں سامنے رکھ کر بناتا ہے، لہٰذا آپ اگر صرف اپنی ذاتی انا اور ذاتی مفاد کی خاطر شوہر کو دوسری شادی سے روکیں گی تو آئندہ آنے والی کل آپ خود اپنی بچیوں کے معاملے میں بھی اسی کرب واذیت میں مبتلا ہوسکتی ہیں جس کرب واذیت سے ایک بیوی پر اکتفاء والے رواج کی ''برکت'' سے نہ معلوم کتنے والدین دوچار ہیں......اگر آپ نے اس بارے میں اپنی روش نہ بدلی تو ہندوستان میں جس طرح بیٹی کو معاشرے پر بوجھ سمجھا جاتا ہے اور وہاں الٹراساؤنڈ سے تجسس کر کے ایک بڑے پیمانے پر بیٹی کو ولادت سے قبل ہی خفیہ طریقے سے ''زندہ درگور'' کرنے کی جو روایات بہت تیزی سے جڑ پکڑتی جارہی ہیں بلکہ جڑ پکڑ چکی ہیں، عنقریب ہمارے معاشرے میں بھی بیٹی کو ایسا ہی بوجھ سمجھا جانے لگے گا......کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج کی عورت خود اپنے ہاں بیٹی کی ولادت کی خبر سن کر پریشان ہوتی ہے......! تو کیا خود عورت ہوکر اپنی جنس یعنی عورت پر اس قسم کے ظلم کو روا رکھنا اللہ تعالیٰ کے قہر کو دعوت دینے کے مترادف نہیں......؟؟؟

اصل مضمون یعنی ''کیا عدل اس زمانے میں ممکن نہیں؟'' کی طرف رجوع

الغرض بہت سے اہل علم کی زبان پر بھی عموماً یہ جملہ ورد زبان رہتا ہے کہ اس زمانے میں چونکہ عدل ممکن ہی نہیں اور بعض اکابر کے حوالے بھی دیے جاتے ہیں کہ ''عدل چونکہ بہت مشکل ہے اس لئے اس زمانے میں دوسری شادی سے اجتناب ہی بہتر ہے'' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مثلاً حضرت فلاں دامت برکاتہم جب عدل نہ کرسکے تو دوسرا کیا خاک عدل کرے گا؟

ایسے حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ دو باتیں علیحدہ علیحدہ ہیں:

① اس زمانے میں مردوں میں عدل کی طاقت نہیں۔

② اس زمانے میں مرد عدل کرتے نہیں۔

اور ان دونوں باتوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے، لوگوں میں چونکہ بے دینی بڑھ گئی ہے اس کے باعث یہ دعویٰ تو کیا جاسکتا ہے کہ لوگ متعدد بیویوں میں عدل نہیں کرتے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں چونکہ خشیت وتقویٰ تھا جس کے باعث صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اسلاف متعدد ازواج میں غیر معمولی عدل کیا کرتے تھے۔

البتہ یہ دعویٰ کہ فسادِ زمان کے باعث لوگوں میں متعدد ازواج کے حقوق کی ادائیگی کی اہلیت اور ان میں عدل کی طاقت ہی ختم ہوگئی ہے، محتاجِ دلیل ہے......کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ پر اعتراض کے مترادف ہے کہ خالق کائنات کثیر تعداد میں عورتیں پیدا کرتا چلا جارہا ہے مگر نکاح کے ذریعے ان کی عفت و پاکدامنی اور مالی کفالت وغیرہ کو ''عدل'' کی جس شرط کے ساتھ مشروط کردیا ہے تو اس عدل کی طاقت کو لوگوں سے سلب اور ختم کردیا ہے......!!

ہمارے علم میں بعض ایسے بدبختوں کی خبریں بھی ہیں کہ جن کی بیویوں نے خود انہیں کھلے دل سے دوسری شادی کی

اجازت دی، بلکہ رشتے کی تلاش میں ان کی معاونت و مدد بھی کی، مگر ان کے کم ظرف اور خدا کے خوف سے عاری اور بدبخت شوہروں نے جو خدا کے سامنے جوابدہی کی پرواتو کیا کرتے، اپنی پہلی بیوی کے حوصلے اور اخلاص کی بھی قدر نہ کی، دوسری زوجہ کی طرف اتنا زیادہ مائل ہو گئے کہ پہلی کو بالکل معلق کر کے رکھ دیا اور یوں ان کی پہلی زوجہ شوہر کی طرف سے غیر معمولی عدمِ توجہی کے باعث شدید احساسِ کمتری کا شکار ہو کر کسمپرسی اور بے بسی میں لاغر اور کمزور ہو کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئی...... مگر ان حالات پر مطلع ہونے کے باوجود بھی ان کے نامراد شوہروں کے دل میں خدا کے قہر و عذاب کا ادنیٰ سا خوف تک پیدا نہ ہوا۔

مشاہدہ پر مبنی واقعی یہ ایک حقیقت ہے کہ بہت سے حضرات اس زمانے میں دوسری شادی کے بعد واقعی عدل نہیں کرتے...... لیکن یاد رکھئے...... اس سے بھی بڑھ کر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان حضرات کے اس ''ظلم'' کے باعث متعدد شادیوں کی ضرورت اور اہمیت کم نہیں ہوجاتی اور نہ ہی اس ظلم کا یہ کوئی معقول علاج ہے کہ نوجوانوں کو دوسری شادی سے اجتناب ہی کا مشورہ دیا جانے لگے۔

کتنے لوگ ایسے بھی تو ہیں جو ایک بیوی کے حقوق بھی ادا نہیں کرتے، ایک شادی کی اجازت بھی تو اس وقت ہے کہ جب بیوی کے حقوقِ واجبہ ادا کرنے کا اہل بھی ہو اور اس کے حقوق کی ادائیگی کا پختہ عزم و ارادہ بھی ہو، کیا ایسے واقعات کی تعداد کچھ کم ہے کہ عورت شوہر کی بے توجہی اور ظلم کے باعث نفسیاتی پاگل ہوگئی اور بعض تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں؟ تو کیا شوہروں کی بے دینی کے باعث ایسے لوگوں کی بیویوں پر نکاح کے بعد جو کچھ ظلم ہوتا ہے...... اس ظلم کو دیکھ کر یہ کہنا درست ہوگا کہ اس زمانے میں سرے سے نکاح کی عمومی ترغیب ہی مناسب نہیں......؟

ظاہر ہے کہ اگر نکاح ہی ترک کر دیا جائے تو اس قسم کی جس ظلم کا شکار ہو رہی ہیں اس سے زیادہ اور بڑے پیمانے پر ظلم کا شکار ہونا شروع ہو جائیں گی۔

متعدد شادیوں والے رواج کی عمومی سطح پر ترویج کی صورت میں بے عدلی والے جس ظلم کی توقع ہے تو یاد رکھئے کہ ایک بیوی پر اکتفاء والے رواج کی ''برکت'' سے عمومی سطح پر لاکھوں بیوگان، لاکھوں طلاق و خلع یافتہ اور لاکھوں کنواریاں جس طرح سے نکاح سے محروم زندگی پر مجبور ہیں، جس کے نتیجے میں وہ خود بھی...... اور ان کے ساتھ ساتھ ان کے والدین بھی جس ''ظلم'' کا شکار ہو رہے ہیں یہ ظلم...... اس ظلم سے کئی گنا بڑھ کر ہے جو متعدد ازواج میں بے عدلی کے نتیجے میں واقع ہوتا ہے...... بلکہ اس ایک بیوی والے نظام سے جو تباہی پھیل رہی ہے اس کا ازالہ اور تدارک بھی مشکل ہوتا چلا جا رہا ہے اور مسلسل مزید مشکل ہوتا چلا جائے گا۔

بندہ کے علم میں بعض ایسے بے روزگار حضرات بھی ہیں جو اپنی بے مثال سستی، کاہلی اور لازوال بے شرمی کے باعث سارا سارا دن گھر میں T.V کے سامنے بستر پر پڑے سگریٹ کے کش لیتے رہتے ہیں، مگر روزگار تلاش کرنا یا سنجیدگی کے ساتھ بیوی بچوں کے نان نفقے وغیرہ کی فکر اس لئے نہیں کرتے کہ اس فکر سے ان کی بیویوں نے انہیں آزاد کر دیا ہوتا ہے اور ان کی بیویاں سارا سارا دن از خود ملازمتیں کرتی پھرتی ہیں اور اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتی ہیں اور ساتھ ساتھ اس خوف سے اپنے شرم اور غیرت سے عاری شوہروں کو بھی کھلا پلا رہی ہیں کہ شوہر نامدار نے اگر ''خفگی'' کے باعث طلاق دے ڈالی تو پھر پہلی

مرتبہ شادی جو بزرگوں کی اتنی دعاؤں اور ''انعامی اسکیموں'' کے بعد ہوئی تھی تو بچوں والی اس طلاق یافتہ یا خلع یافتہ سے دوبارہ کون نکاح کرے گا......؟

یاد رکھئے! ہم نے جیسے پچھلے صفحات میں عرض کیا کہ نکاح بھی حقیقت و ماہیت کے لحاظ سے تجارت کی طرح معاملات میں داخل ہے، چنانچہ جیسے تاجر بننا صرف اس وقت جائز ہے جب سچ بول کر تجارت کر سکتا ہو، اور سچ بولنے کا التزام بھی کرے اور اگر کہیں بے دینی کے باعث لوگ تجارت کے دوران سچ بولنا بند کر دیں تو اس کا یہ علاج ہرگز درست نہیں کہ لوگوں کو عمومی سطح پر تجارت ہی سے اجتناب کا مشورہ دیا جانے لگے، اگر ایسا ہوا تو پھر تاجروں کے جھوٹ بول کر تجارت کرنے میں لوگوں کا جتنا نقصان تھا، لوگ مختلف ضروری اشیاء کے حصول میں غیر معمولی مشکلات کے باعث اس سے بھی بڑے حرج اور نقصان میں مبتلا ہونا شروع ہو جائیں گے......لہٰذا اس کا صحیح حل یہ ہوگا کہ جھوٹی قسمیں کھا کر تجارت کرنے پر جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں ان پر مطلع کر کے اور ڈرا کر قوم کو سچ بولنے کی ترغیبیں دی جائیں۔

بالکل اسی طرح اس خوف سے کہ لوگ بے دینی کے باعث متعدد بیویوں میں پوری طرح عدل کا اہتمام نہیں کرتے تو اس کا بھی یہ حل ہرگز درست نہیں کہ عمومی سطح پر متعدد شادیوں کی ترغیب ہی کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ اس سے تو اور زیادہ بے حیائی پھیلے گی جس کے نتیجے میں بے دینی اور مردوں میں غیر ذمہ داری، لاپروائی اور زیادہ بڑھے گی اور عورتیں مزید ظلم کا شکار ہوں گی، لہٰذا اس کا صحیح حل یہ ہے کہ متعدد شادیوں کی ترغیب کے ساتھ ساتھ اس مسئلے سے بھی لوگوں کو اچھی طرح آگاہ کیا جاتا رہے کہ جس شخص کا سنجیدگی کے ساتھ متعدد بیویوں میں عدل کا سرے سے پختہ عزم اور مضبوط ارادہ ہی نہ ہو تو ایسے شخص کے لئے اسلام کے تعددِ زوجات والے مبارک فلسفے کا سہارا لے کر معصوم زوجہ کا گھر اجاڑنا، اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے احکام کے ساتھ بدترین استہزاء کے مترادف ہے اور ایسے لوگ نہ صرف یہ کہ بے عدلی کے جرم کی وعید کے مستحق ہوں گے بلکہ ان حضرات کے اس عمل کے نتیجے میں اس نظریے کی جو بدنامی ہوگی تو اس کا وبال بھی بروزِ محشر ان کی گردن پر ہوگا۔

الغرض لوگوں کے بے عدلی والے ان حالات و واقعات کی بناء پر عمومی سطح پر بجائے خود اس عمل ہی کو ناپسندیدہ سمجھنا یا کسی بھی درجہ میں اس زمانے میں اس کی حوصلہ شکنی کرنا قوم کے ساتھ...... ہرگز...... ہرگز......خیر خواہی کے مترادف نہیں اور اگر کسی صاحبِ علم اور پرہیزگار بزرگ سے اس قسم کی حوصلہ شکنی منقول ہے کہ انہوں نے بعض مفاسد کے پیشِ نظر دوسری شادی والے اس فعل کو اس زمانے میں عمومی سطح پر روا رکھنا مناسب نہ سمجھا ہو تو یا تو ایسے اکابر کے یہ اقوال واجب التاویل ہیں یا اپنے اہم اور دوسرے دینی کاموں میں غیر معمولی مشغولیت کے باعث مختلف پہلوؤں سے اس کے مختلف نقصانات کی طرف پوری طرح توجہ نہ ہونے کے باعث ''اجتہادی خطا'' پر محمول ہیں:

فإنه لا عصمة إلا للأنبياء، وقد مضى بالتفصيل أن النّبى صلى الله عليه وسلم حرّض عليه بعمله وأقواله بعناوين شتى، وهذا التحريض ثابت بل هو مؤكد أشد تاكيداً فى هذا الزمان إلى يوم القيمة۔

عرب کے ایک مشہور عالم دکتور عبداللہ الفقیہ سے کسی نے استفتاء کیا کہ اس زمانے میں دوسری شادی مناسب ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا:

عورتوں کی کثرت اس زمانے میں پہلے سے زیادہ ہے، نیز فسق وفجور اور فحاشی میں اضافے کی وجہ سے عورت اس بات کی اس زمانے میں زیادہ محتاج ہے کہ نکاح کے ذریعے اس کی عفت و پاکدامنی کا انتظام کیا جائے، نیز جیسے مرد کو پہلے زمانے میں اولاد کی حاجت تھی بالکل اسی طرح آج بھی حاجت ہے، یہ سب باتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ متعدد شادیوں والے حکم پر عمل اس زمانے میں بھی اسی طرح مناسب ہے جس طرح پچھلے زمانے میں تھا، بلکہ آج اس حکم پر عمل پچھلے زمانے کی نسبت زیادہ مؤکد (ضروری) ہے، پس تعددِ زوجات ایک ایسا حکم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کسی زمانے کے ساتھ خاص نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ اس بات کو خوب جانتا ہے کہ اس کے بندوں کی مصلحت کس بات میں ہے......''

ملاحظہ ہو (رقم الفتوی: ۳۲۲۴۸)

www.islamweb.net

ہمارے یہ اکابر اگر تعدد ازدواج کا عمومی رواج نہ ہونے کی بناء پر پیدا ہونے والی ان خرابیوں پر پوری طرح مطلع ہو جاتے جو ہمارے زمانے میں ظاہر ہو چکی ہیں اور اس بارے میں پوری طرح غور کرنے کا ان حضرات کو موقع مل جاتا تو ہرگز ہرگز اس کی کسی بھی درجے میں حوصلہ شکنی نہ کرتے جیسا کہ ان حضرات کے قوم کے کے ساتھ غیر معمولی ہمدردی کی بناء پر ان کے مختلف تجدیدی کارنامے اور واقعات اس پر پوری طرح شاہد بھی ہیں۔

فاغتم هذا التحرير ولا تعدل عن الزواج: بقولك: لا يمكن أن يعدل بين الأزواج۔

سوکنوں کے جھگڑوں کے خوف سے دوسری شادی سے اجتناب

بعض حضرات اس بات کو بنیاد بنا کر دوسری شادی کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں کہ سوکنوں کی آپس میں بغض وعداوت اور لڑائیاں مرد کا سکون برباد کر دیتی ہیں، لہٰذا اطمینانِ قلب کے ساتھ پرسکون زندگی گزارنے والوں کے لئے یہ عمل ''آ بیل مجھے مار'' کے مترادف ہے۔

ایسے نیک لوگوں کی خدمت میں عرض ہے کہ ایک کام کی ضرورت واہمیت جب مسلّم اور ناقابل انکار ہو تو اس کام کے نتیجے میں جو فسادات متوقع ہوتے ہیں، ان فسادات کے ازالے یا ان میں امکان کی حد تک کمی کی کوشش کی جاتی ہے، ان فسادات کے خطرات کے باعث بجائے خود کام ہی سے اجتناب کرنا، ان سے بڑے فسادات کے جنم کا سبب ہے، کیا مردوں کے اپنے اکلوتی بیویوں سے جھگڑوں اور مار دھاڑ کے واقعات کچھ کم ہیں؟ اور کیا ان واقعات کو دیکھ کر یہ کہنا درست ہوگا کہ اس زمانے میں نکاح کرنا ہی نہیں چاہئے اور بیوی بچوں کی فکر سے آزاد ہو کر اطمینانِ قلب کے ساتھ زندگی گزارنا ہی بہتر ہے، تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری......؟ ظاہر ہے کہ جب یہ سوچ درست نہیں تو سوکنوں کی محض عداوت کے باعث متوقع لڑائیوں اور جھگڑوں کو بنیاد بنا کر تعددِ زوجات کے بارے میں جمود اختیار کئے رکھنا بھی قطعاً درست نہیں......اگر آپ غور

کریں گے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ ہمارے معاشرے میں ساس، بہو، نندوں، جٹھانیوں وغیرہ کی ''قاتلانہ'' لڑائیوں کا بہت بڑا سبب ہی ایک بیوی پر قناعت والا نظام ہے، عورت کے پاس اگر لڑنے کے لئے ''سوکن'' ہو تو ساس، دیورانیاں وغیرہ لڑائی سے محفوظ رہیں گی...... اور حقیقت ہے کہ جن معاشروں میں تعددِ زوجات کا رواج ہے، وہاں ساس بہو کی ''قاتلانہ'' لڑائیوں کا ایسا رواج نہیں جیسا ہمارے معاشرے میں ہیں۔

الغرض عمومی طور پر عورتوں نے آپس میں کسی نہ کسی سے جھگڑنا تو ہوتا ہی ہے، خواہ سوکن سے جھگڑیں یا ساس، نند وغیرہ سے، ایسی خواتین کی تعداد بہت ہی کم ہوتی ہے جو شوہر کے رشتہ داروں میں سب سے محبت کرے، لہٰذا ''لڑائی'' کے خوف سے نکاح سے اجتناب تو درست نہیں، ہاں طریقہ کار ضرور ایسا اختیار کیا جائے جس میں فساد کا کم سے کم اندیشہ ہو۔ چنانچہ وہ لوگ جنہوں نے ابھی تک ایک نکاح بھی نہیں کیا ان کے لئے متعدد بیویاں جمع کرنا بہت ہی آسان ہے...... وہ اس طرح کہ ایسے لوگ پہلی شادی کسی طلاق یافتہ یا بیوہ سے کریں اور جب نفس ورغلانے کی کوشش کرے تو نفس کو سمجھائیں کہ...... ''شادی زندگی میں صرف ایک بار ہی نہیں ہوتی''...... تین کا مزید اختیار رہے گا، یوں ایک شادی کے بعد بہت ہی جلد ان کے لئے ممکن ہوگا کہ وہ دوسری شادی کرسکیں اور ان کی پہلی زوجہ اس لئے زیادہ رکاوٹ نہیں ڈال سکے گی کہ اسے معلوم ہوگا کہ ایک سے ایک کنواری اور خوبصورت لڑکی موجود ہونے کے باوجود میرے شوہر نے عمر میں مجھ سے کم ہونے اور مالی، خاندانی اور تعلیمی لحاظ سے مجھ سے برتر ہونے کے باوجود مجھ سے نکاح صرف اس بناء پر کیا کہ...... ''شادی زندگی میں صرف ایک بار نہیں ہوتی......''

اور جو لوگ ایک نکاح کر چکے ہیں، انہیں چاہئے کہ دوسری شادی سے قبل کچھ وقت تک پہلی زوجہ کی انتہائی صبر وتحمل اور محبت کے ساتھ ذہن سازی کی کوشش کریں، کیونکہ اگر پہلی زوجہ کو اعتماد میں لے کر یہ کام کیا جائے تو فسادات کا امکان کم ہوجاتا ہے، اور اس دوران اس بات کا بہت اہتمام بھی ہو کہ بیوی کی طرف سے ردّعمل اور مختلف قسم کی دھمکیوں کو عورت کی فطرت اور معاشرے کی جہالت کا حصہ سمجھ کر ٹھنڈے دل سے برداشت کیا جائے۔ اس دوران بیوی پر غضب کا بالکل اظہار نہ کرے، ہمارے معاشرے میں چونکہ اس سنّت کا بالکل رواج نہیں اس لئے پہلی بیوی کو اس پر واقعی بہت تکلیف ہوتی ہے۔ یوں اگر کوئی مرد بیوی کے ردّعمل کو محبت سے برداشت کرنے کے بجائے الٹا اس پر برسنا اور گرجنا شروع کردے گا یا خدانخواستہ اسے بلیک میلنگ کے طور پر طلاق کی دھمکیاں دینا شروع کردے گا تو یہ اقدام اس کی زوجہ کی غیرت کو مزید بھڑکائے گا اور ان حرکتوں سے اس کے دل میں شوہر کے دوسری شادی کی نفرت کم ہونے کے بجائے مزید بڑھ جائے گی۔

لہٰذا یہ ایک بہت ضروری امر ہے کہ دوسری شادی کے لئے دھمکی آمیز لہجہ قطعاً اختیار نہ کیا جائے اور معصوم بیوی کو بلاوجہ اذیت دینے کی یا خاندان والوں کے سامنے اس کی برائیاں بیان کر کے اسے ذلیل کرنے کی ہرگز کوشش نہ کی جائے بلکہ انتہائی محبت والفت، حوصلے اور برداشت کے ساتھ اس کی ذہن سازی کی کچھ وقت تک کوشش کی جائے اور محبت سے زوجہ کے دماغ میں یہ بات اتارنے کی کوشش کی جائے کہ دوسری شادی سے آپ کا مقصد اسے ذلیل یا رسوا کرنا نہیں...... اور نہ ہی آپ کے دل میں زوجہ سے محبت میں کمی آپ کو اس شادی پر ''ورغلا'' رہی ہے...... اور نہ ہی ان شاءاللہ اس کے بعد آپ زوجہ کو محبت کی کمی کا احساس ہونے دیں گے، پھر دوسری شادی کے بعد بھی خصوصاً ابتدائی دنوں میں پہلی زوجہ کے ساتھ ایسا معاملہ

نہ برتا جائے کہ جس سے اس کو ادنیٰ سا بھی شائبہ ہو کہ آپ کے دل میں اس کی محبت میں کمی واقع ہوگئی ہے۔ان سب باتوں پر آپ کو جس صبر اور حوصلے کا مظاہرہ کرنا پڑے گا اس کے سبب ان شاء اللہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑے اجر کے مستحق ٹھہریں گے،البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ ذہن سازی کے لئے وقت کی ایک حد مقرر کر لی جائے،مثلاً دو ماہ، چھ ماہ، سال وغیرہ اور اس انتظار میں نہ رہا جائے کہ جب تک مکمل ذہن سازی نہیں ہوتی یہ شادی نہیں کروں گا کیونکہ اصل ذہن سازی ہوتی ہی عمل سے ہے، ورنہ عین ممکن ہے کہ ساری عمر ذہن سازی ہی کرتا رہے گا اور جب بیوی کا ذہن تیار ہو تو خود نکاح کے قابل نہ رہے......لہٰذا عملی اقدام کی طرف توجہ سے غافل نہ ہوا جائے۔

تیسری بات یہ کہ اس کا بھی اہتمام رکھا جائے کہ دوسری زوجہ کو پہلی سے الگ اور علیحدہ رہائش دی جائے،سوکنوں کے جھگڑوں سے محفوظ رہنے کا اس سے بہتر حل کوئی نہیں۔اگر مالی فراوانی نہ ہو اور اس بناء پر نئی زوجہ کے لئے کسی درمیانے درجے کی الگ رہائش کا بندوبست ممکن نہ ہو مثلاً الگ مکان کا کرایہ ادا کرنا مشکل ہو تو پھر اس کی کوشش کرے کہ دوسری شادی کے لئے کوئی اتنی غریب لڑکی تلاش کرے جو کم درجہ کے گھر یعنی بہت ہی کم کرائے والے مکان میں رہنے پر راضی ہو جائے۔نکاح کے بعد اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ برکت عطا فرما کر آسانی پیدا فرما دیں گے اور کسی مناسب درجہ کی الگ رہائش کے لئے جیب میں گنجائش پیدا فرما دیں گے......اگر آپ کا کوئی قریبی رشتہ دار یا دوست بھی دوسری شادی کے لئے تیار ہو تو...... دو تین افراد مل کر ایک درمیانے درجے کا گھر یا فلیٹ کرائے پر لے سکتے ہیں،جس سے گیس،بجلی کا بل اور ماہانہ راشن مشترک ہو کر تقسیم ہو جائے گا اور شخص واحد کی جیب پر زیادہ بوجھ بھی نہ پڑے گا اور دوسری زوجہ کے لئے پہلی زوجہ سے الگ رہائش کا انتظام بھی ہو جائے گا......الغرض یہ اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے طریقے ہیں جن پر عمل کر کے تعدد زوجات سے پیدا ہونے والی مشکلات کو کم کیا جا سکتا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ جب انسان اخلاص اور سنجیدگی کے ساتھ کسی کام کا پختہ عزم کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستہ کھولتے چلے جاتے ہیں، چنانچہ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جو نوجوان تعدد زوجات پر عمل کے بارے میں اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے اخلاص اور سنجیدگی کے ساتھ عملی کوشش کرے گا،اس کے سامنے بہت سی ایسی تدبیریں اور راستے کھلتے چلے جائیں گے جنہیں اختیار کر کے اس کے لئے اس سنت پر عمل آسان ہو جائے گا اور اگر عزم و ارادہ ہی نہ ہو تو بنی اسرائیل کی طرح مختلف قسم کی شقیں اور اشکالات نکال نکال کر ساری عمر معاملے کو ٹہلانے کی کوشش ہی میں لگا رہے گا۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تین آدمی ایسے ہیں کہ جن کی مدد اللہ تعالیٰ نے خود پر واجب کر لی ہے:

① وہ نکاح کا ارادہ کرنے والا جس کا مقصد نکاح کے ذریعے خود کو بے حیائی سے بچانا ہو۔

② اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا۔

③ وہ غلام جو خود کو آزاد کرانے کی کوشش میں لگا رہے۔''

سعودی عرب کے ایک مشہور عالم محمد الامین الشنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بعض ملحد اور دشمنانِ دین کا دعویٰ ہے کہ ایک سے زائد بیویاں رکھنے کے نتیجے میں بیویوں میں

جو کچھ جھگڑا فساد ہوتا ہے اس سے زندگی کی رونق (اورمزا) کرکرا ہوجاتا ہے کیونکہ مرد جب کسی ایک زوجہ کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے تو دوسری ناراض ہوجاتی ہے۔ دوسری کو خوش کرنا چاہتا ہے تو پہلی ناراض ہوجاتی ہے، یوں وہ ہمیشہ دو ناراضیوں میں سے ایک کا بہر حال شکار رہتا ہے، اور خود کو ایسی پریشانی میں مبتلا کرنا حکمت و مصلحت کا کام نہیں...... جولوگ اس بنیاد پر تعدد زوجات کی مخالفت کرتے ہیں ان کا کلام ایسا ساقط اور کمزور ہے کہ جس کا لغو اور بے کار ہونا کسی عقلمند پر مخفی نہیں، کیونکہ ایک گھر میں آپس میں نوک جھوک اور جھگڑے ایک ایسا کام ہے جس سے فرار کا کوئی راستہ ہی نہیں، بعض مرتبہ (نکاح کے بعد) مرد کے اپنی والدہ سے اختلافات شروع ہوجاتے ہیں (اور والدہ کو شکایت ہونے لگتی ہے کہ بیوی کو زیادہ وقت کیوں دے رہا ہے یا بیوی ساس کی خدمت کیوں نہیں کرتی) بعض مرتبہ والد اور بیٹے میں نوک جھوک شروع ہوجاتی ہے، بعض مرتبہ مرد کے اپنی اکلوتی بیوی سے اختلافات اور لڑائی جھگڑے شروع ہوجاتے ہیں، الغرض گھر کے مختلف افراد کی آپس میں نوک جھوک اور جھگڑے معاشرے میں ایک معمول کی سی بات سمجھا جاتا ہے اور ان اختلافات کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی چنانچہ ایک سے زائد بیویاں رکھنے میں جو کچھ فسادات و اختلاف ہوتے ہیں، ان فسادات و اختلافات کی اُن مصلحتوں کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں جو مصلحتیں اس سنت پر عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہیں، مثلاً متعدد عورتوں کو عفت و پاکدامنی کی زندگی میسر ہوتی ہے، قوم کی تمام عورتوں میں سے ہر ایک عورت کے لئے ایک اچھے مرد سے نکاح کا حصول با آسانی ممکن ہوجاتا ہے، بچوں کی شرح پیدائش میں اضافہ ہوتا ہے، تاکہ امت اپنی کثرت کے باعث (مختلف شعبوں میں) دشمنانِ اسلام کے سامنے ٹھہر سکے، الغرض (یہ اور اس جیسی اور بھی) بڑی بڑی مصلحتوں اور فوائد کے مقابلے میں، سوکنوں کے آپس کے جھگڑوں جیسے فسادات کچھ معنی نہیں رکھتے، لہٰذا ہم یہ فرض بھی کرلیں سوکنوں کے جھگڑے فساد کا سبب ہیں یا دوسری شادی کے نتیجے میں پہلی بیوی کو جو کچھ تکلیف ہوتی ہے، تو بیوی کو ایسی تکلیف پہنچانا بھی فساد کا سبب ہے تو شریعت کی نظر میں ترجیح اس بات کو ہے کہ بڑی بڑی مصلحتوں کی خاطر ان چھوٹے فسادات کو برداشت کیا جائے...... اس کی مثال یہ ہے کہ انگور سے شراب نچوڑی جاتی ہے، جو تمام برائیوں کی جڑ ہے، مگر انگور سے جو بڑے فوائد حاصل ہوتے ہیں ان کے پیش نظر انگور کے وجود کو برقرار رکھنا ہی مناسب سمجھا جاتا ہے اور شراب کے نقصانات کو دیکھ کر انگور کے وجود ہی کو ختم کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی...... پس قرآن نے مرد کے لئے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کو حلال قرار دیا، عورتوں کی مصلحت کی خاطر تاکہ کوئی بھی عورت کسی مرد سے نکاح سے محروم نہ رہ سکے اور مرد کی مصلحت کی خاطر تاکہ کوئی مرد ایک بیوی پر اکتفا کرکے نکاح سے وابستہ بہت سی مصلحتوں سے محروم نہ رہ سکے اور اجتماعی سطح پر امت کی مصلحت کی خاطر تاکہ شرح پیدائش میں اضافہ کے باعث امت کی تعداد

میں اضافہ ہو اور امت کے لئے اللہ کے کلمہ کو پوری دنیا میں بلند کرنا ممکن ہو۔ پس تعدد زوجات ایک ایسے باخبر کی طرف سے نازل کردہ حکم ہے جو حکمت والا ہے، اس حکم پر اعتراض وہی کرسکتا ہے جس کی بصیرت کو اللہ نے کفر کی گمراہیوں سے اندھا کردیا ہو، اور بیویوں کی تعداد کو چار کے عدد میں منحصر کردینا بھی ایک حکمت والے اور باخبر کی طرف سے مقرر کردہ حد ہے، کیونکہ اس سے کم بیویاں رکھنے میں مرد نکاح سے وابستہ بعض فوائد سے محروم ہوسکتا ہے اور اس سے زائد بیویاں رکھنے میں اس کا زیادہ امکان ہے کہ عدل اور بیویوں کے حقوق ادا نہ ہوسکیں گے۔'' (والعلم عند اللہ تعالیٰ)

محمد الأمين الشنقيطي

(فقہ تعدد الزوجات بحوالہ اضواء البیان: ۳۷۷/۳)

ایک اور عرب عالم عبد اللہ الفقیہ لکھتے ہیں:

''اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان عورتوں کے خلاف بہت غیرت آتی تھی جو خود کو نکاح کے لئے از خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کردیتی تھیں۔ نیز صحیح بخاری میں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج دو جماعتوں میں منقسم تھیں، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک زوجہ کے گھر تشریف فرما تھے، اسی دوران دوسری زوجہ نے ایک پیالے میں خادم کے ہاتھ کھانا بھجوایا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جس زوجہ کے گھر تھے، ان زوجہ کو (اپنی باری میں سوکن کی اس مداخلت پر اتنی غیرت آئی کہ) انہوں نے اس پیالے کو لے کر زمین پر دے مارا اور اس کے دو ٹکڑے کردیے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری ماں کو غیرت آ گئی اس کے بعد آپ نے زمین پر جھک کر اس پیالے کو جوڑا اور اس میں کھانا (دوبارہ) ڈالا اور (اس وقت موجود افراد کو) کھانا تناول کرنے کا حکم دیا۔ مگر یہ مشکلات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو متعدد بیویاں رکھنے سے باز نہیں رکھ سکیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ مرد جب پہلی زوجہ کو اعتماد میں لئے بغیر اور اسے راضی کئے بغیر دوسری شادی کرے تو مشکلات زیادہ ہوتی ہیں اور اسے راضی کر کے یہ اقدام کرے تو مشکلات کم ہوجاتی ہیں، لیکن اگر وہ بیوی کو راضی کرنے کی کوشش کرے اور پھر بھی بیوی راضی نہ ہو تو بھی مرد کے لئے یہ اقدام جائز ہے، کیونکہ مرد کو دوسری شادی سے (زبردستی) روکنے کا نہ تو بیوی کو حق ہے اور نہ ہی بیوی کے ولی (یعنی والد، چچا، بھائی وغیرہ) کو حق ہے۔ لہٰذا عورت کو چاہئے کہ اس کا شوہر جب کسی عورت سے نکاح کا خواہش مند ہو تو اس کے راستے میں رکاوٹ نہ بنے کیونکہ اس کا یہ (زبردستی) رکاوٹ ڈالنا بسا اوقات طلاق کا یا شوہر کے دل میں زوجہ کی نفرت کا سبب بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کے احوال کو درست فرمائے۔''

عبد الله الفقيه

رقم الفتوى: ٢٠٠٣٣

www.islamweb.net

نکاح سے متعلق بہت سے شرعی احکام ایک بیوی والے رواج پر پوری طرح منطبق نہیں ہوتے

یاد رکھیے! اسلام نے عائلی قوانین سے متعلق جو قوانین پیش کئے ہیں، وہ اس قوم کو ملحوظ رکھ کر پیش کئے جس قوم میں ایک سے زائد شادیوں کا عملی رواج ہو...... جس قوم میں من حیث القوم ایک بیوی پر اکتفا کا رواج ہو، اس قوم پر اسلام کے یہ احکام پوری طرح منطبق (Adjust) ہی نہیں ہوتے...... جیسے:

تین طلاقوں کو نافذ کرنے کا مقصد مرد کو سزا دینا تھا

زمانہ جاہلیت میں کوئی مرد جب اپنی بیوی کو طلاق دیتا تو اس کے لئے کوئی حد مقرر نہ تھی، طلاقیں دیتا رہتا اور جب عورت کی عدت ختم ہونے کا وقت قریب ہوتا تو رجوع کر لیتا، یوں نہ تو اسے بیوی بنا کر رکھتا اور نہ ہی اس قابل چھوڑتا کہ یہ عورت عدت گزار کر کہیں اور نکاح کر سکے، کیونکہ عدت گزارنے ہی نہیں دیتا تھا۔ شریعت نے طلاق سے متعلق مرد کے اختیارات محدود کئے اور طلاق دینے کے لئے اوقات کے لحاظ سے بھی کچھ اصول وضوابط مقرر کئے اور اسے یہ باور کرایا کہ طلاق سے متعلق ان احکام کی اس نے خلاف ورزی کی تو اسے ''سزا'' ملے گی۔ مگر اس سزا کا تحقق ایک بیوی والے نظام میں پوری طرح ممکن ہی نہیں...... طلاق سے متعلق ان احکام کا خلاصہ یہ ہے کہ:

① طلاق حالتِ حیض میں نہ دی جائے۔ (صحیح مسلم) کیونکہ حالتِ حیض میں طلاق کے دو نقصانات ہیں:

(الف)...... عورت کی عدت تین حیض (تقریباً تین ماہ) سے کچھ زائد ہو جائے گی اور عدت کے لمبے ہونے سے عورت کو یہ نقصان ہوگا کہ یہ جلد اپنا نکاح کہیں اور نہ کر سکے گی، بلکہ اسے تین ماہ سے بھی زائد ...... ''کچھ وقت''...... انتظار کرنا پڑے گا۔

(ب)...... حالتِ حیض میں مرد کی اپنی زوجہ کی طرف بھرپور رغبت نہیں ہوتی، یوں طبعی نفرت کے باعث اس کا بہت امکان ہوتا ہے کہ مرد طلاق کے اس قبیح فعل میں جلد بازی سے کام لے اور بعد میں پشیمانی ہو۔ چنانچہ حکم دیا گیا کہ طلاق اس وقت دی جائے جب بیوی کی طرف جماع کی بھرپور رغبت ہو۔

② طہر (پاکی کے ایام) میں بھی طلاق اس وقت جائز ہے جب زوجہ سے ہمبستری نہ کی ہو ورنہ حمل ٹھہر گیا تو عورت کی عدت کی مدت لمبی ہو جائے گی، جس سے اس کے لئے دوبارہ نکاح میں تاخیر لازم آئے گی...... نیز ایک مرتبہ ہمبستری کر لینے کے بعد زوجہ کی طرف طبعی رغبت میں بھی کچھ کمی پیدا ہو جاتی ہے اور عین ممکن ہے کہ مرد کی طرف سے طلاق کا اقدام رغبت کی اس کمی کے باعث صادر ہوا ہو، یوں جلد بازی میں واقع ہونے والی اس طلاق پر بعد میں پشیمان ہو...... لہٰذا مرد کو پشیمانی سے بچانے کے لئے اس طہر میں طلاق کو ناجائز قرار دیا گیا، جس طہر میں ایک مرتبہ ہمبستری کر لی گئی ہو اور جب تک ہمبستری نہ کی ہو تو بیوی کی طرف بھرپور رغبت کے باعث مرد طلاق کے بارے میں کئی بار سوچے گا کہ طلاق دینا مناسب ہے یا نہیں؟ اور اس

دورانِ عورت کے لئے اس بات کو حرام قرار دیا گیا کہ وہ بلاضرورت شدید عدت (تین ماہواریاں) گزرنے سے قبل شوہر کے گھر سے نکلے......اور نہ ہی شوہر کو اجازت دی گئی کہ وہ زوجہ کو طلاق کے بعد گھر سے نکالے۔ چنانچہ عدت گزرنے کے بعد نکاح ٹوٹ جائے گا اور اب معاملہ مرد کے ہاتھ سے نکل کر عورت اور اس کے اولیاء کے ہاتھ میں چلا جائے گا۔ وہ اگر چاہیں تو دوبارہ اس مرد کے نکاح میں اس عورت کو دے سکتے ہیں، نہ چاہیں تو مرد اب طلاق سے رجوع کا اعلان کر کے زبردستی اس عورت کو چھین نہیں سکتا۔

③ ایک طہر (دو ماہواریوں (Periods) کے درمیان کا وقت) میں ایک سے زائد طلاق پر پابندی لگائی، لہٰذا دوسری طلاق دینی ہو تو مرد کو اب اگلی ماہواری کا انتظار کرنے پڑے گا اور پھر جب عورت حیض سے پاک ہوگی اور یوں مرد کی اپنی اس زوجہ کی طرف رغبت کامل طور پر بڑھ چکی ہوگی تو جماع (ہمبستری) سے قبل دوسری طلاق دی جائے۔ اسی تفصیل کے مطابق تیسری طلاق کے لئے تیسرے طہر کا انتظار کیا جائے۔

الغرض اس تیسرے طہر میں ہمبستری سے قبل مرد کی اپنی زوجہ کی طرف بھرپور رغبت کے باوجود بھی طلاق دینا اس بات کی علامت ہوگا کہ یہ مرد واقعی اس بیوی سے جان چھڑانا چاہتا ہے کہ اتنی بھرپور رغبت کے باوجود بھی طلاق دے رہا ہے، ایسا نہیں کہ جماع کے ذریعے اپنی خواہشِ نفس تو پوری کر لی اور اب جب عورت سے دل بھر گیا تو طلاق دے کر اسے ''ٹہلانے'' کی کوشش کر رہا ہے...... نیز اس بات کا بھی امکان ہے کہ اگر طلاق سے متعلق ان احکام کی رعایت رکھی تو تیسری طلاق کے بعد مرد کو اس پر پشیمانی نہیں ہوگی، نیز اس تیسری طلاق سے پہلے پہلے اس بات کا بھی بہت زیادہ امکان رہے گا کہ اللہ تعالیٰ زوجین میں صلح صفائی کا کوئی راستہ پیدا فرما دیں...... لہٰذا اتنا وقت بیوی سے دور رہنے پر مرد کو اگر ندامت اور پشیمانی ہوئی تو اس تیسری طلاق سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ نے مرد کو رجوع کا اختیار دے کر اسے اس مصیبت سے نکلنے کا اختیار دے رکھا ہے، جس مصیبت میں اس نے خود کو گرفتار کیا تھا۔

سورۂ طلاق میں اللہ تعالیٰ ان احکام کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

{یأیها النبی إذا طلقتم النساء . . .} (الآیۃ) (سورۂ طلاق: ۱۷۲)

ترجمہ: اے نبی! (لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت کے اوقات میں طلاق دو (یعنی حالتِ حیض میں اور ایک طہر میں ایک سے زائد طلاق نہ دو بلکہ طلاق کو عدت کے اوقات یعنی تین طہروں میں تقسیم کر دو) اور عدت کو شمار کرتے رہو (تاکہ عدت کے حساب میں گڑبڑ نہ ہونے پائے) اور (طلاق اور عدت سے متعلق) یہ اللہ کی متعین کردہ حدود ہیں اور جو کوئی اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے گا تو تحقیق اس نے ......''خود پر''...... ظلم کیا، تمہیں علم نہیں کہ شاید اللہ اس (طلاق) کے بعد کوئی نئی بات پیدا فرما دے۔ پھر جب وہ عورتیں اپنی عدت کے اختتام کو پہنچنے لگیں تو انہیں یا تو بھلے طریقے سے روک لو یا عمدہ طریقے سے رخصت کرو...... اس مضمون سے اس شخص کو

نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے (یعنی طلاق وعدت سے متعلق ان احکام میں شریعت کے بیان کردہ طریقے کی رعایت کرتا ہے تو) اللہ اس کے لئے (مصیبت سے) نکلنے کا راستہ پیدا فرما دیتا ہے۔ (سورۃ طلاق)

اسلام نے طلاق سے متعلق ان احکام کو بیان کر کے یہ واضح کر دیا کہ اسلام کے دنیا میں آنے کے بعد طلاق کے معاملے میں اب مرد زمانۂ جاہلیت کی طرح آزاد نہیں کہ جب چاہے بیوی سے خواہشِ نفس پوری کرتا رہے اور جب چاہے، جیسے چاہے اور جتنی چاہے طلاقیں بھی دیتا پھرے......اور جب عدت پوری ہونے لگے اور عورت کو یہ اُمید ہو چلے کہ اس ظالم کے چنگل سے آزاد ہو کر کہیں اور نکاح کے قابل ہو جاؤں گی تو یہ ظالم دوبارہ رجوع کر کے اسے اپنے چنگل سے نکلنے کا موقع ہی نہ دے...... بلکہ شریعت نے قانون بنایا کہ طلاق سے متعلق اگر اس نے جلد بازی سے کام لیا یعنی شریعت کے بیان کردہ طریقے کے مطابق طلاق نہ دی تو اب اسے سزا ملے گی اور وہ سزا یہ ہے کہ:

① ایسے مرد کو اللہ کی حدود کو توڑنے والا اور اللہ سے نہ ڈرنے والا قرار دیا جائے گا۔

② اسے اپنی ہی جان پر ظلم کرنے والا (فقد ظلم نفسه) قرار دیا جائے گا......جس کی صورت یہ ہوگی کہ اس کی طلاق کو بہرصورت نافذ قرار دیا جائے گا تا کہ محدود طلاق کا شریعت نے اسے جو اختیار دیا ہے وہ محدود ہی رہے اور یوں جب بھی یہ طلاق واقع کرے گا خواہ ہنسی مذاق میں ہی کیوں نہ ہو یا شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، اس کا اختیار محدود ہوتا چلا جائے اور جیسے جیسے یہ طلاق کا لفظ استعمال کرے......طلاق کا عدد اس کے حق میں کم ہوتا چلا جائے اور اسی کے بقدر عورت اس کی قید سے آزاد ہوتی چلی جائے گی......لہٰذا اگر اس نے اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے کسی بھی طرح دو مرتبہ طلاق دے دی تو آئندہ صرف ایک مرتبہ رجوع کا حق رہے گا......خواہ ان طلاقوں کے بعد عملاً رجوع کرے یا نہ کرے، اگر رجوع نہیں کیا اور عدت کے بعد جب نکاح ختم ہوا تو اگرچہ اس کی تو اجازت ہے کہ زوجہ کو بہلا پھسلا کر اس کی رضا سے دوبارہ نکاح کرے......مگر یہ نقصان بہر حال ہوگا کہ اب دوبارہ نکاح کے بعد بھی اگر طلاق دی تو اب رجوع کا اختیار نہیں رہے گا......لہٰذا اب یہ مرد اس زوجہ سے دوبارہ نکاح بھی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ دوبارہ نکاح کی اجازت دینا اس مرد کو تین طلاقوں پر دوبارہ قدرت دینے کے مترادف ہے۔ یوں شریعت نے یہ واضح کر دیا کہ ہم نے زمانۂ جاہلیت کے برعکس مرد کے اختیارات کو جو تین طلاقوں میں محدود کیا تھا تو اس کا مطلب واقعی صرف اور صرف ''تین'' ہی تھا...... چار، پانچ...... یا...... چھ......نہ تھا۔

الغرض اس معاملہ میں شریعت نے مرد کے اختیارات کو ایسا محدود کیا کہ ساری زندگی کے لئے اسے طلاق کے تین اعداد دے کر اچھی طرح باور کرا دیا کہ کوئی بھی شخص زمانۂ جاہلیت کی طرح اب طلاق کو کھیل تماشے کی چیز بنا ہی نہیں سکتا......لہٰذا اگر کھیلنا ہو تو ساری زندگی اتنے محدود اعداد سے ہی کھیل سکتے ہو اور عورت کو یرغمال بنا کر رکھنا اب ممکن ہی نہیں......لہٰذا اب اگر کسی مرد نے تین طلاقیں دے ڈالیں تو اگر شریعت کے متعین کردہ طریقے کے مطابق دی تھیں تو اسے اس پر ندامت ہوگی ہی

نہیں...... کیونکہ اس نے بہت سمجھ بوجھ اور بصیرت کے ساتھ عورت کو اپنے نکاح سے مکمل طور پر خارج کیا ہوگا اور اگر جذبات سے مغلوب ہو کر عجلت سے کام لیتے ہوئے حدود اللہ کو توڑ ڈالا اور اکٹھی تین طلاقیں دے ڈالیں تو اب مرد کے لئے اس عورت کو بہلا پھسلا کر اور ورغلا کر اس سے دوبارہ نکاح بھی ممکن نہیں کیونکہ ''سونے کی چڑیا'' اس کے ہاتھ سے اُڑ کر کئی درختوں میں سے اپنے ''منتخب کردہ'' سب سے زیادہ خوشنما درخت پر اس طور پر جا بیٹھی ہے...... کہ جب تک اس دوسرے درخت کا مالک سونے کی اس چڑیا کو اپنے اختیار سے آزاد نہ کردے...... اس وقت تک پہلا مرد اس بات پر کف افسوس ہی ملتا رہے گا کہ اس نے چڑیا کو اڑانے کے لئے یکدم پوری مٹھی کیوں کھول دی تھی......؟

اسی عمل کو ''شرعی حلالہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے...... یعنی عورت کی طبیعت میں چونکہ لچک اور نرمی ہوتی ہے اس لئے اس بات کا بھرپور امکان تھا کہ جس شوہر کے ساتھ عورت نے طویل زندگی گزاری، تین طلاقیں دینے والا وہ شوہر اپنی اس طولِ مصاحبت کا فائدہ اُٹھا کر عورت کو دوبارہ بہلا پھسلا کر اسی سے نکاح کرلے اور یوں از سرِ نو اسے تین طلاقوں کا اختیار حاصل ہوجائے، مگر شریعت نے اس درجے میں شوہر کو دوبارہ اختیار دینا پسند نہ کیا اور یہ شرط لگادی کہ عورت اب جب تک کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے گی اور وہ اپنی مکمل رضا و رغبت سے اسے طلاق نہ دے گا...... پہلا مرد اس عورت سے نکاح نہیں کرسکتا...... یوں اس عورت کا معاملہ پہلے مرد کے ہاتھ سے نکل کر دوسرے زوج کے ہاتھ میں چلا گیا اور پہلا شوہر اس معاملے میں اب مکمل ''بے اختیار'' اور ''بے بس'' ہوگیا......

مگر یہ بات واضح رہے کہ طلاق سے متعلق شریعت نے یہ احکام جس معاشرے کے لئے نازل کئے، یہ وہ معاشرہ ہے جس میں ہر مرد ایک سے زائد بیویاں رکھنے کا غیر معمولی شوق رکھتا ہے...... جس کے باعث معاشرے میں غیر شادی شدہ خواتین کی تعداد اتنی کم ہے کہ طلاق دینے والے مرد کو دوبارہ کسی عورت کی تلاش کے لئے عموماً اس انتظار میں رہنا پڑتا ہے کہ کسی کو طلاق ہو یا کوئی بیوہ ہو...... تو میں نکاح کا فوراً پیغام بھیجوں اور پہلی بیوی جو مہر کی اتنی بھاری بھرکم رقم کے ذریعے حاصل کی تھی ...... نہ صرف یہ کہ وہ ہاتھ سے نکل گئی بلکہ اب نئے نکاح کے لئے تین مزید مشکلات اس کے سامنے ہوں گی۔

① جہاں یہ پیغام نکاح بھیجے گا وہاں اس جیسے اور بھی بہت سے بھیج رہے ہوں گے اور لڑکی کا والد صرف Selection یعنی انتخاب کا کام کررہا ہوگا...... لہٰذا طلاق دینے والے مرد کے لئے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بعد دوبارہ اس کے متبادل رشتہ تلاش کرنا آسان کام نہیں، جہاں پیغام بھیجے گا وہاں Supply کے مقابلے میں طلب (Demand) کی زیادتی کے باعث اوروں نے بھی پیغام بھیجا ہوا ہوگا۔

② اسے معلوم ہوگا کہ دینداری، خاندان، مال، پیشہ اور نسب وغیرہ کے اعتبار سے جو لڑکیاں مجھ سے برتر ہیں، ان کے اولیاء تو پیغامِ نکاح قبول ہی نہیں کریں گے لہٰذا ان چیزوں میں خود سے کمتر لڑکیوں کے والدین کی طرف نکاح کا پیغام بھیجے گا، یوں اس کے حق میں نکاح کے قابل لڑکیوں کی تعداد مزید کم ہوجائے گی۔

③ Supply کے مقابلے میں Demand کی زیادتی کے باعث نکاح سے متعلق عورتوں کی مہر کی رقم کی تعداد بہت زیادہ ہوگی...... لہٰذا پہلی بیوی کو کئی لاکھ جو مہر دیا تھا وہ تو ختم...... اب کسی مناسب لڑکی سے دوبارہ شادی کے لئے نئے سرے

سے مہر کی اتنی بڑی رقم کا دوبارہ انتظام کرنا پڑے گا۔

④ طلاق اس نے اگر شریعت کے مخالف طریقے کے مطابق دی ہوگی تو عین ممکن ہے کہ معاشرے میں یہ بات بھی اس کے نااہل ہونے کی علامت سمجھی جائے اور عین ممکن ہے کہ دوبارہ جس لڑکی کو یہ پیغام نکاح بھیجے اس کا والد اسی بات کو بنیاد بنا کر لڑکے کو نااہل سمجھے اور جذبات سے مغلوب ہونے والے ایسے شخص کا رشتہ قبول کرنے سے انکار کردے، کیونکہ لڑکی کے باپ کے پاس اپنی بچی کے رشتوں کی کمی نہ ہوگی اس نے تو محض پے درپے مختلف قسم کے متوجہ ہونے والے رشتوں میں صرف Selection کا کام کرنا ہے اور ظاہر ہے اچھے رشتوں کا انتخاب اسی قسم کی باتوں کو ملحوظ رکھ کر کیا جاتا ہے۔

دوسری طرف اس کی طلاق یافتہ زوجہ کے بارے میں مسلمانوں کو جب علم ہوگا کہ کسی مسلمان عورت کو طلاق ہوئی ہے تو اس عورت کی طرف دھڑا دھڑ نکاح کے پیغامات شروع ہوجائیں گے......اور یہ پیغامات حلالہ کرنے والوں کے نہیں ہوں گے، عزت کے ساتھ بیوی بنا کر رکھنے والوں کے ہوں گے......اوران پیغام کی اتنی کثرت ہوگی کہ قرآن کو پابندی لگانا پڑے گی کہ مسلمان حضرات نکاح کے پیغام کے لئے عدت گزرنے کا انتظام کریں، مگر پھر قرآن مسلمانوں کی رغبت کو دیکھتے ہوئے اس حکم میں تبدیلی کرے گا اور مسلمان مردوں کو اتنی اجازت دے دی جائے گی کہ پیغام نکاح تو عدت گزرنے کے بعد ہی بھیجا جائے ابھی گول مول طریقے سے عورت کو اپنے پیغامِ نکاح کے ارادے پر مطلع کرسکتے ہو......تاکہ عورت اور اس کے اولیاء کی کچھ نہ کچھ توجہ تمہاری طرف بھی رہے۔

چنانچہ فاطمہ بنت قیس کی طلاق ہوگی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے زید بن حارث، عبدالرحمن بن عوف، معاویہ بن ابی سفیان، ابوالجہم اوران جیسے دوسرے قریشی سرداروں کے رشتے متوجہ ہوں گے......جعفر طیار کی بیوی بیوہ ہوگی تو انہیں سمجھ نہ آتا ہوگا کہ دوبارہ نکاح کے لئے ابوبکر جیسے صاحب فضیلت کو ترجیح دوں یا علی المرتضیٰ جیسے بہادر جوان کو......سبیعہ اسلمیہ بیوہ ہوں گی تو وضع حمل ہوتے ہی اور چند راتیں گزرتے ہی پیغامات نکاح موصول ہونا شروع ہوجائیں گے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کی نوبت آئے گی کہ بیوہ عورت کے لئے چند ہی راتیں گزارنے کے بعد فوراً نکاح جائز بھی ہے یا نہیں؟......حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی خاتون دوسری مرتبہ بیوہ ہوکر بھی اشرافِ قوم کے پیغامات موصول ہونے پر ان مختلف قریشی سرداروں میں سے بھی سب سے بہتر اور خود سے 15 سال عمر میں کم، شریف اور انتہائی معزز محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کررہی ہوں گی، اپنی شادی کے لئے نہ تو وظائف پڑھنے پر مجبور ہوں گی اور نہ ہی بزرگوں سے دعائیں کرواتی پھررہی ہوں گی......

الغرض عورت کو کوئی خاطرخواہ نقصان نہ ہوگا، کیونکہ اس کے لئے دوبارہ رشتہ کا حصول کوئی مشکل کام نہ ہوگا۔ حقیقی نقصان اس مرد کا ہوگا جس نے جلد بازی میں جذبات پر قابو نہ رکھتے ہوئے، ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں نکال دی ہوں گی، اور اس کی اس طلاق کو نافذ قرار دینے سے شریعت کا مقصد اس مرد کو خود اسی کی ذات کے حق میں ظالم قرار دے کر خود اسی کو نقصان پہنچانا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا جس نے ایک ہی وقت میں اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دے

ڈالی تھیں اس نے آپ سے مسئلہ پوچھا کہ کیا میرے لئے اب رجوع کی کوئی گنجائش ہے؟ حضرت ابن عباس نے سورۃ طلاق کی مذکورہ آیات کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا:

''تو (طلاق سے متعلق احکام میں) اللہ سے نہیں ڈرا، لہٰذا اللہ نے اب تیرے لئے (اس) مصیبت (جس میں تو نے خود کو گرفتار کیا ہے) سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں چھوڑا، تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی (لہٰذا) تیری بیوی تیرے نکاح سے خارج ہوگئی۔''

اس کے بعد آپ نے سورۂ طلاق کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

ومن یتق اللہ یجعل لہٗ مخرجا۔ (الآیۃ)

ترجمہ: جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے (مصیبت سے نکلنے کے لئے) راستے پیدا کر دیتا ہے۔

(رواہ ابوداؤد بسند صحیح)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی ایسا شخص لایا جاتا جس نے اکٹھی تین طلاقیں دی ہوتیں تو آپ کوڑا لے کر اس پر چڑھ دوڑتے، اس کے بعد اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کر ڈالتے۔ (مصنف ابنِ ابی شیبہ)

طلاق سے متعلق ان احکام میں شریعت کی یہ بہت بڑی مصلحت (کہ مرد کو نقصان ہو) تعددِ زوجات کی بغاوت کے باعث ہمارے معاشرے میں معطل ہو چکی ہے، اب کسی مرد نے اگر تین طلاقیں دی ہوں تو مرد کو تو کوئی ایسا خاص نقصان نہیں ہوتا جسے کوئی قابل تذکرہ نقصان کہا جا سکے اور وہ بہت آرام سے اس عورت کے متبادل بلکہ اس سے اچھی عورت تلاش کر سکتا ہے، بالغرض تلاش نہ بھی کرے تو بازار میں جب کھلا دودھ بہت ہے تو بھینس پالنے کی اسے ضرورت بھی نہیں......!!!، مگر عورت کا بیڑا غرق ہو جاتا ہے اور اس کی پہلی مرتبہ شادی جو اتنی اسکیموں اور بزرگوں کی خصوصی دعاؤں کے بعد ہوئی تھی اس کے شوہر کے اس ناجائز اقدام کی اس عورت کو اس کے کسی قصور کے بغیر ہی ایسی عبرتناک سزا ملتی ہے کہ طلاق کے متعلق موصول ہونے والے ایسے سوالات پڑھ کر دل کرتا ہے کہ کاش اس کے ''طلاقی شوہر'' کو زمانۂ جاہلیت کی طرح چوتھی، پانچویں اور چھٹی طلاق کا اختیار بھی ہوتا اور یوں جلد بازی میں تین طلاقیں دے کر اس نے اپنی بیوی کو معاشرے میں جو ایک ایسا ''تھوکا ہوا مال'' بنا ڈالا کہ جسے کوئی اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں اور آئندہ کے لئے بھی کسی اچھے مرد کے ساتھ ازدواجی زندگی سے محروم کر ڈالا، تو مرد کو چوتھی طلاق کا اختیار دے کر نقصانات کا کاش کچھ تو ازالہ ممکن ہوتا......؟ شریعت نے تو تین طلاقوں کو اس لئے نافذ کیا تھا تا کہ مرد کو جرم کی سزا ملے......مگر آج مرد کے جرم کی سزا عورت کیسے کاٹتی ہے......اس کا اندازہ ایک خاتون کے ساتھ پیش آنے والے اس خط سے لگائیے جو اس خاتون کے قلم سے ''آپ کے مسائل کا حل'' والے کالم میں ضربِ مؤمن میں شائع ہوا۔ استاذِ محترم حضرت مفتی محمد صاحب مدظلہ العالی کی طرف سے دیے گئے اس کے جواب کو خارج از موضوع ہونے کے باعث حذف کر کے صرف سوال نقل کر رہا ہوں:

''میری والدہ کا میرے خاوند کے ساتھ جھگڑا ہوا اور میرا خاوند غصے والا ہے، وہ بے قصور تھا،

خوامخواہ میری والدہ نے جھگڑا بنا دیا جس سے میرے خاوند نے کہا: ''بند کر لے اپنی زبان کو ورنہ میں تیری بیٹی کو طلاق دے دوں گا۔''

مزید بات بڑھ گئی جس پر میرے خاوند نے کہا کہ ''تیری بیٹی میرے او پر تین شرطیں طلاق ہے''
......مفتی صاحب! میرے غریب باپ نے مشکل سے میرا بوجھ ہلکا کیا تھا، جبکہ میں پھر ساری عمر کا بوجھ بن کر اپنے بوڑھے باپ کے کندھوں پر بیٹھ گئی ہوں، جناب میرا شوہر مجھے رکھنا چاہتا ہے اور میں بھی اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں لیکن لوگ کہتے ہیں کہ آپ حلالہ کرائیں، تو جناب میرا کوئی گناہ نہیں ہے، میں ساری عمر کے لئے اپنے پرائے میں بے غیرتی کی زندگی کیوں گزاروں؟ مرد کا کرنا دھرنا عورت کے گلے کا پھندا کیوں بنے؟ جبکہ یہ عورت ہی ہے جو ماں ہے تو اس کے پاؤں کے نیچے جنت ہے اور اگر بہن بیٹی ہے تو باپ اور بھائی کی پگڑی ہے، لیکن بیوی ہے تو خاوند کے پاؤں کی جوتی کیوں ہے؟ کیا اسے دنیا میں جینے کا حق نہیں ہے کہ بے گناہ ہونے کے باوجود ساری عمر لوگوں کے طعنے سنے اور پھر جو خاندان اس سے جنم دے وہ بھی لوگوں کی نظروں میں حقیر ہو کہ تیری ماں نے حلالہ کرایا تھا اور تیری دادی نے فلاں کے ساتھ حلالہ کرایا تھا؟ یہ کتنی بے غیرتی کی بات ہے کہ تین نسلوں تک وہ اس لقب سے یاد ہوتی رہے؟ اسلام تو ایک ایسا وسیع مذہب ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی جائے تو وہ قدرت والا معاف کرنے والا ہے۔ میرا خاوند اپنی زبان سے نکلے ہوئے لفظوں پر شرمندہ ہے، کیا وہ اپنا قصور اللہ کے ہاں معافی مانگ کر یا کوئی صدقہ وغیرہ دے کر اپنے گناہ کا کفارہ ادا نہیں کر سکتا جس سے مجھے زندگی کی لعنت سے بچایا جائے؟ مفتی صاحب! خدا کے لئے میرے لئے اس کا کوئی حل نکالیں، اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت میں بھلائی دے گا، اس دور میں بھی عورت کے ساتھ وہی ہو رہا ہے جو جہالت میں کیا جاتا تھا اس لئے کہ یہ بے بس اور دلدل کی چکی میں پھنسی ہوئی ہے اور وہاں پڑھے لکھے انسان سے یہ الفاظ نکل جائیں تو پھر بھی......مگر اَن پڑھ کے کہنے سے اتنی بڑا سزا عورت کے لئے کیوں ہے......؟'' (ن-ش-اٹک)

تین طلاقوں سے متعلق ایک اہم تنبیہ

واضح رہے کہ اس موقع پر بعض لوگ عورت پر ترس کھا کر ''مسلک اہل حدیث'' کے علماء سے فتویٰ لے لیتے ہیں کہ اکٹھی دی گئی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں۔ بندہ کا اس موضوع پر ایک رسالہ کمپوزنگ کے مراحل سے گذر رہا ہے اور ان شاء اللہ عنقریب شائع ہو جائے گا۔ اس رسالے میں بندہ نے مسلک اہلِ حدیث کے علماء کی طرف سے اس موقع پر دیئے جانے والے تمام کے تمام دلائل پر انتہائی شافی و کافی بحث کی ہے، اور بہت ہی پر زور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک ہونے پر ایک بھی صحیح حدیث موجود نہیں، اور کسی ایک صحابی یا کسی ایک تابعی سے اس بارے میں صحیح سند سے

ثابت شدہ تو دور کی بات، کوئی ایک ضعیف سے ضعیف روایت بھی موجود نہیں، جس میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو کسی صحابی یا تابعی نے ایک قرار دیا ہو۔ اس کے خلاف قرآن وصحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں موجود صحیح سند سے ثابت شدہ احادیث اور صحابہ وتابعین کے کثیر فتاویٰ سے روزِ روشن کی طرح یہ بات ثابت ہے کہ سب حضرات رخصتی کے بعد ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیتے تھے۔ نیز تین طلاقوں کو تین قرار دینے کے اس حکم کو کوئی ''سیاسی'' حکم کے بجائے قرآن وحدیث سے ثابت شدہ ایک مسلم حکم قرار دیتے تھے...... لہٰذا آنِ واحد کی تین طلاقیں قرآن، حدیث، اجماعِ صحابہ واجماعِ تابعین سے ثابت شدہ اسلام کا ایک قطعی اور یقینی حکم ہے اور اس بارے میں مسلک اہلِ حدیث کے کسی عالم سے فتویٰ لے کر اس پر عمل کرنا' ناجائز اور حرام ہے، اور اس فتوے کی بنا پر تین طلاقیں دے ڈالنے والے کی بیوی اس کے لئے ہرگز حلال نہ ہوگی۔

ایلاء کی بناء پر طلاق کے حکم کی حکمت معطل ہو چکی ہے

اگر کوئی شخص قسم اٹھالے کہ وہ اپنی زوجہ کے پاس کم از کم چار ماہ یا اس سے زائد مدت تک قریب نہیں جائے گا اور اس قسم پر قائم رہے تو چار ماہ کے بعد اس کی زوجہ پر ایک طلاق بائن واقع ہوجائے گی اور وہ اس مرد کے نکاح سے آزاد ہوجائے گی۔ اس طرح سے قسم اٹھانے کو ایلاء کہا جاتا ہے۔ یہاں بھی چار ماہ کے بعد طلاق واقع کرنے سے شریعت کا مقصد عورت کو اس مرد کے ظلم سے آزاد کرنا ہے، تاکہ نکاح کی قید سے آزاد ہونے کے بعد یہ عورت کہیں اور نکاح کر کے جنسی تسکین حاصل کر سکے اور اس کی عفت و پاکدامنی اس کے شوہر کی قسم کی بھینٹ چڑھنے کا خطرہ نہ رہے۔

> قال فی الهداية: ''وإن لم يقربها حتى مضت أربعة أشهر بانت منه بتطليقة وقال الشافعی تبين بتفريق القاضی، لأنه مانع حقها فی الجماع فينوب القاضی منابه فی التشريح كما فی الجب والعنة ولنا أنه ظلمها بمنع حقها فجازاه الشرع بزوال نعمة النكاح، عند مضی هذه المدة وهو المأثور عن عثمان وعلی والعبادلة الثلاثة وزيد بن ثابت رضی الله تعالى عنهم وكفى بهم قدوة۔'' (كتاب الطلاق)
>
> ترجمہ: صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: ''ایسا شخص اگر چاہ ماہ تک زوجہ سے جماع نہ کرے تو عورت ایک طلاق کے ساتھ بائن (آزاد) ہوجائے گی، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نکاح از خود ختم نہ ہوگا بلکہ قاضی (عدالت) اس نکاح کو ختم کرے گا، کیونکہ مرد نے جب عورت کو جماع کا حق نہیں دیا (اور نہ ہی اسے طلاق دے کر راحت پہنچا رہا ہے) تو طلاق کے حق میں قاضی اس کے شوہر کے قائم مقام بن کر اس عورت پر طلاق واقع کرے گا، جیسا کہ نامرد اگر بیوی کو خود طلاق نہ دے تو قاضی طلاق دیتا ہے۔ ہماری (حنفیہ) کی دلیل یہ ہے کہ جب اس شخص نے اپنی زوجہ سے جماع کا حق چھین کر اس پر ظلم کیا تو (چار ماہ کی) اس (طویل) مدت کے گزرنے پر شریعت نے اس مرد سے نکاح کی نعمت کو (ناقدری کی بناء پر) چھین کر سزا دی ہے (یعنی نکاح از خود ختم ہوجائے گا) اور ایلاء کے بارے میں

یہی قول عثمان، علی، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے اور بطورِ (دلیل) واقتداءِ صحابہ کی یہ جماعت ہمارے لئے کافی ہے۔"

(الجزءالثانی من الهدایة، صفحہ ۴۱۱)

مگر اس زمانے میں چار ماہ کے بعد طلاق واقع کرنے سے مرد کے بجائے عورت کو زیادہ نقصان ہوگا، کیونکہ پہلے کم از کم اس کا امکان تو تھا کہ شوہر بعد میں تائب ہو کر ایلاء سے رجوع کرتے ہوئے "زندگی کے کسی موڑ" پر جماع پر آمادہ ہو جائے ورنہ اس کی بیوی کو نان نفقہ، رہائش وغیرہ تو بہرحال میسر ہوتی رہتی.....مگر آج اگر کوئی دو چار ماہ تک بیوی سے جماع نہ کرنے کی قسم اٹھالے تو چار ماہ کے بعد جب بیوی کا نکاح ختم ہو جائے گا تو اس منکوحہ کو اب چار ماہ تو کیا چار سال میں بھی کسی ہم پلہ مرد سے نکاح کر کے اس جنسی تسکین کو حاصل کرنے کا موقع نہیں ملے گا......جو فطرت نے اس میں ودیعت رکھی ہے...... پہلے تو جنسی تسکین اور عفت و پاکدامنی کا مسئلہ تھا، اب نان نفقے سے بھی گئی......سبحان اللہ!!!......اس موقع پر ملحد لوگ کیا کہیں گے کہ (معاذ اللہ) یہ کیسا مذہب ہے جس میں مرد کے کسی جرم کی بنا پر عنوان تو یہ قائم کیا جا رہا ہے کہ ہمارا مقصد مرد کو سزا دینا ہے مگر اس "سزا" کا سارا ملبہ عورت پر گر رہا ہے، جسے ظلم سے بچانے کے لئے یہ قانون بنایا گیا تھا۔

بہت آسانی سے سمجھ آنے والے ہم نے بطورِ مثال صرف یہ دو احکام ذکر کئے ہیں وگرنہ نکاح، طلاق اور زوجین کے حقوق وغیرہ سے متعلق اور بھی ایسے اہم احکام ہیں جو شریعت نے دراصل دیئے ہی اس معاشرے کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہیں جہاں تعدد زوجات کا بھرپور رواج ہو اور ان احکام کا پوری طرح انطباق یعنی Adjustment اس معاشرے پر ہو ہی نہیں سکتی جہاں ایک سے زائد بیویاں رکھنے کا عملاً رواج ہی نہ ہو......اختصار کے پیش نظر ہم نے انہی دو احکام پر اکتفا کیا......۔

اب تین طلاقوں کے بعد عورت جس ظلم کا شکار ہوتی ہے اس کا ایک علاج تو یہ ہے کہ شریعت کے ان احکام میں کچھ "تبدیلی" کر دی جائے اور انہیں "کانٹ چھانٹ" کر اس طرح سے ماحول اور معاشرے کے مطابق کر دیا جائے کہ یہ معاشرے پر پوری طرح منطبق ہو سکیں......ظاہر ہے کہ ایسا ممکن نہیں کیونکہ شریعت کے احکام کا مدار حکمتوں پر نہیں ہوتا بلکہ علت پر ہوتا ہے، لہٰذا جب شریعت کے ان مضبوط اور محکم قوانین میں تبدیلی ممکن نہیں تو ایک ہی راستہ متعین ہو جاتا ہے کہ ہم نکاح کے بارے میں طلاق، ایلاء وغیرہ جیسے احکام، جس شریعت سے وصول کر رہے ہیں، نکاح سے متعلق تعدد زوجات والا حکم بھی اس شریعت کا قبول کریں ورنہ جو خاندان بھی نکاح سے متعلق آدھے قوانین میں شریعت کو معیار بنائے اور آدھے قوانین میں ہندوؤں، سکھوں، پارسیوں، عیسائیوں، بدھ متوں اور یہودیوں کو......تو ایسا......خاندان "آدھا تیتر اور آدھا بٹیر" ......والی مثال کا مصداق بن کر اپنی عورتوں کا بیڑا غرق کرنے کا سبب تو بنے گا ہی، ساتھ ساتھ قوم کے دلوں میں طلاق وغیرہ سے متعلق شرعی احکام کی توہین اور ان احکام سے بیزاری پیدا کرنے کا بھی سبب بنے گا جیسے کہ عملاً ہو بھی رہا ہے......اور پھر لوگ نکاح و طلاق کے متعلق احکام میں اسلام ہی سے بیزار ہونا شروع ہو جائیں گے......

{فاعتبروا یا أولی الابصار...}

اہل علم کا بدنامی کے خوف سے چار شادیوں سے پرہیز

عرب میں دستور تھا کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی کو حقیقی بہو کی طرح سمجھ کر اس سے نکاح کو باعث عار اور غیرت کے خلاف سمجھتے تھے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّٰی (منہ بولے بیٹے) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی منہ بولی بہو یعنی حضرت زینت رضی اللہ عنہا سے نکاح کو واجب قرار دے دیا۔ جس آیت میں اس حکم کا ذکر ہے اس آیت میں اس حکم کی دو حکمتیں بیان کی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ:

منہ بولے بیٹے کی زوجہ سے نکاح کی پہلی حکمت

منہ بولی بہو جب حقیقی بہو نہیں تو شرعاً اس سے نکاح جائز ہے اور ایک کام جب شرعاً جائز ہوتا ہے، تو اسے باعث عار سمجھ کر اس پر اعتراضات کرنا ایک ایسا گناہ ہے کہ قوم کے رہبر اور مقتدیٰ پر اس کی اصلاح ضروری ہے لہٰذا قوم کے رہبر اور رہنما کو حکم ہوا کہ آپ اس رسمِ بد کے خلاف عمل کر کے اس کا خاتمہ کریں تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال کردہ ایک کام کو عملاً ''حلال'' ہی سمجھیں اور اس معاملے میں ......''لوگوں کے بگڑے ہوئے مزاج''......کی اصلاح ہو، کیونکہ ایک حلال کام کو باعثِ عار اور باعثِ عیب سمجھنا......مزاج کے بگڑنے کی علامت ہے، اس سے تین سبق حاصل ہوئے:

واقعہ سے ملنے والا پہلا سبق

بعض حضرات کہتے ہیں کہ دوسری شادی محض ایک مباح کام ہے اور اس پر عمل کر کے اہل علم اور دیگر نیک لوگ قوم کی طرف سے ''عیش پرستی''، ''شہوت پرستی'' کے جن طعنوں اور جس ''قیل وقال'' کا شکار ہو کر بدنام ہوتے ہیں اس ''بدنامی'' سے بچنا فرض ہے اور دیندار لوگ پہلے ہی ''بہت بدنام'' ہیں لہٰذا ایک ایسے عمل کے لئے خود کو تیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں جس کی خود ان کی ذات کو بھی کوئی ضرورت نہیں، اور معاشرے کو اس کی بھی ''ضرورت'' نہیں۔ نیز یہ عمل فرض و واجب بھی نہیں، الغرض جب فرض و واجب بھی نہیں اور ضروری بھی نہیں تو محض ایک مباح کام کر کے اپنی بدنامی میں مزید اضافے کی ''چنداں'' ضرورت نہیں۔

آیت میں اس نظریے پر یوں ردّ ہے کہ اگر اپنی ذات، قوم یا معاشرے کو حلال کردہ اس فعل کی ضرورت نہ بھی ہو تو بھی ایک ایسے کام جسے اللہ تعالیٰ نے واضح لفظوں میں حلال قرار دے دیا ہو، اس سے اجتناب کر کے خود کو بدنامی سے بچانا اتنا اہم نہیں بلکہ اس سے زیادہ اہمیت اس بات کی ہے کہ اس کام کو کر کے لوگوں کے ایسے بگڑے ہوئے مزاج کی اصلاح کی کوشش کی جائے کہ جس بگڑے ہوئے مزاج کے باعث وہ اللہ کی طرف سے واضح لفظوں میں حلال کردہ ایک عمل کو بدنامی کا سبب اور باعثِ عار سمجھ رہے ہیں۔

دوسرا سبق

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین اور یہود ونصاریٰ کے جن طعنوں کے خوف سے حضرت زینب رضی اللہ عنہ سے نکاح میں ہچکچاہٹ محسوس فرمارہے تھے، اس ہچکچاہٹ کا سبب مقصودی طور پر اپنی ذات کا دفاع نہ تھا، یعنی خود کو عربوں کے طعنوں سے بچانا مقصود نہ تھا، بلکہ بنیادی مقصد اسلام کا دفاع تھا، یعنی مقصد یہ تھا کہ اگر آپ عرب کی طرف سے ان طعنوں کا شکار ہوتے ہیں تو آپ کی ذات کے واسطے سے درحقیقت اسلام بدنام ہوگا۔لوگ اسلام کے بارے میں بتائیں گے کہ...... یہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین جو بہوؤں سے نکاح کی نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ بعض مرتبہ تو اسے فرض بھی قرار دے دیتا ہے......اور یہ ہیں اس دین کے بانی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جو شادیوں پر ایسے حریص ہیں کہ (معاذ اللہ نقل کفر، کفر نباشد) اپنی بہو کو بھی پیغام دے ڈالا اور وہ بھی اس وقت کہ جب پہلے سے کئی شادیاں کر چکے ہیں...... یہ تو قوم کے مقتدیٰ اور رہبر ہیں...... انہیں تو شادیوں وادیوں جیسے کاموں سے ویسے ہی دور رہنا چاہئے تھا......مگر یہ ہیں کہ شادیوں پر شادیاں ہی کرتے چلے جارہے ہیں...... بڑا ترس آرہا ہے اپنی پھوپھی زاد پر...... بڑا شوق پیدا ہورہا ہے ان کا گھر بسانے کا......اصل شوق تو شادیوں کا ہے اور نام......گھر بسانے......زخموں کا مداوا کرنے......بگڑے ہوئے مزاجوں کی اصلاح کرنے......اور (معاذ اللہ) شریعت کے مرے ہوئے حکم کو زندہ کرنے کا استعمال کیا جارہا ہے......گھر بسانے اور زخموں کے مداوے کے لئے دنیا میں دوسری عورتیں کیا کم پڑ گئیں تھیں......جو ساری ہمدردیاں زینب جیسی حسن و جمال والی ''بہو'' پر ہی نازل ہورہی ہیں (العیاذ باللہ)......وغیرہ وغیرہ۔

الغرض اللہ کے نبی کو یہ خوف لاحق ہوا، جس کا قران نے {اتخشی الناس} (ترجمہ: کیا آپ لوگوں سے ڈرتے ہیں؟) کے الفاظ سے اظہار کیا، کہ میری بدنامی دین کی اشاعت وتبلیغ میں خلل اور رکاوٹ بنے گی......مگر اللہ رب العزت نے جو تنبیہ فرمائی، اس کا حاصل یہ کہ اسلام کے دفاع سے مقصد جب اسلام کے نام کا دفاع نہیں بلکہ اسلام کے احکام کا دفاع ہے تو اسلام کے احکام میں ایک حکم یہ بھی تو ہے کہ منہ بولا بیٹا جب شریعت سے متعلق دیگر عام احکام میں حقیقی بیٹے کی طرح نہیں تو اس کی بیوی بھی حقیقی بہو نہیں، لہٰذا لوگوں کے دماغوں میں ایسی بہو سے نکاح کے عمل کی ناپاکی کو نکال کر اس کا حکم دفاع کرنا بھی درحقیقت اسلام ہی کا دفاع ہے، لہٰذا اسلام کے دفاع کا یہ طریقہ درست نہیں کہ خود اسلام کے احکام ہی اس سے متاثر ہونے لگیں لہٰذا جس شخص پر بھی اسلام کا دفاع جس درجہ واجب ہوگا، اسلام کے بقیہ احکام سمیت اس حکم کا دفاع بھی اس پر اسی درجہ واجب ہوگا......اور جو شخص قوم کا جتنا بڑا مقتدیٰ اور رہبر ہوگا، اسلام کے بقیہ احکام کے دفاع سمیت حسبِ استطاعت اس حکم کا دفاع بھی اس پر اسی درجہ واجب ہوگا۔

تیسرا سبق

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جب نیت اچھی ہو یعنی اسلام کو بدنامی سے بچانا مقصود ہو تو اس وقت بھی نکاح کے معاملے میں بخل سے کام لینا شرعاً پسندیدہ نہیں تو نیت جب اسلام کا دفاع بھی نہ ہو بلکہ محض خود اپنی ذات کو بدنامی سے بچانا مقصود ہو، اس وقت

تو بطریق اولیٰ شریعت کے چار شادیوں کے ایک ایسے حکم کی اہمیت بڑھ جائے گی جسے اللہ نے واضح لفظوں میں نہ صرف حلال قرار دیا ہو بلکہ پسندیدہ عمل قرار دے دیا ہو...... نبی کے عمل سے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیئے ہوں......خلفائے راشدین اور صحابہ کی سنت بھی بنا دیا ہو......لاکھوں عورتوں کی عصمت کی حفاظت کا واحد ذریعہ بنا دیا ہو......امت کی تعداد میں اضافے اور اس اضافے کے ذریعے امت کو جہاد، زراعت، صناعت، تبلیغ اور تعلیم وغیرہ جیسے شعبوں میں قوت بخشنے کا وسیلہ بھی بنا دیا ہو...... بے حیائی اور بے ہودگی کے خاتمے یا اس میں کمی کا ایک بہت بڑا ذریعہ بنا کر با قاعدہ اس عمل کو عبادت قرار دے دیا ہو ......اور یوں اس کے تقدس پر مہر ثبت کر دی ہو......تو محض اپنی ذات کو بدنامی سے بچانے کے لئے ایک سے زیادہ شادیوں کے اس حکم سے اجتناب کی شریعت کیسے حوصلہ افزائی کر سکتی ہے......؟

وہ مسلمان جو دیندار ہیں انہیں دوبارہ غور کی دعوت دیتے ہوئے ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ ہماری شریعت نے جب اسلام کو بدنامی سے بچانے کے لئے نکاح کے معاملے میں بخل کو پسند نہیں کیا تا کہ متبنیٰ کی زوجہ سے نکاح کے حلال ہونے کا حکم با قاعدہ عملی طور پر زندہ رہے......تو یہی شریعت ان علماء وصلحاء کی کیسے حوصلہ افزائی کر سکتی ہے جو لوگوں کے طعنوں کے خوف سے محض اپنی ذات کو بدنامی سے بچانے کی خاطر تعدد زوجات کے ایک ایسے حکم پر عمل سے اجتناب کرتے ہیں جو منہ بولے بیٹے کی طلاق یافتہ سے نکاح کے حکم سے بھی زیادہ مؤکد اور اہمیت کا حامل ہے......؟؟؟

منہ بولے بیٹے کی زوجہ سے نکاح کی دوسری حکمت

دوسری حکمت اس حکم کی وہ ہے جس کا قرآن مجید نے بہت ہی وضاحت سے ذکر کیا اور وہ یہ کہ

زوّجنکها لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائهم اذا قضوا منهنّ وطرا۔(سورۃالاحزاب)

ترجمہ: (اے نبی) ہم نے آپ کا (زینب سے) نکاح اس لئے کیا کہ (اگر کسی مسلمان کا کوئی منہ بولا بیٹا اپنی زوجہ کو طلاق دے دے یا اس کی زوجہ بیوہ ہو جائے تو) طلاق (یا بیوگی) کے بعد (آیندہ یعنی قیامت تک پیدا ہونے والے) مسلمانوں کے لئے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح) کے معاملے میں ذرا سی بھی تنگی (مشکل) نہ رہے۔

(اہل علم کے لئے ملاحظہ: ذرا سی بھی تنگی والا ترجمہ ''حرج'' کی تنوین کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا ہے)

اس آیت میں ذکر کردہ مضمون کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت زینب سے نکاح کو اس لئے بھی واجب فرمایا کہ آئندہ جب بھی کوئی مسلمان اپنی منہ بولی بہو سے نکاح کرنا چاہے تو اس کے سامنے قوم کے رہبر اور مقتدیٰ کا عمل ہو اور رہبر کے اس عمل کو بطورِ حجت پیش کر کے وہ لوگوں کی زبانوں کو بند کر سکے اور یوں اس معاملے میں اس پر کسی بھی قسم کی معمولی سی بھی تنگی نہ رہے اور اس کے لئے اس نکاح کا عمل بہت سہل اور آسان ہو جائے...... کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

کی طرف سے محض زبانی ترغیب ہوتی اور عملی نمونہ نہ ہوتا تو اس عمل سے نفرت پوری طرح نہ نکلتی اور وہ شخص جو منہ بولی بہو سے نکاح کرنا چاہتا وہ اس معاملے میں حرج اور تنگی کا شکار رہتا۔

خدارا ذرا سوچئے! مسلمانوں کی مجموعی اور کل آبادی کو دیکھا جائے تو اس کثیر آبادی کے مقابلے میں اولاً تو کتنے تھوڑے اور معمولی سے لوگ ہوتے ہیں جو کسی کو منہ بولا بیٹا بناتے ہیں...... پھر ان منہ بولا بیٹا بنانے والوں میں بھی کتنے قلیل لوگ ایسے ہوں گے جن کے یہ بیٹے اپنی بیویوں کو طلاق بھی دیتے ہوں گے...... پھر ان طلاق یافتگان میں کتنی قلیل منہ بولی بہوئیں ایسی ہوں گی جن سے ان کے منہ بولے سسر کو نکاح کی حاجت اور خواہش بھی ہوگی...... ایسی حاجت اور خواہش رکھنے والے منہ بولے سسروں میں پھر مزید کتنے قلیل افراد ہوں گے جن کی منہ بولی بہوئیں ان سے نکاح پر راضی بھی ہوں گی...... الغرض منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کے جائز ہونے والے حکم سے فائدہ حاصل کرنے کی نوبت، درحقیقت بہت ہی قلیل در قلیل در قلیل...... افراد کو پیش آسکتی تھی...... نیز ان قلیل حضرات کے اس قسم کے نکاح سے اجتناب میں انفرادی یا اجتماعی سطح پر کوئی خاص نقصان کا اندیشہ بھی نہ تھا...... مگر ان...... بہت ہی تھوڑے سے...... افراد کو محض ایک حلال نعمت سے فائدہ اٹھا سکنے والے ...... ''انتہائی معمولی ضرر'' ...... اور معمولی نقصان سے بچانے کی خاطر اس معاملے میں بھی کسی مؤمن پر کسی قسم کے معمولی حرج اور تنگی کو برداشت نہ کیا گیا اور قوم کے امیر اور مقتدیٰ کے لئے صرف زبان سے نہیں بلکہ رہبر پر عمل کو صرف اس لئے واجب قرار دیا گیا کہ ان انتہائی تھوڑے سے لوگوں پر بھی اس معاملے میں اتنی معمولی سی تنگی بھی نہ رہے۔

اس کے برعکس تعداد زوجات جیسے حلال کام کی ضرورت تو لاکھوں نوجوانوں کو ہے اور اس سے اجتناب کے باعث لاکھوں مرد لاکھوں عورتیں جس نقصان سے دوچار ہیں وہ نقصان بھی اس نقصان سے کئی گنا بڑھ کر ہے، جو منہ بولی بہو سے نکاح نہ کرنے کی صورت میں ہوسکتا ہے...... کیا یہ حقیقت نہیں کہ کتنے شادی شدہ مرد ایسے ہیں جنہیں ان کی ازواج قریب پھٹکنے نہیں دیتیں...... کتنوں کی بیویاں کسی بیماری کے باعث یا فطری طور پر نسوانی حسن سے عاری ہیں اور ان کے شوہر ان پر قناعت کر کے عفت و پاکدامنی حاصل نہیں کرسکتے...... بہت سوں کی بیویاں کسی بیماری کے باعث طویل مدت تک جماع کے قابل نہیں رہتیں...... کتنوں کی بیویاں شوہر کے لئے زینت اختیار نہیں کرتیں...... کتنے مرد جوان ہیں مگر ان کی بیویاں عمر میں اضافے کے باعث نسوانی حسن کھو چکی ہیں...... اور پھر بے حیائی کا وہ دور جہاں صبح و شام رقص و سرود کی رنگارنگ تقریبات اور اشتہارات پر مشتمل نت نئے ''ڈیزائن'' مرد کو اپنی طرف کھینچتے ہوں...... ان حالات میں مرد کے سامنے حلال راستوں میں تنگی پیدا کرنا، اس کے لئے حرام کا دروازہ چوپٹ کھول دینے کے مترادف ہے......

چنانچہ متبنّٰی کی زوجہ سے نکاح کے حلال ہونے والے حکم کی نسبت چار شادیوں کے حلال حکم پر عمل میں غیر معمولی حرج اور تنگی اور اس تنگی کی بناء پر اس حکم سے اجتناب کے باعث نہ صرف لاکھوں مرد ایک بہت بڑے ضرر میں مبتلا ہیں...... بلکہ لاکھوں کنواریوں، لاکھوں بیوگان، لاکھوں طلاق یافتہ کی عصمتیں بھی داؤ پر لگی ہوئی ہیں...... لاکھوں مالی کفالت یا ''ٹائم پاس'' کرنے کے لئے روزگار کی محتاج ہیں...... لاکھوں عورتیں مجبوراً روزگار پر قبضہ کر کے لاکھوں مردوں کی بے روزگاری کا سبب بن رہی ہیں...... لاکھوں والدین بچیوں کی شادی کی خاطر فرض حج کو مؤخر کر رہے ہیں...... ہزاروں والدین کو مکانوں اور

پلاٹوں پر ''برائے فروخت'' کی تختیاں لٹکانا پڑ رہی ہیں...... ہزاروں اپنی بچیوں کی شادیوں کے لئے بزرگوں سے دعائیں کراتے پھر رہے ہیں...... لاکھوں لڑکیاں نوجوانوں سے ازخود دوستیاں لگا کر انہیں اپنی طرف راغب کرنے کے لئے مجبور ہو رہی ہیں......اور درجنوں اس مشن میں ''الحمدللہ'' کامیاب بھی ہو رہی ہیں...... ہزاروں والدین جہاں کوئی مناسب لڑکا نظر آتا ہے اسے اپنی بچیوں کی زیارت کرانے کے لئے بچیوں سمیت اس کے ہاں بن بلائے جادھمکنے لگے ہیں......سینکڑوں بزرگ جن سے بچیوں کی شادی کی دعا کرائی جاتی وہ اپنی بچیوں کے لئے اپنے سے بڑے بزرگوں کو تلاش کر رہے ہیں...... سینکڑوں اپنی بہنوں کے غم میں دوسروں کی بہنوں کا بیڑا غرق کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں...... ہزاروں مائیں اپنی بچیوں کو کسی مناسب غیر محرم سے ٹیوشن اس لئے پڑھوا رہی ہیں کہ ٹیوٹر اسے پسند کر کے اس سے نکاح کرے اور درجنوں ''الحمدللہ'' اس مشن میں کامیاب بھی ہو رہی ہیں...... ہزاروں والدین مناسب داماد کی ''دریافت'' اور پھر اسے ''پھانسنے'' پر پھانسنے والے کو معقول کمیشن دے رہے ہیں......لاکھوں کنواریاں جن کی حیاء کی لاج رکھ کر ایجاب وقبول کے لئے انہیں سر ہلانے کا حکم دینے کی زحمت گوارا نہ کی گئی وہ اپنی شادی کے لئے صبح وشام وظیفے پڑھتی پھر رہی ہیں اور صراحۃً دعا مانگ رہی ہیں کہ یا اللہ! مناسب رشتہ بھیج دے...... بہت سے وہ خاندان جو جوتیاں گھسوا کر لڑکیاں دیا کرتے تھے، مکان پر برائے فروخت کی تختی لٹکا کر بھی مناسب داماد کو متوجہ کرنے میں ناکام ہو رہے ہیں...... چنانچہ یہ اور ان سے بھی بڑھ کر بہت سے ایسے نقصانات ہیں جن سے مرد، عورت اور اجتماعی سطح پر پوری قوم کو واسطہ پڑ رہا ہے......اور رفتہ رفتہ جن کا سدباب بھی مزید مشکل ہوتا جا رہا ہے......تو جب تعددِ زوجات والے حکم سے لوگوں کا واسطہ منہ بولی بہو سے نکاح والے حکم کی نسبت زیادہ پڑتا ہے...... نیز تعدد زوجات میں جو مصلحتیں ہیں وہ منہ بولی بہو سے نکاح والے حکم کی مصلحتوں سے کئی گنا زائد ہیں......اور تعدد زوجات والے حکم سے اجتناب کے نتیجے میں جو نقصانات ہوتے ہیں وہ متبنی کی زوجہ کے نکاح سے اجتناب والے نقصان سے بھی کئی گنا زائد ہیں ......تو ایک سے زائد بیویاں رکھنے والا حکم...... اللہ کی قسم! کئی اعتبار سے اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ قوم کے مقتدیان اور رہبروں پر اس حکم کی عملی ترغیب اس حد تک لازم ہو کہ اس ترغیب سے ان کی اقتداء کرنے والے ان کے متبعین کے بگڑے ہوئے مزاج کی اصلاح بھی ہو اور ان متبعین میں سے کسی پر بھی اس حکم پر عمل کے معاملے میں ''کسی بھی قسم کی'' تنگی نہ رہے۔

الغرض منہ بولی بہو سے نکاح کی ان دو حکمتوں

① حلال کام کو معیوب سمجھنے والے بگڑے ہوئے دماغوں کی اصلاح

② اس حکم پر عمل کے معاملے میں کسی پر ذرا سی بھی تنگی نہ رہے

کو اگر ملحوظ رکھا جائے تو سورۂ حجاب کی ان آیات کی روشنی میں ''بطریق دلالۃ النص''، جس شخص میں بھی مقتدیٰ، رہبر، مربی اور قائد ہونے کا جتنا زیادہ عنصر پایا جائے گا، اپنے متبعین کی اصلاح کی خاطر اس پر اسی قدر ذمہ داری عائد ہو گی کہ وہ تعدد زوجات کے ایک ایسے حکم کا عملی اقدام کرے، جس کی اہمیت وضرورت منہ بولی بہو کی زوجہ سے نکاح والے حکم سے کئی گنا زائد ہے، تاکہ دونوں حکمتیں حاصل ہوں، یعنی اس رہبر کی اقتداء کرنے والے اس کے مریدوں اور شاگردوں کے بگڑے ہوئے دماغوں کی اصلاح ہو اور ان میں سے جب بھی کوئی دوسری، تیسری یا چوتھی شادی کرنا چاہے تو وہ اس معاملے میں......

''ذراسی بھی تنگی''......محسوس نہ کرے......کسی مسلمان خاندان کے مسلمان بڑوں پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ (بشرط عدل و بلحاظ حیثیت و استطاعت) وہ ایک سے زائد بیویاں رکھیں تاکہ ان کے چھوٹوں کے بگڑے ہوئے دماغوں کی اصلاح ہو اور جب کوئی انہیں طعنہ دے تو خاندان کے ان بڑوں کی مثال پیش کرکے وہ خود کو بھی اس عمل کا پوری طرح مستحق ثابت کرسکیں اور یوں خاندان کے بڑوں کے عمل کے باعث ان چھوٹوں میں کوئی بھی فرد اس معاملے میں خود پر......''ذراسی بھی''......تنگی محسوس نہ کرے......ملک کے مفتیانِ کرام اور علماءِ کرام پر شاید زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ زبانی ترغیب کے ساتھ اس سنت کا رواج ڈالیں تاکہ ان پر اعتماد کرنے والے اور ان سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے......''بگڑے ہوئے دماغوں کی اصلاح ہو''......اور ان مسلمانوں میں سے جب کوئی اس سنت پر عمل کرنا چاہے تو اس پر اس معاملہ میں......''ذراسی بھی''......تنگی نہ رہے......

پیرومرشد پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایک سے زائد بیویاں رکھیں تاکہ ان پیرومرشد کی اتباع کرنے والے ان کے لاکھوں عاشقین، اللہ کی طرف سے حلال کردہ ایک حکم سے نفرت عملی طور پر ترک کرکے اپنے بگڑے ہوئے دماغوں کی اصلاح کریں، نیز ان لاکھوں مریدین میں سے عفت و پاکدامنی اور نظر کی حفاظت کے پیش نظر کوئی اس سنت کو فروغ دینا چاہے اور ساری عمر محاسبوں، مراقبوں کے تکلّفات میں حیران وسرگرداں رہنے کے بجائے ایک سے زیادہ شادیوں کے ذریعے اپنی نظر کی حفاظت اور مکمل عفت و پاکدامنی کا انتظام کرنا چاہے......اس حلال کام کو باآسانی اور بسہولت کرسکے اور اس معاملے میں اس پر ''ذراسی بھی''......تنگی نہ رہے، نیز ان مشایخ کی خواتین مریدنیاں بھی ان مشایخ کے ایسے اچھے مرید سے باآسانی نکاح کرسکیں، جو مرید پہلے شادی کرچکے ہوں اور ان مشایخ کے ''اچھے مریدوں'' پر ایک ہی عورت قبضہ کرکے نہ بیٹھ جائے اور یوں اس طرح سے مشایخ کی ان سینکڑوں خواتین مریدنیاں بدنظری سے بچنے کے لئے محاسبوں اور مراقبوں کے تکلّفات میں حیران وسرگرداں رہنے کے بجائے نکاح کی نعمت سے باآسانی مستفید ہوسکیں اور اس معاملے میں ان خواتین میں سے کوئی بھی خاتون جب اپنے پیر صاحب کے کسی ایسے مرید سے نکاح کرنا چاہے جو پہلے سے شادی شدہ ہوں تو وہ خاتون باآسانی اس سے نکاح کرسکیں اور اس معاملے میں اس خاتون پر......''ذراسی بھی''......تنگی......اور......مشکل نہ رہے۔

کن احکام میں لوگوں کے مزاج کی رعایت جائز ہے؟

شریعت کے جس حکم میں کوئی اہم اور بڑی مصلحت پوشیدہ نہ ہو، اس میں لوگوں کے مزاج کی رعایت جائز ہے البتہ جس حکم میں کوئی اہم مصلحت پوشیدہ ہو اس میں لوگوں کے مزاج کی رعایت درست نہیں۔

سورۂ حجاب کی مذکورہ بالا آیت کے تحت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس میں دلالت ہے کہ جس فعل میں کوئی دینی مصلحت ہو جیسے اس قصے میں مصلحت تھی، اس میں ملامت کی پروانہ کرنا چاہئے اور وہ مصلحت وہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:''مومنین پر منہ بولے بیٹے کی زوجہ سے نکاح کے معاملے میں ذراسی بھی تنگی نہ رہے۔'' (بیان القرآن، ۲/۵۱)

بعض اکابر کی رائے کے مطابق اہل علم پر تعددِ زوجات کی عملی ترغیب لازم ہونی چاہئے، زبانی کافی نہیں

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ایک تحریر میں فرماتے ہیں:

مجھے نکاحِ بیوگان کے متعلق پہلے بڑا شبہ تھا کہ علماء اس کی اس قدر کوشش کیوں کرتے ہیں؟ نکاحِ ثانی کوئی واجب نہیں، فرض نہیں، صرف سنت ہے۔ علماء یہی کہہ دیں کہ سنت ہی سمجھنا واجب ہے، باقی عملاً اس کے درپے کیوں ہوتے ہیں؟ کئی سال تک مجھے یہ شبہ رہا، بچپن کا زمانہ تھا، پھر الحمد للہ سمجھ میں آ گیا کہ چونکہ فساد عملی ہے اس لئے اصلاح بھی عملی ہونی چاہئے محض قولی (زبانی) اصلاح کافی نہیں۔"

(تحفۃ العلماء: ۸۶/۲، ترتیب مولانا مفتی محمد زید بحوالہ احسن العزیز)

بندہ عرض کرتا ہے کہ حکیم الامت کی اس تحریر کے مطابق نکاحِ بیوگان کی نسبت تعدد زوجات کا حکم اس کا زیادہ لائق ہے کہ اہل علم اس کا عملی تدارک کریں، درج ذیل وجوہ سے:

① بیوگان کا نکاح تعددِ زوجات کی ترغیب کے بغیر ممکن ہی نہیں۔

② تعدد زوجات کے حکم میں موجود حکمتیں و مصلحتیں محض بیوگان کے نکاح کی حکمتوں سے کئی گنا زائد ہیں۔

③ تعددِ زوجات کے حکم کی بغاوت سے اجتماعی سطح پر قوم جن نقصانات سے دوچار ہے، یہ نقصانات بھی بیوگان کے نکاح نہ ہونے والے نقصانات سے کئی گنا زائد ہیں۔

④ بیوگان کے نکاح کی نسبت معاشرے میں مرد کے لئے تعددِ زوجات والے حکم کو کئی گنا زیادہ معیوب سمجھا جاتا ہے۔

پس حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تحریر کے مطابق درجِ بالا چار وجوہ ترجیح کی بناء پر تعددِ زوجات کی عملی ترغیب کی اہمیت، بیوگان کے نکاح کی عملی ترغیب کی اہمیت سے چار گنا زائد ہے۔

خلفاءِ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل

قال النبی صلی اللہ علیہ و سلم: "علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔"

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: میری اور خلفاءِ راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجموعہ چار شادیاں کیں۔ (طبری: ۳۵۱/۲) اور آپ کی شادیوں کی یہ تعداد بقیہ تین خلفاء (عمر، عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی شادیوں کی تعداد سے کم ہے، کیونکہ زمانۂ اسلام میں آپ کی زندگی کا حصّہ بقیہ تین خلفاء کی نسبت کم گزرا کیونکہ قبولیتِ اسلام کے وقت آپ عمر کے لحاظ سے بقیہ تین خلفاء کی نسبت بڑے تھے، خلفاء راشدین میں دوسرے نمبر پر سب سے زیادہ شادیاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہیں اور آپ نے مجموعہ آٹھ شادیاں

کیں۔(البدایہ:۸/۴۸) مگر آپ کی شادیوں کی یہ تعداد بقیہ دو خلفاء (یعنی عثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی شادیوں کی تعداد سے حقیقتاً یا حکماً کم ہے، (کما سیأتی) کیونکہ زمانۂ اسلام میں بقیہ دونوں خلفاء کی نسبت آپ کی زندگی کا حصہ کم گزرا اور یوں آپ کو زمانہ اسلام میں بقیہ دونوں خلفاء کی نسبت شادیوں کا موقع کم ملا۔

خلفاءِ راشدین میں دوسرے نمبر پر سب سے زیادہ شادیاں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہونی چاہئیں تھیں مگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھیں (اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی پر سوکن لانا مناسب نہیں سمجھا، لہٰذا) آپ کی مجموعہ شادیوں کی تعداد بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح آٹھ ہی ہے۔(البدایۃ:۸/۱۲۱) اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سے آپ کا نکاح نہ ہوتا تو شادیوں کی یہ تعداد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شادیوں کی تعداد سے یقیناً بڑھ جاتی کیونکہ آپ کی زندگی کا جو حصہ زمانۂ اسلام میں گزرا وہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زندگی کے گزرنے والے حصے سے زیادہ ہے، یوں آپ کو ان بقیہ دونوں صحابہ کی نسبت زمانۂ اسلام میں شادیوں کا زیادہ موقع ملا۔

چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اسلام جب دنیا میں آیا تو آپ اس وقت بقیہ تین خلفاء کی نسبت عمر میں سب سے کم تھے، لہٰذا بقیہ تین خلفاء کی نسبت آپ کی جوانی وزندگی کا سب سے زیادہ حصہ زمانۂ اسلام میں گزرا، یوں آپ کو زمانۂ اسلام میں شادیوں کا موقع بھی سب سے زیادہ ملا، چنانچہ خلفاء راشدین میں آپ نے سب سے زیادہ نکاح فرمائے اور شہادت کے وقت آپ کے نکاح میں چار بیویاں اور انیس (19) باندیاں تھیں۔صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں:

"فلما ماتت تزوج بعدها بزوجات كثيرة، وتوفي عن أربع"
(حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کے بعد آپ نے بہت سے نکاح کئے)
پھر اس کے بعد صاحب بدایہ نے آپ کی بیویوں اور کچھ باندیوں کے نام ذکر فرمائے۔(البدایۃ: ج۸)

صحابہ کرام نے نکاح کی کثرت اسلام کی ترغیب سے متاثر ہو کر کی

خلفاءراشدین کے نکاحوں کی تعداد کی طرف جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو آپ اس حقیقت پر مطلع ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے کہ ان خلفاء میں جس کی زندگی کا جتنا زیادہ حصہ زمانۂ اسلام میں گزرا، اس کی شادیوں کی تعداد بھی اتنی ہی زیادہ تھی، سوائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے، کہ ایک عارضے کی وجہ سے ان کی شادیوں کی تعداد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادیوں کے برابر ہے۔

خلفاءراشدین کی شادیوں کی تعداد کا یہ تناسب یقیناً بات کی واضح علامت ہے کہ ان حضرات نے یہ شادیاں اسلام کی ترغیب سے متاثر ہو کر کیں، چنانچہ اگر عرب کے سابق دستور کے مطابق شادیاں کرتے تو سب سے زیادہ شادیاں حضرت ابوبکر کی ہونی چاہئیں تھیں...... کیونکہ آپ عمر میں ان سب سے بڑے تھے......اور بقیہ تین کی نسبت آپ کی عمر کا سب سے

زیادہ حصہ زمانۂ جاہلیت میں گزرا......مگراس کے باوجود آپ نے محض مجموعہ چار شادیاں کیں جو بقیہ تین خلفاء کی نسبت تعداد میں سب سے کم ہیں،......دوسرے اور تیسرے نمبر پر سب سے زیادہ شادیاں عمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ہونی چاہئیں تھیں کیونکہ حضرت علی کی نسبت ان دونوں حضرات کی عمر کا زیادہ تر حصہ زمانہ جاہلیت میں گذرا......لیکن ان کی شادیوں کی تعداد حضرت علی کی شادیوں کی تعداد سے کم ہے......اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تو چونکہ بچپن ہی میں مسلمان ہو گئے تھے لہٰذا اسلام کی روشنی سے متعارف ہونے کے بعد آپ پر تو سب سے زیادہ ''ذمہ داری'' عائد ہوتی تھی کہ آپ شادیوں وادیوں کے ''چکروں'' سے خود کو جتنا محفوظ رکھ سکتے تھے، محفوظ رکھتے......اور عرب کے متعدد شادیوں والے جاہلیت کے دستور کا جتنا گلا گھونٹ سکتے تھے، گھونٹ دیتے......مگر عجیب بات یہ ہے کہ آپ کی شادیوں کی تعداد بقیہ تین خلفاء کی نسبت سب سے زیادہ ہے......!!!

کیا صحابہ نے غیر معمولی قوت کی وجہ سے زیادہ شادیاں کی تھیں؟

بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ حضرات چونکہ غیر معمولی جسمانی قوت کے حامل تھے اس لئے ان حضرات کے لئے ایک بیوی کافی ہو ہی نہیں سکتی تھی، اس لئے گویا نہ چاہتے ہوئے بھی مجبوراً چار چار شادیاں کرنا پڑیں......مگر یہ بات درست نہیں، کیونکہ بلاشبہ ان حضرات میں قوتِ جسمانی بہت تھی، مگر صبر کا مادّہ اور دنیا سے بے رغبتی اس جسمانی قوت کے معاملے میں اور بھی زیادہ تھی، شدید بھوک کے باوجود بعض مرتبہ سارا دن ایک کھجور پر گزارا کرنا، ان حضرات کا ہی کام تھا، آج جسمانی کمزوریوں کے باعث کسی بھی نوجوان کو کھل کر بھوک لگے یا نہ لگے، کھاتا بہر حال چار آدمیوں کا کھانا ہے، باقی خواہشات کو اسی پر قیاس فرمالیں، نیز خواہش نفسانی تو باندیوں سے بھی پوری ہوسکتی ہے، جبکہ باندیوں کے وہ حقوق بھی نہیں ہوتے جو بیویوں کے ہوتے ہیں......تو پھر بہت سے صحابہ باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر کے خود کو عدل کے احکام کا پابند کیوں بنا لیا کرتے تھے......؟ یہ تمام امور اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ یہ حضرات صرف اور صرف اسلام کی ترغیب کی بنا پر زیادہ شادیاں کرتے تھے، اس کی بنا نہ تو زمانہ جاہلیت کا رواج تھا اور نہ ہی جسمانی قوت وطاقت۔

صحابہ کے دور میں نکاح سے باز رکھنے والی دو رکاوٹیں کامل طور پر موجود تھیں، مگر......

عجیب بات یہ ہے کہ جیسے ہم نے پہلے عرض کیا کہ آج نکاح میں دو چیزیں سب سے زیادہ رکاوٹ بنتی ہیں:

① دین کی خدماتِ متعدیہ کا جذبہ اور ان میں ہمہ تن مشغولیت

② غربت

مشاہدہ ہے کہ بہت سے اہل علم حضرات اس خوف سے جلد نکاح یا متعدد نکاح نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ ان سے جو کچھ دین کی خدمات لے رہے ہیں تو اہل وعیال کی کثرت، ان کے معاش کی فکر اور سوکنوں کے جھگڑے نمٹانے کے چکر میں ان خدمات میں کمی واقع نہ ہو جائے۔

صحابہ کرام میں نکاح سے روکنے والی یہ دونوں رکاوٹیں یعنی دین کی (خدمات کا جذبہ، ان میں عملی مشغولیت اور غربت)

بطریقِ اتم موجود تھیں، دین کی خدماتِ متعدیہ میں سب سے مشکل اور افضل ترین اور دنیا کی تمامتر مرغوبات سے سب سے زیادہ غافل کردینے والی خدمت ''جہاد'' ہے، صحابہ اس وقت ان خدمات اور جہاد میں مشغول تھے جب اسلام کو جہاد اور اس جیسی دوسری خدمات کی سب سے زیادہ ضرورت تھی اور پھر جہادی مصروفیت بھی ایسی کہ روم اور فارس اور ان جیسی نہ معلوم مزید کیسی بڑی بڑی سلطنتوں سے ٹکر تھی کہ جنہوں نے مٹھی بھر مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا تہیہ کر رکھا تھا، دوسری طرف علمی میدان میں دشمنانِ اسلام کی سازشیں چاروں طرف سے بھرپور طریقے سے امڈ کر اسلام اور اسلام کے بنیادی عقائد سے متعلق شکوک وشبہات پیدا کر کے پورے اسلام ہی کو مشکوک بنانے اور اسے صفحۂ ہستی سے مٹانے پر تلی ہوئی تھیں۔

خود مسلمانوں میں کہیں منکرینِ زکوٰۃ کا فتنہ پیدا ہو رہا تھا، کہیں منکرینِ تقدیر کا، معتزلہ، خوارج، جہمیہ جیسے فرقے اور فتنے جنم لے رہے تھے، اندازہ لگایئے کہ دشمنانِ اسلام کی یہ سازشیں کتنی زور آور اور طاقتور ہوں گی کہ دشمنانِ اسلام اور اسلام کا لبادہ اوڑھنے والے یہ منافقین ان صحابہ کی صفوں میں گھس کر ان کے درمیان ایسی غلط فہمیاں پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئے کہ جس کے باعث وہ صحابہ کہ جن کے {رحماء بینھم} ہونے کی گواہی خود قرآن نے دی ہے، کچھ وقت کے لئے ان کی تلواریں بھی آپس میں بے نیام ہوگئیں اور جنگ جمل اور جنگ صفین کا معرکہ وجود میں آیا۔

مگر صحابہ کرام بھی ان اختلافات اور اسلام اور اسلام کے خلاف اٹھنے والے ان تمامتر فتنوں کے باوجود دنیا کی تمامتر مرغوبات کو پاؤں کی ٹھوکر سے اڑا کر {کزرع أخرج شطأه} کا مصداق بن کر...... اسلام کا وہ ننھا سا پودا جس کی بنیاد ان کی محبوب ترین ہستی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی، نبی کے یہ جانثار اور سچے وفادار، تمام کے تمام ساتھی مل کر اس پودے کی طرف بڑھنے والے طوفانوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح کھڑے ہوگئے اور علمی اور جہادی ہر میدان میں ان طوفانوں کا رُخ موڑنے اور اپنے خون سے اس پودے کی آبیاری میں لگے رہے۔

یہ صحابہ ہی کی ہمت اور خدماتِ دینیہ میں ہمہ تن اور انتھک مشغولیت تھی کہ دشمنانِ اسلام کی ہر میدان میں چاروں طرف سے اس زبردست یلغار کے باوجود اسلام کا یہ ننھا سا پودا زوردار آندھیوں اور طوفانوں کے سامنے بھی تھوڑے ہی عرصے میں مضبوط تناور درخت {فاستغلظ فاستوىٰ علی سوقه} اور {یعجب الزرّاع لیغیظ بھم الکفار} کا مصداق بنتا چلا گیا، مگر جہادی اور علمی میدان کی یہ تمام تر قربانیاں اور دنیا سے غایت درجہ کی بے رغبتی صحابہ کرام کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نکاح کی کثرت والی سنت سے بہرحال باز نہ رکھ سکی اور بھلا باز رکھتی بھی کیسے......؟ صحابہ تو دیکھ چکے تھے کہ ان سے زیادہ غریب اور مسکین تو ان کے محبوب ترین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تھے، ان کی محبوب ترین ہستی سید المرسلین کہ جن کا فقر اختیاری تھا، جو چاہتے تو اُحد پہاڑ اُن کے لئے سونے کا بنا دیا جاتا...... مگر اس کے باوجود غربت کے باعث گھر میں چالیس چالیس دن چولہا جلنے کی نوبت نہ آتی، جس نے اپنے اختیار سے دنیا کی تمامتر حلال چیزوں میں بھی غایت درجہ کی قناعت سے کام لے کر ایک دن پیٹ بھرنا اور ایک دن بھوکا رہنا گوارا کیا، مگر اس کے باوجود بیویوں کے بارے میں نہ صرف یہ کہ قناعت نہیں کی بلکہ ''أتزوج النساء'' کہہ کر اس کی قولی وعملی ترغیب بھی دے ڈالی، بلکہ جب غربت کے باعث امہات المومنین نے مالِ غنیمت کا سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کی طرف سے یہ حکم سنا دیا کہ میرے ساتھ اگر اسی حال میں رہنا ہے تو

رہو کیونکہ مجھے فقر و فاقہ اتنا محبوب ہے کہ میں اسے تمہاری خاطر ترک نہیں کر سکتا...... البتہ اگر تم نے کسی بھی وجہ سے طلاق لے لی تو میں بہر حال پھر بھی نکاح کی کثرت سے باز نہیں آؤں گا بلکہ تمہارے سوا پھر دوسری متعدد عورتوں سے نکاح کروں گا۔

{عسى ربه إن طلقكن أن يبدله أزواجا خيرا منكن مسلمات مؤمنات...}

صحابہ دیکھ چکے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا 27 مرتبہ گھوڑے کی پشت پر سوا ہو کر بنفس نفیس جنگ کے لئے نکلنا اور اپنے سینکڑوں جانثاروں کو میدانِ جنگ میں اتارنا، خود کو ''نبی الملاحم'' (گھمسان کی جنگوں والا نبی) کہہ کر فخر کرنا ''لو ددت أن أقتل في سبيل الله'' جیسے جملہ کہہ کر چار مرتبہ خدا کی راہ میں شہید ہونے کی تمنا کرنا اور شہادت کا جذبہ رکھنا وغیرہ جیسی باتوں میں سے کوئی بات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کی کثرت سے نہ روک سکی۔

سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں نبی کے یہ سب سے قریبی ساتھی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ ان پر دین کی خدمات اور حفاظت کی سب سے بڑی ذمہ داری ایک ایسے وقت میں آن پڑی کہ جب نبی کی وفات کے باعث اپنوں ہی کو سنبھالا دینا مشکل ہو رہا تھا، عمر بن الخطاب جیسے قوی القلب صحابی بھی شدتِ غم کے باعث تلوار لے کر کھڑے ہو رہے ہیں کہ ''جو یہ کہے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا، اس کے گردن اڑ دوں گا۔''

ایک ایسے وقت میں کہ جب اپنوں کے حوصلے جواب دے رہے ہوں، حضرت ابوبکر کا ''من كان منكم يعبد محمد فإن محمدا قدمات'' (کہ جو تم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کیا کرتا تھا تو وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں، ''من كان منكم يعبد الله فانه حي لا يموت'' (اور جو تم میں اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ زندہ ہے اور اس پر موت کبھی طاری نہیں ہوتی) جیسے جملوں کا مرہم لگا کر دین کی خاطر صبر و ہمت و استقلال کا جذبہ بیدار کرتے ہوئے صحابہ کو سنبھالا دے رہے ہیں اور ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صدمہ ہلکا نہ ہوا تھا کہ جھوٹی نبوت کے دعویدار مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے لشکر کی روانگی فرما رہے ہیں...... اس فتنے کو کچلنے ہی پائے تھے کہ اس لڑائی میں حفاظ کی ایک بڑی تعداد شہید ہونے کے باعث ایک دوسرا اور اہم مسئلہ ''حفاظتِ قرآن'' کا کھڑا ہو گیا...... یہ فتنہ تھما تھا کہ منکرینِ زکوٰۃ کا فتنہ کھڑا ہو گیا...... ان سب فتنوں کی سرکوبی میں مصروفیت کے ساتھ ساتھ اسلامی حدود کو بڑھانے کے لئے اسلامی سرحدات کے قریب بسنے والے کفار سے اقدامی جہاد بھی تسلسل کے ساتھ جاری تھا...... مگر یہ تمام تر متعدی خدمات اور اعصاب شکن مصروفیات آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد شادیوں والی سنت سے نہ روک سکیں۔

یہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نکاح کی کثرت اور پھر آپ کی اولادوں کا اس سلسلے کو جاری رکھنے کا اور اس بناء پر پیدا ہونے والی کثیر نسل ہی کا تو اثر ہے کہ آج آپ کو دنیا کے ہر خطے اور ہر قوم کے مسلمانوں میں آپ کی اولاد میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ''صدیقی'' بکثرت ملیں گے۔

سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

یہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں جو خلافت کا عظیم بار اٹھانے اور شدید غربت کے باعث پیوندزدہ کپڑوں کے باوجود پہلے سے بیویاں موجود ہوتے ہوئے بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کو ان کی بچی سے نکاح کے لئے پیغام نکاح بھیج رہے ہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! مجھے نکاح کی کوئی حاجت نہیں بھی ہوتی تو بھی محض اس لئے نکاح کر لیتا ہوں کہ کثرتِ نکاح کے باعث قیامت تک پیدا ہونے والی میری کثیر اولاد، اور میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی کثرت کی وجہ سے باعثِ فخر بن سکے۔

یہ حضرت عمر کے نکاح کی کثرت اور پھر آپ کی اولادوں کی اولاد کا اس سلسلے کو جاری رکھنے اور اس بناء پر پیدا ہونے والی کثیر نسل ہی کا اثر تو ہے کہ آج آپ کو دنیا کے ہر خطے اور ہر قوم کے مسلمانوں میں حضرت عمر کی طرف منسوب ''فاروقی'' بکثرت ملیں گے۔

سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

یہ تیسرے خلیفہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ جنہوں نے دشمنانِ اسلام کی طرف سے اٹھنے والی سازشوں اور سخت فتنوں میں اپنی جان ہی قربان کر ڈالی اور خلافت کا بار ایک ایسے وقت میں اٹھائے رکھا کہ جب آپ کو دشمنانِ اسلام کی طرف سے ہر محاذ پر اعصاب شکن الجھنوں اور پیچیدگیوں میں مبتلا کیا جا رہا تھا، مگر ایسے وقت میں خلافت کا یہ عظیم بار اور خدماتِ متعدیہ میں کمر توڑ دینے والی مصروفیتیں آپ کو بھی نکاح کی کثرت سے نہ روک سکیں، حتیٰ کہ پہلے سے تین مسلمان بیویوں کی موجودگی میں ایک عیسائی عورت کو نکاح کا پیغام بھیج کر اس سے نکاح فرما رہے ہیں (یہ کتابیہ بعد میں آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئی تھی) یوں آپ کی حیات کے وہ آخری ایام جو آپ کی زندگی میں شاید سب سے زیادہ پُرآزمائش اور مصروف ترین تھے ان ایام میں بھی چار سے کم بیویوں پر راضی نہیں ہوئے اور بالآخر جامِ شہادت نوش کر جاتے ہیں اور شہادت کے وقت آپ کے نکاح میں چار بیویاں موجود تھیں...... حضرت عثمان کو ان فتنوں سے بھرے اور مصروف ترین ایام میں ذرا بھی تو خیال نہ آیا کہ ایک نہیں...... دو نہیں...... تین نہیں...... ان فتنوں کے زمانے میں بھی چار کا عدد پورا کرنا، ایسا ضروری کام ہے کہ یہ کام اگر نہ ہوتا تو گویا اسلام کا کوئی بہت بڑا رکن چھوٹ جاتا......؟ چلو! اگر اسلام دنیا میں مکمل پھیل چکا ہوتا، خلافت کی ذمہ داری بھی نہ ہوتی...... ہر طرف امن وامان ہوتا...... مکمل فراغت ہوتی...... تو فراغت کے ایسے ایام میں کہ جب کسی کے پاس کرنے دھرنے کا اور کوئی کام ہی نہ ہو تو پھر تو کچھ سمجھ میں آتا ہے کہ جب کرنے کا اور کوئی کام دھندا ہی نہیں تو شادیوں جیسے ''فضول ترین'' کام کے ذریعے ٹائم پاس کیا جائے...... مگر قوم جن افراد سے امیدیں لگائے بیٹھی ہے وہ ہی اگر دوسری شادی جیسی ''بچکانہ'' حرکتیں شروع کر دیں تو قوم کا کیا ہوگا......؟

بہر حال حضرت عثمان نے مصروفیت اور آزمائشوں کے ان ایام میں بھی معلوم نہیں ''چار'' کا نصاب پورا کیوں کئے رکھا......؟

یہ حضرت عثمان کی متعدد شادیوں اور اس بناء پر ہونے والی ان کی کثیر اولادہی کا تو نتیجہ ہے کہ آج آپ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اولادمیں حضرت عثمان کی طرف منسوب ''عثمانی'' بہت کثرت سے نظر آئیں گے، جن میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی عثمانی، مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ......، مفتی رفیع عثمانی حفظہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ جیسے وہ جلیل القدر علماء بھی موجود ہیں کہ جن کے علم وتقویٰ کی پورے عرب وعجم میں دھوم مچی ہوئی ہے۔ ان شاء اللہ یہ اور آج سے پہلے اور مزید قیامت تک آپ کی اولادمیں پیدا ہونے والی علماء وصلحاء کی صورت میں نامعلوم کتنے ''عثمانی'' اپنی کثرت کے باعث ان شاء اللہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعث افتخار بنیں گے وہاں بروزِ محشر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھی باعثِ افتخار ہوں گے۔

صحابہ کرام اگر دین کی ان خدمات میں مشغولیت کے باعث ایک آدھ بیوی اور ایک آدھ بچے پر اکتفاء کرتے تو ان کی اولادوں میں صدیقی النسب مولانا قاسم نانوتوی، مولانا محمد الیاس دہلوی جیسے صاحبِ علم......اور فاروقی النسب، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ دہلوی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی جیسے علم وفضل والے......اور حضرت عثمان کی طرف منسوب عثمانی النسب حضرت علامہ ظفر احمد عثمانی، شبیر احمد عثمانی، حضرت مفتی شفیع عثمانی، مفتی رفیع عثمانی اور حضرت مفتی تقی عثمانی حفظہم ورحمہم اللہ تعالیٰ جیسے دین کی جلیل القدر خدمات سرانجام دینے والے جبالِ علم شاید پیدا نہ ہوتے۔

سیّدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، آپ نے جب خلافت کا بار اٹھایا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جو فتنے تھے، ان فتنوں سمیت مزید ایک اور فتنے میں اضافہ ہو چکا تھا اور وہ فتنہ و اختلاف قاتلینِ عثمان کے قصاص سے متعلق تھا، چنانچہ آپ کی خلافت کا تو ابتداء سے انتہاء تک پورا دور ہی ایسی آزمائشوں میں گزرا کہ ان آزمائشوں میں شادیوں جیسے ''فضول ترین کام'' کی طرف توجہ جانا ہی محال نظر آتا ہے مگر آپ بھی شہادت کے وقت چار بیویاں اور انیس باندیاں چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے۔
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نکاح کی کثرت کا شوق کتنا تھا؟ اس کا اندازہ ذرا اس روایت سے لگایئے:

عن سلیمان بن القاسم حدثنی أم زینب أن أم سعید أم ولد علی رضی اللہ عنہ حدثتها، قالت أصب علی علیّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ الماء وهو یتوضؤ، فقال: یاأم سعید قداشتقت أن أکون عروسا، قالت: فقلت ویحک ماینمعک یاأمیر المؤمنین؟ قال أبعد أربع...؟ قالت: فقلت طلق واحدة منهن وتزوج أخری، قال: إن الطلاق قبیح أکرهه۔" (سنن البیهقی الکبریٰ، رقم: ۱۳۶۲)
ترجمہ: ''ام سعید جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باندی ہیں، فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت علی کو وضوء کرواتے ہوئے آپ پر پانی ڈال رہی تھی، اس دوران آپ فرمانے لگے کہ اے ام سعید! میرا دل

کرتا ہے کہ میں شادی کروں......فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: امیر المومنین! آپ کے لئے شادی کرنا بھلا کیا مشکل؟ حضرت علی نے تعجب سے فرمایا کہ کیا چار بیویاں ہوتے ہوئے بھی......؟ (یعنی چار پہلے سے موجود ہیں ان کی موجودگی میں کیسے کرلوں......؟)

اُم سعید فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ان میں کسی ایک کو طلاق دے کر کسی دوسری عورت سے شادی کرلیں، حضرت علی نے فرمایا کہ طلاق بری چیز ہے اور میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔''

سوچئے......! اتنی ساری باندیوں کے ہوتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نکاح کا شوق کیوں پیدا ہو رہا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصد شادیوں سے اگر معاذ اللہ محض خواہش نفسانی کی تکمیل تھی تو مزید باندیوں کا شوق پیدا ہوتا، خواہشِ نفس تو باندیوں سے بھی پوری ہوسکتی ہے اور ان کا حصول آسان ہونے کے ساتھ ان کے نہ تو وہ حقوق ہوتے ہیں جو بیویوں کے ہوتے ہیں اور نہ ہی ان میں ''عدل'' جیسے تکلّفات کی ضرورت پڑتی ہے، نیز ان سے بہت سی مزید دوسری ایسی خدمات بھی لی جاسکتی ہیں جو آزاد عورت اور بیوی سے نہیں لی جاسکتیں......؟

عدل نہ کرنے کی وعیدیں سننے کے باوجود صحابہ نکاح کو ترجیح دیتے تھے

صحابہ کے دور میں ایسا بہت ہوا ہے کہ اپنی باندیوں کو آزاد کر کے ان سے نکاح کرلیا گیا اور خود کو عدل اور بیوی کے ایسے حقوقِ واجبہ کا مکلف بنالیا گیا جن کی ادائیگی باندی کے حقوق کی ادائیگی کی نسبت بہت مشکل ہوتی ہے، حالانکہ خواہش نفس تو باندی سے بھی پوری ہوسکتی ہے۔

یہ سب حالات اس بات کی واضح علامت ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نکاح کی کثرت کا یہ شوق محض جاہلیت کے دستور یا معاذ اللہ خواہشِ نفس کی بناء پر نہ تھا بلکہ اسلام کی ترغیبات نے ان کے دلوں میں یہ شوق پیدا کیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہ شادیاں اسلام کی ترغیب سے متاثر ہو کر کیں۔

عدل کی شرط لگانے کا مقصد دوسری شادی کی حوصلہ شکنی نہیں

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حضرات اچھی طرح جانتے تھے کہ عدل نہ کرنے پر جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں ان وعیدوں سے شریعت کا مقصد متعدد شادیوں کی حوصلہ شکنی نہیں بلکہ بیویوں کے حقوق کا تحفظ ہے...... چنانچہ باندی کو آزاد کر کے اسے بیوی بنانے والے صحابہ کے اس طرزِ عمل میں ان بعض اہل علم پر رَد ہے کہ جن کا یہ نظریہ ہے کہ دوسری شادی کو عدل کی کڑی شرط کے ساتھ مشروط کرنے سے شریعت کا مقصد تعددِ زوجات کی حوصلہ شکنی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تقریباً اکتیس (31) کے نام تو مؤرخین نے ذکر فرمائے ہیں جن میں چودہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں ہیں۔ فجميع ولد علي أربعة عشر ذكرا وسبع عشرة أنثى۔ (البداية) مگر یہ وہ ہیں جن کے نام مؤرخین ذکر کرسکے......وگرنہ آپ کی اولاد میں بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جن کا نام کتب تاریخ میں نہ آسکا۔

وکان لعلیّ أولاد کثیرۃ... فمن أولادہ ممن لا یعرف۔ (البدایۃ والنہایۃ: ج۸)

نیز ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں کہ کربلا میں اور کفار کے خلاف برسرِ پیکار ہوکر دوسرے محاذوں پر جامِ شہادت نوش کرتے ہوئے جوانی ہی میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔

سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس اولاد سے چلا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے ہوئی، حضرت فاطمہ کے صرف دو بیٹے زندہ رہے، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اس لحاظ سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی تعداد بہت تھوڑی تھی مگر حضرت حسن نے بہت کثرت سے نکاح کر کے پیغمبر کی اولاد کی تعداد کی اس کمی کو ایسا پورا کیا کہ مسلمانوں کی مختلف اقوام میں کثیر تعداد میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ''سید'' آپ کو بکثرت نظر آئیں گے ان میں گو بہت سے ''فراڈی'' بھی ہوں گے مگر جیسے ہم نے پہلے عرض کیا کہ ایسے سیدوں کی بھی کمی نہیں جن کے پاس بڑی حفاظت سے اپنے شجرۂ وانساب سلفاً وخلفاً آج تک موجود ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو جوانی کی دہلیز پر قدم ہی چاروں طرف سے امڈتے ہوئے فتنوں اور سازشوں کے دور میں رکھا اور آپ کی شہادت بھی کسی باغی کے زہر کھلانے کی وجہ سے ہوئی اور یوں ان فتنوں کی سرکوبی میں آپ نے بھی اپنی جان پیش کر ڈالی۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل اور مصروفیتوں کا کچھ تذکرہ

تقویٰ وخشیت

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

ابنِ شوذب سے روایت ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیئے گئے تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین (اس طرح خلافت سے دستبرداری میں تو) بڑی عار (اور شرمندگی) ہے......؟ آپ نے فرمایا کہ عار، جہنم کی نار (آگ) سے بہتر ہے۔

مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی تلواریں آپس میں چلیں اور ایک دوسرے کا خون ہوا اور بروزِ محشر میں اس کا ذمہ دار ٹھہروں ان سب باتوں سے دنیا کی عار اور وقتی ذلت ورسوائی مجھے زیادہ محبوب ہے۔

فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو مسجد میں بیٹھے اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے جب تک کہ سورج بلند نہ ہو جاتا، نیز آپ کا ارشاد ہے کہ مجھے اس بات سے حیا آتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ میں نے اس کے گھر کی طرف پیدل سفر نہ کیا ہو، چنانچہ آپ نے کوفہ سے بیس مرتبہ پیدل حج فرمایا۔

فحش گوئی سے اجتناب اور خوش اخلاقی

محمد بن اسحق مشہور مؤرخ اور تابعی ہیں، فرماتے ہیں کہ مجھے گفتگو کرتا ہوا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ کوئی بھی اچھا نہ لگتا تھا، آپ جب گفتگو فرماتے تو یہ تمنا ہوتی تھی کہ خاموش نہ ہوں، نیز فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے منہ سے ایک مرتبہ کے سوا زندگی بھر کوئی سخت جملہ کبھی نہ سنا اور وہ ایک مرتبہ والی سخت بات یہ ہے کہ آپ کا کسی بات پر عمرو بن عثمان سے لین دین کا کچھ جھگڑا ہوا تو آپ نے عمرو بن عثمان کے بارے میں کہا کہ ''اس کے لئے ہمارے پاس سوائے ایسی چیز کہ کے کچھ نہیں جس سے اس کی ناک خاک آلودہ ہو جائے'' میں نے آپ سے جو کچھ سنا تو ان تمام تر کلاموں میں آپ کی زبان سے نکلا ہوا یہ سب سے سخت ترین جملہ تھا۔

بردباری اور قوتِ برداشت

رزین بن سوار کہتے ہیں کہ مروان بن عبدالملک اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان کچھ جھگڑا تھا، مروان حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلسل سخت سے سخت الفاظ کہتا رہا اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموشی سے سنتے رہے، اس دوران مروان کو ناک صاف کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اس نے دائیں ہاتھ سے ناک صاف کی، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً تنبیہ فرمائی کہ ناک بائیں ہاتھ سے صاف کرنا چاہئے، مروان اس موقع پر آپ کی اس تنبیہ سے خوش ہو کر رہ گیا......

جویریہ بنت اسماء کا بیان ہے کہ جب حضرت حسن کا انتقال ہوا تو مروان آپ کے جنازے پر رویا، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان سے کہا کہ تم اب ان کے جنازے پر کیوں روتے ہو حالانکہ تم پہلے تو انہیں پریشان کرتے تھے؟ مروان نے ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں ایک ایسے شخص کو پریشان کرتا تھا کہ جس میں برداشت کی طاقت اس پہاڑ سے بھی زیادہ تھی۔

علم کا شوق اور اہمیت

امام احمد اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ محمد بن ابان سے مروی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو جمع کر کے فرمایا:

> تعلموا: فإنكم صغار قوم اليوم وتكونوا كبارهم غدا، فمن لم يحفظ منكم فليكتب''(بیهقی)
>
> ترجمہ: ''اے میرے بیٹو اور بھتیجو! علم حاصل کرو اس لئے کہ آج تو تم قوم میں چھوٹے ہو مگر کل قوم کا بڑا تمہی کو بننا ہے اور تم میں سے جو علم کی بات حفظ نہ کر سکے، اسے چاہئے کہ وہ لکھ لیا کرے۔''

غیر معمولی سخاوت

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری مال و دولت کی نعمت سے بھی خوب نوازا تھا، مگر آپ اللہ تعالیٰ کی راہ

میں خرچ بہت کیا کرتے تھے۔

صاحبِ بدایہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیر معمولی جود وسخا کے حامل تھے، محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ بسا اوقات آپ کسی شخص کو انعام میں (خوش ہو کر) ایک لاکھ درہم بھی دے دیا کرتے تھے۔ سعید بن عبد العزیز کہتے ہیں کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس ہزار درہم کا انتظام کردے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کے یہ الفاظ سن لئے اور گھر جا کر خادم کے ہاتھوں اس شخص کے پاس دس ہزار درہم بھجوا دیئے۔ مؤرخین نے اس واقعہ کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حبشی غلام کو اس طرح سے روٹی کھاتے ہوئے دیکھا کہ ایک لقمہ خود کھاتا اور دوسرا اپنے کتے کو کھلاتا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کہ تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ اس غلام نے کہا کہ مجھے اس بات سے حیا آتی ہے کہ میں خود تو کھاؤں اور اپنے سامنے کھڑے اس کتے کو نہ کھلاؤں...... (حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلام کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ) اس غلام سے فرمایا کہ تم ادھر ہی ٹھہرو اور یہاں سے جانا نہیں...... یہ کہہ کر آپ اس غلام کے مالک کے پاس تشریف لے گئے اور اس مالک سے یہ غلام اور وہ باغ جس میں مالک رہتا تھا خرید کر اس غلام کو آزاد بھی کر دیا اور غلام کو اس باغ کا مالک بھی بنا دیا...... کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اپنی کسی حاجت کو پورا کروانے کے لئے حاضر ہوا، آپ اعتکاف میں تھے مگر اس کی حاجت کو پورا کرنے کے لئے مسجد سے باہر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنا مجھے ایک ماہ کے اعتکاف سے زیادہ محبوب ہے۔

محمد بن سیرین یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دسترخوان کی طرف کسی کو دعوت نہیں دیا کرتے تھے اور فرماتے کہ کھانا کوئی ایسی چیز نہیں کہ اس کی طرف باقاعدہ دعوت کی ضرورت ہو، جس کا دل چاہے ہمارے ساتھ کھا لیا کرے "لا منة لنا فیه علی أحد" ایسا کرنے میں ہمارا اس پر کوئی احسان نہ ہوگا۔ (البدایة: ۸/۲۹۷)

حضرت حسن کی عبادت اور مصروفیتیں آپ کو نکاح کی کثرت سے نہ روک سکیں

مگر عجیب بات یہ ہے کہ آپ کا غیر معمولی تقویٰ اور دوسرے عمدہ اوصاف اور مختلف جہادی اور سیاسی مصروفیتیں، علم کی طرف رغبت، عبادت وتسبیحات کی کثرت، بیس مرتبہ پیدل حج جیسے سفر، غیر معمولی سخاوت وغیرہ جیسی تمام خصلتیں اور امتِ مسلمہ کی اجتماعی وانفرادی خدمتوں کے جذبوں میں سے کوئی جذبہ، نکاح کی کثرت سے آپ کو بھی باز نہ رکھ سکا، چنانچہ مؤرخین ومحدثین آپ کے درجِ بالا اور اس جیسے مزید دوسرے عمدہ اوصاف بیان کر کے آپ کی نکاح کی کثرت کی عادت بیان کرنا ترک نہیں کرتے۔ متعدد مؤرخین کا بیان ہے کہ:

> كان كثير نكاح النساء وكان قل ما يحظين عنده وكان قل امرأة تزوجها إلا أحبته وضنت به... قالوا: وكان كثير التزوج، وكان لا يفارقه أربع حرائر، وكان مطلاقا مصداقا، يقال: إنه أحصن سبعين امرأة، وقيل سبعمائة وقيل ألف امرأة وربما كان يعقد العقد على أربعة في المجلس ويفارق أربعة... وقد قال عليّ لأهل الكوفة: لا

تزوجوه، فإنه مطلاق، فيقولون: والله ياأمير المؤمنين! لوخطب إلينا كل يوم لزوجناه منا من شاء، ابتغاء في صهر رسول الله عليه وسلم۔
وقال أبو جعفر: قال عليّ ياأهل كوفة! لاتزوجوا الحسن بن علی، فأنه مطلاق، فقال رجل من همدان: والله لنزوجنه، فما رضی أمسک وما كره فارق...
(البداية:۸/۲۹۷)

فرماتے ہیں کہ حضرت حسن نکاح بہت کثرت سے فرماتے اور کسی بھی عورت کو آپ کے نکاح میں بہت ہی کم مدت رہنا نصیب ہوتا، کوئی عورت ایسی نہ تھی کہ جو آپ سے نکاح کرتی مگر یہ کہ اس عورت کو آپ سے غیر معمولی محبت ہوجاتی..... مؤرخین کا بیان ہے کہ آپ نکاح بہت کثرت سے فرماتے اور کوئی بھی وقت آپ پر ایسا نہیں گزرتا کہ جس میں چار عورتیں آپ کے نکاح میں نہ ہوتی ہوں، طلاق بھی بہت کثرت سے دیا کرتے تھے اور نکاح کے وقت بیوی کو مہر بہت زیادہ دیا کرتے، کہا جاتا ہے کہ آپ نے مجموعہ ستر شادیاں کیں، بعض نے کہا کہ سات سو شادیاں کیں اور یہ بھی کہا گیا کہ آپ نے مجموعہ ایک ہزار نکاح کئے، بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ بیک وقت آپ نے چار بیویوں کو طلاق دی اور ایسا بھی ہوا کہ بیک وقت چار عورتوں سے نکاح فرمایا...... (آپ کی طلاق کی اس کثرت کو دیکھ کر ایک مرتبہ) حضرت علی نے اہل کوفہ کو (جمع کر کے ان سے) فرمایا کہ اے اہلِ کوفہ! حسن سے اپنی بیٹیوں کا نکاح نہ کرایا کرو کیونکہ حسن طلاق بہت کثرت سے دیتا ہے، اہل کوفہ نے حضرت علی کی یہ نصیحت سن کر کہا کہ اے امیر المومنین! اگر (آپ کے بیٹے) حسن (ہماری بچیوں کے لئے) روز روز بھی نکاح کا پیغام بھیجیں تو وہ (ہماری بیٹیوں/ بہنوں میں سے) جس سے بھی چاہیں گے، خدا کی قسم ہم ان کا نکاح ضرور کرادیں گے (اگر چہ بعد میں طلاق ہی کیوں نہ دیں) تاکہ آپ کے بیٹے کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہماری قرابت داری قائم ہوجائے۔

ابوجعفر کا بیان ہے کہ حضرت علی نے اہلِ کوفہ سے فرمایا کہ (تم لوگ اپنی بیٹیوں اور بہنوں کا) نکاح حسن سے نہ کیا کرو کیونکہ وہ طلاق کی کثرت کے مرتکب ہوتے ہیں، آپ کی یہ بات سن کر ہمدان قبیلے کا ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ (ہم اپنی بیٹیوں/ بہنوں کا) خدا کی قسم ان سے نکاح ضرور کریں گے، پھر حسن کی مرضی کہ جسے چاہیں اپنے نکاح میں باقی رکھیں اور جسے چاہیں طلاق دے کر علیحدہ کردیں۔"

مہر کی کثرت کی ایک جھلک

"عن محمد بن سيرين قال تزوج الحسن بن عليّ امرأة فبعث إليها بمائة جارية، مع

کل جارية ألف درہم ...“
ترجمہ: محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت حسن نے ایک عورت سے نکاح کیا اور بطورِ مہر اسے سو باندیاں دیں اور ہر باندی کے ساتھ ایک ہزار درہم بھی دیئے۔(البدایہ:۸/۲۹۷)

وفی مآثر الإنافة:”کان رضی الله تعالٰی عنه تزوج کثیرا من النساء فصعد علی کرم الله وجهه علی المنبر وقال: أیها النّاس! ألا یزوّجن أحد منکم الحسن بن علی، فإنه مطلاق، فنهض رجل من همدان قبیلة من الیمن وقال: والله لنزوجنه، إن أمهر، أمهر کثیفًا، وإن أولد، أولد شریفًا، فقال علی رضی الله تعالٰی عنه ذلک: لو کنت بوابا علی باب الجنة لقلت لهمذان: ادخلی بسلام۔“(مآثر الإنافة:۱/۱۰۵)

ترجمہ:”حضرت حسن نکاح اتنی کثرت سے فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کوفہ کی جامع مسجد کے) منبر پر چڑھ پڑے اور لوگوں سے فرمایا: اے لوگو! خبردار تم میں سے کوئی بھی (اپنی بیٹیوں/بہنوں کا) (میرے بیٹے) حسن سے نکاح نہ کرائے کیونکہ وہ طلاق دے دیتے ہیں، (آپ کی یہ بات سن کر) ہمذان نام کے یمنی قبیلے کا ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اللہ کی قسم! ہم تو (اپنی بیٹیوں/بہنوں کا) ان سے ضرور نکاح کرائیں گے (خواہ بعد میں طلاق ہی دے دیں، کیونکہ) آپ جب مہر دیتے ہیں تو بہت زیادہ دیتے ہیں اور جب آپ کے ہاں ولادت ہوتی ہے تو عزت دار بچے کی ولادت ہوتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ جس کی بیٹی سے بھی نکاح کرتے ہیں تو یہ بیٹی ایک ایسے بچے کی ماں بننے کا شرف حاصل کرتی ہے جس کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے اور اس کے ذریعے اس عورت کے پورے خاندان کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری قائم رہ جاتی ہے، یعنی خواہ آپ بعد میں طلاق ہی کیوں نہ دے دیں، دنیوی اور اخروی یہ مصلحتیں تو بہرحال حاصل ہو ہی جاتی ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ جن عورتوں کو طلاق دی جارہی ہے جب خود انہی کو کوئی اشکال نہیں اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس عادت کے پہلے سے مشہور ومعروف ہونے کے باوجود بھی عورتیں آپ سے نکاح پر آمادہ ہیں تو آپ اہل کوفہ کا یہ جواب اور ہمدان قبیلے کا یہ جذبہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتے داری پیدا کرنے کا یہ شوق سن کر خوش ہوکر فرمانے لگے:

”لو کنت بوابا علی باب الجنة، لقلت لهمدان: ادخلی بسلام۔“
اگر میں جنت کے کسی دروازے پر متعین ہوتا تو ہمذان قبیلے کو دیکھ کر ان سے کہتا کہ اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ۔

طلاق دیتے وقت بیوی کو بہت مال و دولت دے کر رخصت فرماتے

مؤرخین آپ کی اس عادت کا بھی خصوصیت سے ذکر فرماتے ہیں کہ گو کہ آپ طلاق کثرت سے دیتے مگر جس عورت کو طلاق دیتے، اسے عزت و احترام سے بہت زیادہ مال و اسباب کے ساتھ رخصت فرماتے، اس نوع کا ایک دلچسپ واقعہ ملاحظہ ہو:

''ایک دن آپ نے اپنی دو بیویوں کو طلاق دی، ایک کا تعلق بنی اسد سے تھا اور دوسری کا بنوفزارۃ سے، طلاق دے کر اپنے خادم کے ہاتھوں دونوں میں سے ہر ایک کے لئے دس دس ہزار درہم اور شہد سے بھرا ایک ایک مٹکا بھجوایا اور غلام سے فرمایا کہ دونوں کے سپرد یہ مال کر کے دیکھو کہ اس موقع پر دونوں کیا کہتی ہیں اور پھر واپسی پر مجھے اطلاع دو۔

وہ زوجہ جس کا تعلق بنوفزارہ سے تھا اس مال کو دیکھ کر خوش ہو کر کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ حسن کو اس مال کا بہترین بدلہ عطا فرمائیں اور دعائیں دینے لگی...... مگر بنواسد والی اس کثیر رقم اور شہد سے بھرے مٹکے کو دیکھ کر کہنے لگی کہ جس محبوب سے جدائی ہو رہی ہے اس کے مقابلے میں یہ مال بہت کم ہے۔

غلام نے دونوں کے تاثرات حضرت حسن کو پہنچا دیئے، حضرت حسن نے یہ تاثرات سن کر بنوفزارہ والی کو چھوڑے رکھا اور بنواسد والی کی طلاق سے رجوع فرما لیا۔'' (البدایۃ والنھایۃ: ۳۸/۸)

''سوید بن غفلہ سے مروی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت حسن کی زوجہ عائشہ بنت خلیفہ آپ سے کہنے لگی کہ آپ کو خلافت مبارک ہو، حضرت حسن (غضبناک ہو کر) فرمانے لگے کہ امیر المؤمنین کی موت پر مجھے مبارکباد دے رہی ہو......؟ اور فوراً انہیں طلاق دے دی، اپ کی زوجہ کہنے لگی کہ میرا ارادہ بھلائی کے سوا کسی چیز کا نہ تھا، حضرت حسن نے طلاق دینے کے بعد مہر کا بقیہ حصہ اور اس کے ساتھ دس ہزار درہم کی مزید اضافی رقم ایک خادم کے ہاتھوں انہیں بھجوا دی، خادم نے جب یہ بھاری رقم عائشہ بنت خلیفہ کے سامنے رکھی تو وہ یہ رقم دیکھ کر رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ جس محبوب سے جدائی ہو رہی ہے اس کے مقابلے میں یہ رقم بہت تھوڑی ہے، خادم نے حضرت حسن کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنی زوجہ کی یہ بات سن کر رونے لگے اور فرمایا کہ اگر میں نے بائن طلاق نہ دی ہوتی تو میں رجوع کر لیتا۔'' (کتاب السنن، رقم: ۸۳)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عظیم مفسر، مفتی، نبی کے چچا زاد بھائی ہیں کہ جن کا زورِ علم اور بصیرتِ فقہیہ ایسی تھی کہ کم عمر ہونے کے باوجود خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں بڑے کبار صحابہ کی مجلس میں بٹھاتے، تو جب اتنے بڑے محدث اور فقیہ تھے تو علمی طور پر مصروف کتنے ہوں گے......؟ یہ وہی ابن عباس ہیں جو کوفہ میں خوارج کے سامنے مناظرے بھی کیا

کرتے تھے، اپنے شاگردوں میں سے ایک جلیل القدر تابع سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے کم عمر شاگرد (کہ کم عمری کے باعث جن کی داڑھی بھی نہ نکلی تھی) کو نصیحت کرتے ہوئے ان سے فرمارہے ہیں کہ:

”تزوجوا، فان خیر هذه الأمة أكثرهم نساء“ وفی روایة: ”كان خيرنا أكثر نساء“
ترجمہ: ”نکاح کرو اس لئے کہ اس امت میں سب سے بہتر وہ ہے جس کی بیویاں سب سے زیادہ ہیں، دوسری روایت میں ہے کہ ہم میں بہتر وہ تھا جس کی بیویاں زیادہ تھیں۔“ (صحیح بخاری)

تو جب اپنے شاگرد کو اتنی کم عمری میں ”ایسی ایسی“ باتوں کی ”یوں“ ترغیب دے رہے ہیں تو خود بھی ان پر عمل کیا ہوگا، کیا یہ ممکن ہے کہ زبان سے زیادہ بیویاں رکھنے کے عمل کو فضیلت والا عمل قرار دے رہے ہوں اور خود ساری عمر یہ سوچ کر ایک آدھ بیوی پر قناعت کی ہو کہ:.....ضرورت کیا ہے.....؟

مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ مغیرۃ بن شعبہ صاحب علم اور جلیل القدر صحابی ہیں، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے، زمانہ اسلام میں آپ نے بھی بہت کثرت سے نکاح کئے۔ (تہذیب الکمال: رقم: ۶۱۳۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح مال و دولت کی نعمت سے بھی خوب نوازا تھا، اپنا ایک مرتبہ کا واقعہ سناتے ہیں:

”عن بكر بن عبد الله المزني عن المغيرة بن شعبة رضي الله تعالى عنه قال: خطبت امرأة، فذكرتها لرسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: فقال لي: هل نظرت اليها؟ قلت: لا، قال: فانظر، فانه أحرى أن يؤدم بينكما... قال فنظرت اليها ثم تزوجتها، قال: فما وقعت عندي امرأة بمنزلتها ولقد تزوجت سبعين أو بضعًا وسبعين امرأة۔“
(سنن البيهقي الكبرىٰ: ۸۴/۷)

ترجمہ: ”فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا اور اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ: ”نہیں“، فرمایا کہ پہلے (ایک نظر) اسے دیکھ لو اس لئے کہ اس بات میں اس کا زیادہ امکان ہے کہ تم دونوں (میاں بیوی) کے درمیان محبت دائم رہ سکے، فرماتے ہیں کہ میں نے پہلے اسے (ایک نظر) دیکھا اس کے بعد اس سے نکاح کیا اور میں نے (زندگی بھر میں) ستر سے کچھ زائد نکاح کئے ہیں (مگر میری زندگی میں جتنی عورتیں میرے نکاح میں آئیں) سب سے بہترین بیوی یہی ثابت ہوئی۔“

حضرت مغیرۃ کا ایک دلچسپ ملفوظ

صاحب الواحدۃ یحیض بحیضھا:

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بیوی والے کی بیوی جب بیمار ہوتی ہے تو یہ بھی بیمار پڑ جاتا ہے اور جب اس کی بیوی کو حیض کے ایام آتے ہیں تو اسے بھی ایام آنا شروع ہو جاتے ہیں (یعنی عملی طور پر بھی اپنی بیوی کی طرح جماع کے قابل نہیں رہتا) اور دو بیویوں والا دو بھڑکتی ہوئی آگوں کے درمیان رہتا ہے۔ (چنانچہ اس بناء پر آپ کا نظریہ یہ تھا کہ بیویوں کی تعداد کم از کم تین ہونی چاہئے اور خود) بیک وقت چار عورتیں آپ کے نکاح میں رہتیں۔ (تہذیب الکمال: رقم: ۶۱۳۲)

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص ہیں، انہیں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مال، اولاد، عمر میں برکت اور آخرت میں مغفرت کی خصوصی دعا بھی دی تھی، فرماتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی یہ برکات میں نے اپنی آنکھوں سے ایسی دیکھیں کہ مال اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا دیا کہ بصرہ میں میرے دو باغ ہیں جو سال میں دو مرتبہ پھل دیتے ہیں اور میرے سوا کسی کا باغ بھی سال میں دو مرتبہ پھل نہیں دیتا (مگر سخاوت اتنی تھی کہ اس مال کو جمع بالکل نہیں فرماتے۔ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ: ''ما أملك صفراء و لا بیضاء الا خاتمی۔'' (رقم: ۱۳۶۱۹) میرے پاس اس انگوٹھی کے سوا کوئی سونا اور چاندی نہیں۔ عمر میں برکت اتنی دی کہ مجھے زندہ رہتے ہوئے اب لوگوں سے شرم آنے لگی اور رب سے ملاقات کا شوق پیدا ہونے لگا، آخرت میں مغفرت کی امید اللہ تعالیٰ سے لگائے بیٹھا ہوں اور اولاد میں برکت اتنی ہوئی کہ مجھے میری بیٹی امینہ نے بتایا میں اپنی صلبی (یعنی پوتے نواسے اس میں شامل نہیں) اولاد میں ایک سو بیس (120) کو تو دفن کر چکا ہوں۔ (صحیح بخاری: رقم ۱۸۸۱)

کہا جاتا ہے کہ بصرہ میں چار اشخاص ایسے گزرے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں اپنی اولاد میں ''سو'' (100) تو صرف نرینہ اولاد ہی کو چلتے پھرتے دیکھا ہے، لڑکیاں اس کے علاوہ ہیں، ان چار میں ایک سے ایک انس بن مالک بھی ہیں۔

سوچئے! اجب اولاد کی تعداد ہی سینکڑوں میں تھی تو آپ جیسے جلیل القدر صحابی نے شادیاں کتنی کی ہوں گی؟ ایک بیوی سے تو اتنے بچے نہیں پیدا ہو سکتے۔ نبی کی دعا کو عملی جامہ پہنوانے کی خاطر خود بھی تو کچھ کوشش کی ہوگی؟

زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ایک اور ساتھی، آپ کے پھوپھی اور ماموں زاد بھائی زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اسلام میں سب سے پہلے دشمنوں پر تلوار کھینچنے کا اعزاز آپ ہی کو حاصل ہے۔

''أوّل من سل سیفا فی سبیل اللہ۔'' (مجمع الزوائد: ۱۵۰/۹)

سولہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اور کسی غزوہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہ رہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ ہر نبی کے کچھ حواری (خصوصی دوست و مددگار) ہوا کرتے ہیں، میرے حواریوں میں سے میری پھوپھی کے بیٹے زبیر بن العوام ہیں، اسلام لانے کے بعد ان کے چچا، انہیں چٹائی میں لپیٹ کر اس میں دھواں چھوڑ کر اذیت دیتے تھے اور کہتے کہ اسلام چھوڑ دو، مگر آپ انکار کرتے اور کفر کی زندگی دوبارہ قبول کرنا گوارا نہ کرتے، اس کم عمری سے لے کر شہادت تک آپ کا سارا دور ہی خونخوار جنگوں میں گزرا، ایک شخص کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے زبیر بن العوام کو قمیص اتری ہوئی حالت میں دیکھا تو آپ کے جسم مبارک پر بے تحاشا اور بڑے بڑے زخموں کو دیکھ کر حیران ہوگیا، میں نے پوچھا کہ: ''واللہ لقد رأیت بك آثارا ما رأیتها بأحد قط '' (میں آپ پر زخموں کے ایسے نشانات دیکھ رہا ہوں جو اللہ کی قسم میں نے آپ سے پہلے کبھی کسی کے جسم پر نہیں دیکھے؟) زبیر بن عوام نے فرمایا:

''أما واللہ! ما منها جراحة الا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی سبیل اللہ''

(رواہ الطبرانی)

ترجمہ: ''سنو! اللہ کی قسم! ان میں سے کوئی زخم بھی ایسا نہیں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کے علاوہ کسی اور سبب سے پہنچا ہو۔''

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی شخص کو دیکھا کہ وہ کسی کو پکارتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ ''اے حواری رسول!'' ابن عمر نے فرمایا: ''اگر یہ شخص آلِ زبیر میں سے ہے تو ٹھیک، ورنہ (ایسا کہنا ٹھیک) نہیں۔'' (مجمع الزوائد: ۹/۱۵۰)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بیٹے عروۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنگ یرموک کے موقع پر لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ زبردست حملہ کیوں نہیں کرتے تاکہ پھر ہم بھی آپ کو دیکھ کر آپ کے ساتھ ایسا ہی حملہ کریں......؟

زبیر بن عوام نے فرمایا کہ اگر میں حملہ کروں گا تو تم اپنے دعوے میں جھوٹے ثابت ہو جاؤ گے، لوگ کہنے لگے کہ نہیں، بلکہ ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔

حضرت عروۃ فرماتے ہیں کہ زبیر بن عوام نے یہ سن کر (اپنے دس سالہ بیٹے عبداللہ بن زبیر کو ایک گھوڑے پر بٹھا کر ایک شخص کے حوالے کیا اور خود) کافروں کی صفوں پر ایسے جھپٹے کہ ''حتی شق صفوفهم وما معه أحد'' دشمن کی صفوں میں گھس کر دشمن کی صفوں کو چیر ڈالا، مگر آپ کے ساتھ اس طرح سے کوئی نہ جا سکا، پھر (آپ نے جب دیکھا کہ ساتھ کوئی نہیں تو) صفوں کو چیرتے ہوئے واپس لوٹے، مگر دشمن نے واپسی پر آپ کے گھوڑے کی لگام کو پکڑ کر آپ کے کندھوں پر تلوار سے دو وار کر ڈالے اور ان دو زخموں کے درمیان میں ایک زخم وہ تھا جو غزوۂ بدر میں آپ کو لگا تھا، حضرت عروہ مزید فرماتے ہیں کہ: میں چونکہ چھوٹا بچہ تھا اس لئے والد محترم کے جسم پر ان بڑے بڑے زخموں سے پڑنے والے گڑھوں میں انگلی گھما کر کھیلا کرتا تھا۔ (صحیح بخاری، رقم: ۳۶۱۴)

ساری عمر جہاد اور آزمائشوں میں گزرنے والے پیغمبر کے یہ محبوب صحابی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق جہاد ہی میں جامِ شہادت نوش فرما کر دنیا سے رخصت ہوئے اور شہادت کے وقت ان کے نکاح میں بھی چار بیویاں تھیں، ملاحظہ

ہو: (باب برکۃ الغازی فی مالہ حیا ومیتا، صحیح بخاری، رقم: ۲۹۶۱)

خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبی کے یہ ایک اور ساتھی خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، انہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''سیف من سیوف اللہ'' (اللہ کی تلوار) کا خطاب بھی دیا تھا لہٰذا انہیں تو اس خطاب کی لاج بھی رکھنا تھی، انہیں شادیوں جیسے ''فضول ترین'' کام کی کیا ضرورت تھی......؟ بوقتِ ضرورت بقدرِ ضرورت ایک زوجہ پر قناعت کر کے اطمینانِ قلب کے ساتھ دین کی اشاعت میں ہمہ تن مشغول رہتے تو اسلام کو کتنا فائدہ ہوسکتا تھا......؟ بندہ نے بالواسطہ کسی معتبر عالم سے سنا ہے کہ آپ کے اکتالیس (41) بیٹے میدانِ جہاد میں شہید ہوئے ہیں، اکتالیس بیٹے ایک بیوی سے تو نہیں ہو سکتے......؟

بقیہ اصحاب کی طرح انہیں بھی ان کا یہ مسلسل جہاد اور شہادت کے شوق میں گھمسان کی لڑائیوں میں شرکت کا جزبہ نکاح کی کثرت والی سنت سے باز نہ رکھ سکا۔

صحابہ کا آخری دور ہمارے اسلاف کا وہ زمانہ تھا کہ جس میں اصولِ حدیث، اصولِ فقہ، علم نحو وغیرہ جیسے علوم کے لئے کچھ تابعین وتبع تابعین کمر بستہ ہوگئے تھے اور اس وقت یہ علوم صرف پڑھائے ہی نہیں جارہے تھے، بلکہ ان علوم کی بنیادیں رکھی جارہی تھیں، دوسری طرف ان حضرات کی طرف علم وفضل کی خاطر رجوع کرنے والوں کی تعداد کے مقابلے میں ان کی اپنی تعداد کا تناسب بہت کم تھا، ان میں سے ایک ایک ہستی ایسی تھی کہ اگر یہ حضرات اس معاملے میں غفلت کا شکار ہوجاتے تو دین کی ارتقاء بلکہ بقاء کا سلسلہ ہی موقوف ہونے کا خطرہ ہوجاتا، مگر یہ سب کی سب اور تمام قسم کی مصروفیتیں ان حضرات کو تعددِ ازواج والی سنّت سے باز نہ رکھ سکیں۔

آج دشمنانِ اسلام کی یلغار کے باعث دینی خدمات کی ضرورت اور ان میں ہمہ تن مشغولیت کی اہمیت تو اپنی جگہ......مگر کوئی بھی شخصیت یا کوئی مخصوص طبقہ ایسا نہیں کہ جس کے بارے میں یقینی طور پر کہا جاسکے کہ دین کی مثلاً فلاں فلاں خدمت صرف فلاں شخص پر ہی موقوف ہے اور اگر اس فلاں نے لاپروائی کی تو پورا دین ومذہب ہی تہس نہس ہوجائے گا۔

مگر یہ صحابہ تھے جو شادیاں بھی کرتے تھے اور ناپسندیدہ ہونے کے باوجود کسی مصلحت یا ضرورت کے پیشِ نظر طلاقیں بھی دے دیا کرتے تھے، ان کے ہاں نہ ہی شادیوں کو معیوب سمجھا جاتا تھا اور نہ ہی بوقتِ ضرورت طلاق کو اتنا گھٹیا اور معیوب سمجھا جاتا تھا جتنا ایک بیوی والے رواج پر مشتمل ہمارے اس ''برکت والے'' معاشرے میں سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی ان کے ہاں طلاق کے بعد عورت کے حق میں وہ برے نتائج ظاہر ہوا کرتے تھے جو ہمارے ہاں ظاہر ہوتے ہیں۔

غربت کے خوف سے بچوں کو قتل کرنے والے اولاد کے حصول کے لئے کثرت سے نکاح کرنے لگے

آج ہماری قوم کا کوئی فرد اگر ''بڑھاپے'' میں نکاح کر بھی لے تو ساری ازدواجی زندگی ''مناسب وقفوں'' کے تکلّفات میں حیران وسرگرداں رہتا ہے، آج تو اس خوف سے بچوں کی پیدائش کو روکا جارہا ہے کہ بچوں کی ''اعلیٰ تعلیم'' کی خاطر اسکول کی فیسوں کا خرچہ......گھر سے اسکول تک لانے لے جانے کے لئے کنوینس (Convence) کا خرچہ......پھر اسکول میں لنچ

(Lunch) اور اس لنچ کو ہضم کرنے کے لئے پیپسی اور فانٹا وغیرہ کا خرچہ کہاں سے پورا ہوگا......؟

آج تو تعلیم کا مسئلہ ہے، صحابہ کے پاس تعلیم تو درکنار بچوں کو ''روٹی'' کھلانے کے پیسے نہ ہوتے تھے، ان کی عقل جب تک وحی کے نور سے آشنا نہ تھی، یہ عقل انہیں یہی بتاتی تھی کہ بچوں کی کثرت غربت میں اضافے کا سبب ہے۔

آج کا مالدار مسلمان مانعِ حمل تدابیر اختیار کرکے اولاد کی پیدائش کو صرف اس لئے روک دیتا ہے کہ اس کے خیال میں اس تنخواہ میں ''اعلیٰ تعلیم''، ممکن نہیں......صحابہ کے زمانے میں وضعِ حمل کے جدید طریقے ایجاد نہ ہوئے تھے، اس لئے اسلام کی روشنی سے متعارف ہونے سے قبل ان میں سے بعض کو پیدا ہونے کے بعد یہ سوچ کر اپنی اولاد کو قتل کردینا پڑتا تھا کہ انہیں کھلائیں گے کہاں سے......؟ اپنی خوراک کا بندوبست نہیں ہو پاتا تو خاندان میں ایک فرد کے اضافے سے میاں بیوی مزید فقر وفاقہ کا شکار ہوکر جو تھوڑا بہت مل رہا ہے اس سے بھی محروم نہ ہوجائیں......آج بجلی، گیس کے بلوں اور تعلیم کے خرچوں کی بات ہے، ان کے پاس تو ''روٹی'' کے پیسے نہ ہوتے تھے۔

مگر جب ان کی عقل وحی کے نور سے آشنا ہوئی اور وحی نے انہیں بتایا کہ {لا تقتلوا أولادكم خشية املاق} (اپنی اولاد کو غربت کے خوف سے قتل نہ کرو) {نحن نرزقهم وإياكم} (ہم ہی ہیں جو تمہیں بھی رزق دیں گے اور انہیں بھی)......وحی نے انہیں بتایا کہ اولاد نہ صرف یہ کہ اپنے ضروری خرچے اپنے ساتھ لے کر پیدا ہوتی ہے بلکہ والدین کے رزق میں بھی برکت اور اضافے کا سبب ہے......وحی نے بتایا کہ {ان يّكونوا فقراء، يغنهم الله من فضله} (نکاح غربت میں اضافہ نہیں بلکہ غربت دور کرنے کا سبب ہے) وحی نے انہیں یہ بھی بتایا کہ نکاح بھی کرو اور کرو بھی ایسی عورت سے جو کثرت سے بچے جنتی ہو، تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری کثرت پر بروزِ محشر فخر کریں گے......بس یہ دو باتیں ہی انہیں اولاد کی کثرت پر برانگیختہ کرنے کے لئے کافی ہوگئیں، وحی کے نور سے آشنا ہونے کے بعد ان خدامستوں نے بھی عقلی موشگافیوں کو بالائے طاق رکھ کر عقل کو ایسی ٹھوکر ماری کہ غربت کے باعث اولاد کو قتل کرنے والے صرف اس لئے کثرت سے نکاح کرنے لگے کہ اولاد کثرت سے ہو۔

پھر خدا نے بھی ان کے توکل اور اعتماد کی برکت سے رزق کی فراوانی والا وعدہ اس شان سے پورا فرمایا کہ یہ بھی اور ان کی اولادیں بھی زمین کی وارث اور جانشین بن کر متمدن قوموں میں روزی تقسیم کرنے لگیں، انہیں اور ان کی اولاد کو اس کی پرواہ نہ رہی کہ بادل کا یہ ٹکڑا ہم پر برسے گا یا کسی اور زمین پر......؟ کیونکہ جانتے تھے کہ بادل جہاں بھی برسے گا اس سے اگنے والی کھیتی کا خراج اور ٹیکس انہی کو پہنچے گا۔

یہ صحابہ تھے......ان میں سے ہر ایک کے درجنوں درجنوں بچے ''مناسب وقفوں'' کے بغیر اور محض روکھی سوکھی کھا کر ہی بھرپور جوان اور ایسے توانا ہوجایا کرتے تھے کہ ان کے اعصاب اور قوتِ فیصلہ کی مضبوطی، حسن تدبیر اور قوتِ بازو سے روم اور فارس جیسی سلطنتوں کے تختے الٹنے کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا، خود انگریز مؤرخین بھی آج تک حیران ہیں اتنے کم وقت میں دنیا میں اتنا بڑا انقلاب کیسے برپا ہوگیا......؟

ان کی اولادوں میں صدیوں تک صلاح الدین ایوبی جیسے نامعلوم کیسے کیسے زورآور پیدا ہوتے رہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ وہ لوگ جو غربت کے خوف سے بچوں کو قتل کر دیا کرتے تھے، آج مالی فراوانی اور اولاد کی کثرت کے باوجود ان میں بہت سے اپنے شوق سے فقر اختیار کئے بیٹھے تھے، صحابہ کی تاریخ میں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ دسترخوان پر کوئی عمدہ اور مرغوب غذا پیش کی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ وفادار یہ کہہ کر دسترخوان سے اٹھ گئے کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ چیزیں میسر نہ تھیں اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس فقر میں ہمیں چھوڑ کر گئے، ہم اسی فقر میں رہنا چاہتے ہیں۔

انہی اور ان سے تعلق رکھنے والوں کی اولادوں نے آئندہ نسلوں میں بوعلی سینا اور جابر بن حیان جیسے بڑے بڑے اطباء اور سائنسدان بھی پیدا کئے اور انہی کی علم وفضل کی رکھی ہوئی ان بنیادوں سے استفادہ کر کے آج یورپ سائنسی علوم میں ترقی کی انتہاء کو پہنچا ہوا ہے اور اقبال نے انہی کے بارے میں کہا تھا کہ:

ہائے وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو جا کے دیکھیں یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

صحابہ کرام نے اتنے سخت حالات میں اتنی کثرت سے نکاح کیوں کئے

یاد رکھئے! صحابہ کرام یہ بات خوب سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جس عورت کو پیدا کر دیا، اس کے نکاح کا بندوبست تو بہر حال کرنا ہی ہے، اور وہ اسی وقت ممکن ہے جب ان میں سے ہر ایک نکاح کی کثرت کا شوق رکھے، تا کہ صحابیات کو نکاح کی خاطر مَرد کے انتخاب میں آسانی ہو...... چنانچہ غربت، دینی مصروفیت اور فتنوں کے خوف سے صحابہ اگر نکاح کے معاملے میں قناعت کا مظاہرہ شروع کر دیتے تو یہ مسائل کے کم ہونے کے بجائے، خواتین کی کفالت کا ایک اور اہم مسئلہ کھڑا ہو جاتا...... کاش! کاش! یہ بات اہلِ علم کی سمجھ میں آ جائے کہ اہلِ علم اور مبلغین جن فتنوں کے خوف سے نکاح کے معاملے میں قناعت کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں، اس سے فتنے کم نہیں ہو رہے ہیں بلکہ قوم کی اور خود ان اہلِ علم کی نسل میں پیدا ہونے والی لڑکیوں کی مناسب کفالت کے انتظام میں مشکلات کے باعث مختلف نوعیت کے سنگین فتنوں میں سنگین اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

❀❀❀

پانچواں حصہ

بچوں کی کثرت کے خوف سے دوسری شادی سے اجتناب کرنا

تعددِ زوجات پر وارد شدہ اشکالات میں سے ابتدائی کچھ اشکالات پر تفصیلی کلام تو گذر چکا، فی الحال ایک بہت اہم اشکال پر بحث چھیڑنے کی جسارت کرتا ہوں اور وہ ہے اولاد کی کثرت والا اشکال...... کیونکہ جس معاشرے میں کوئی مسلمان مرد خاندانی منصوبہ بندی کی ''زہریلی'' ٹافیوں پر مشتمل میٹھے میٹھے نعروں سے متاثر ہونے کے باعث تین چار سے زیادہ بچوں کا بوجھ برداشت کرنے کے لئے تیار نہ ہو، وہ تین یا چار بیویوں سے پیدا ہونے والے درجنوں بچے بھلا کیسے برداشت کرے گا......؟

مسلمان جو اولاد کی کثرت پر ہمیشہ فخر کیا کرتا اور اسے باعثِ سعادت سمجھا کرتا تھا، آج خاندانی منصوبہ بندی کے خوشنما نعروں سے متاثر ہو کر اس بارے میں قرآن وحدیث کی تعلیمات سے متاثر ہونے کو کسی بھی طرح تیار نہیں، لہٰذا پہلے ہم خاندانی منصوبہ بندی والوں کے ''اخلاص'' کا جائزہ لیں گے کہ یہ حضرات اس تحریک میں مسلمانوں کے کس قدر ''خیر خواہ'' ہیں۔

جو حضرات ہفت روزہ ''ضربِ مؤمن'' کے قاری ہیں، مختلف موضوعات پر گراں قدر تحقیقی مضامین کے حوالے سے یاسر محمد خان کے نام سے ناواقف نہ ہوں گا، خاندانی منصوبہ بندی کے حوالے سے جناب کا ایک تحقیقی مضمون ''ضربِ مؤمن'' میں شائع ہو چکا ہے، جو پیش خدمت ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی، ایک سازش

خاندانی منصوبہ بندی (Family Planning) کی زد میں چھ اسلامی ممالک

''۱۹۷۴ء میں امریکا پر صدر نکسن کی حکومت تھی، نکسن نے اپنے وزیر خارجہ ہنری کسنجری کی سربراہی میں ایک خفیہ کمیٹی تشکیل دی، اس کمیٹی کا کام یہ تخمینہ لگانا تھا کہ ۲۰۰۰ء میں امریکی حکومت کو کیا کیا خطرات پیش آسکتے ہیں، اس کمیٹی نے اپریل ۱۹۷۴ء میں اپنی سفارشات تیار کر کے ہنری کسنجر کے حوالے کر دیں، ہنری کسنجر نے یہ رپورٹ ''ایس ۲۰۰۰ء'' مئی میں صدر نکسن کو پیش کی۔ اس رپورٹ میں پاکستان، مصر، بنگلہ دیش، ترکی، نائیجیریا اور انڈونیشیا میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کو اگلے ۲۵ سال میں امریکا کے لئے سب سے بڑا خطرہ قرار دیا گیا۔ ماہرین نے کہا کہ ان چھ ممالک میں جوں جوں آبادی بڑھے گی، ان ممالک کی سیاسی، معاشی اور عسکری (فوجی) قوت میں اضافہ ہوگا، لوگوں کو روزگار کی ضرورت محسوس ہوگی، حکومتیں دباؤ میں آئیں گی، لہٰذا ان ممالک میں کارخانے لگیں گے جس کے نتیجے میں وہ خام مال جو ان ممالک سے امریکا اور یورپ کو سپلائی ہوتا ہے اس کی برآمدرک

جائے گی۔ لوگوں کے اندر اپنے قدرتی وسائل کو اپنے قبضے میں رکھنے کا شعور بیدار ہوگا، ان ممالک میں مراعات یافتہ طبقے کے مفادات پر زد پڑے گی، امریکا نواز عناصر ان ممالک میں غیر محفوظ ہوجائیں گے، عوامی تحریکیں شروع ہوں گی اور انقلابات آئیں گے جن سے امریکی مفادات کو براہِ راست نقصان پہنچے گا۔ رپورٹ میں حکومت کو مشورہ دیا گیا کہ امریکا کسی نہ کسی طریقے سے ان ممالک میں آبادی کی روک تھام کرے۔

ہنری کسنجر نے ۱۶/اکتوبر ۱۹۷۵ء کو امریکا کے نئے صدر فورڈ کو ایک خط لکھا۔

اس خط پر ''بہت حساس، بہت خفیہ اور انتہائی ضروری'' کی مہر ثبت تھی، اس خط میں ہنری کسنجر نے ''ایس ۲۰۰۰ء'' کا حوالہ دے کر امریکی صدر سے درخواست کی: ''یہ معاملہ انتہائی حساس اور فوری نوعیت کا ہے، چنانچہ جتنی جلدی ممکن ہو اس کی منظوری دی جائے۔'' اس خط کے ٹھیک ۴۰/روز بعد یعنی ۲۶/نومبر ۱۹۷۵ء کو صدر کے اسٹاف آفیسر سکوکرافٹ نے صدر کے حوالے سے ایک آرڈر جاری کیا۔ اس آرڈر کا نمبر ۳۱۴/تھا، یہ آرڈر امریکا کے چار اداروں کے نام تھا۔ امریکی محکمہ دفاع، محکمہ خارجہ، چیف آف اسٹاف اور سی آئی اے (اس وقت امریکا کے موجودہ صدر جارج بش کے والد بش سینئر سی آئی اے کے سربراہ تھے) اس آرڈر میں لکھا گیا کہ ان چھ اسلامی ممالک کی آبادی سے امریکا کو ۲۵/سال بعد دفاعی، سیاسی اور مذہبی خطرات لاحق ہیں، لہٰذا امریکا کے یہ محکمے ان ممالک کی آبادی کنٹرول کرنے کا بندوبست کریں۔ اس آرڈر میں لکھا گیا کہ ان چھ اسلامی ممالک میں تین باتیں مشترک ہیں:

① ان ممالک میں مذہب کے سلسلے میں شدت پائی جاتی ہے، لوگ ہر بات، ہر چیز پر سمجھوتہ کر لیتے ہیں لیکن اسلام پر سمجھوتہ نہیں کرتے۔

② ان چھ ممالک کے عوام امریکا اور یورپی اقوام سے نفرت کرتے ہیں۔

③ ان چھ ممالک میں نفاذِ شریعت کی تحریکیں موجود ہیں لہٰذا اگر ان لوگوں کو ابھی سے نہ روکا گیا تو یہ لوگ ۲۵/برس بعد امریکا کے لئے شدید خطرہ بن جائیں گے۔

اس سلسلے میں مصر کی مثال پیش کی گئی، آرڈر میں لکھا گیا ہے کہ ۲۰۰۰ء میں مصر کی آبادی ۸۵ ملین ہوجائے گی...... یہ آبادی سرحدیں توڑ کر اسرائیل میں داخل ہوجائے گی۔ اس وقت اسرائیل کی آبادی بمشکل تین سوا تین کروڑ ہوگی، اسرائیل مصریوں کا دباؤ برداشت نہیں کر پائے گا۔ رپورٹ میں لکھا گیا کہ اسرائیل میں غزہ کی پٹی اور مغربی کنارے کی صورت حال کا جائزہ لیں، وہاں عربوں کی آبادی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، جبکہ اسرائیلی ''ایک بچہ ایک خاندان'' کی پالیسی کے باعث کم سے کم ہوتے چلے جا رہے ہیں، وہاں آبادی کا توازن عربوں کے ہاتھ میں جا رہا ہے، اگر مصریوں کو روکا نہ گیا تو اسرائیل میں یہودی اقلیت میں ہوجائیں گے، لہٰذا مصر سمیت ان تمام اسلامی ممالک میں

مسلمانوں کی ''نسل بندی'' ضروری ہے جہاں امریکا کے لئے خطرات پروان چڑھ رہے ہیں۔

امریکا کی حکومت نے اس آرڈر نمبر ۱۴۳ میں آبادی پر قابو پانے کے طریقے تجویز کئے:

① مسلم ممالک میں فیملی پلاننگ کے بھرپور مہم چلائی جائے، اگر مذہبی طبقہ اس مہم کے خلاف مزاحم ہو تو اسے کریش کر دیا جائے، عوام میں ان کے خلاف جذبات پیدا کر دیئے جائیں۔

② سائنسی ہتھکنڈے استعمال کر کے غیر محسوس طریقے سے فیملی پلاننگ کے خلاف کام کرنے والے مذہبی عناصر کو معاشرے سے کاٹ کر الگ کر دیا جائے، انہیں لوگوں میں مذاق، تحقیر اور نفرت کی علامت بنا دیا جائے تاکہ یہ لوگ جب فیملی پلاننگ کے خلاف بات کریں تو لوگ ان کے خیالات کو سنجیدگی سے نہ لیں۔

③ آئی ایم ایف کے ذریعے ان ممالک کو شدید ترین اقتصادی دباؤ میں رکھا جائے۔

④ ترقی یافتہ ممالک کے رہنما ان ممالک کی لیڈرشپ سے ملاقاتوں کے دوران بار بار بڑھتی ہوئی آبادی کی نشاندہی کریں تاکہ ان ممالک کے رہنما احساس کمتری کا شکار ہو جائیں اور اس احساس سے نکلنے کے لئے اپنے سارے وسائل خاندانی منصوبہ بندی پر لگا دیں۔

⑤ عوام میں آبادی کے خلاف ''شعور'' بیدار کرنے کے لئے تمام جدید ذرائع ابلاغ استعمال کئے جائیں، اس سلسلے میں مقامی دانشوروں، ادیبوں، شاعروں اور اداکاروں کی مدد لی جائے، یہ لوگ گاہے بگاہے اعداد و شمار سے ثابت کرتے رہیں کہ اگر فلاں سال میں ہماری آبادی اتنی ہو گی تو ہمیں اتنے کمروں، اتنے گھروں اور اتنے بازاروں کی ضرورت ہو گی، ہمارے ملک میں اتنا بڑا قحط پڑ سکتا ہے، اتنی بیماریاں پھیل سکتی ہیں، بے روزگاری اور جہالت میں اتنا اضافہ ہو گا وغیرہ وغیرہ۔

⑥ کوشش کی جائے کہ ان ممالک میں جمہوریت پروان نہ چڑھ سکے، حکومت فوجی آمروں ہی کے ہاتھ میں رہے اور یہ آمر امریکی اشاروں کے مطابق خطے میں اصلاحات کرتے رہیں۔

⑦ آبادی پر قابو پانے کے لئے جنگ سے بہتر کوئی ہتھیار نہیں، کوشش کی جائے کہ مسلمان ممالک کے درمیان تنازعات پیدا کر دیئے جائیں، یہ ممالک ایک دوسرے سے لڑتے اور مارتے رہیں۔

⑧ اگر اوپر دیئے گئے تمام طریقے ناکام ہو جائیں تو امریکی انتظامیہ ان ممالک میں خوراک کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرے۔ صرف ان ممالک کو گندم، ادویہ اور دوسری اشیائے ضرورت فراہم کی جائیں جو آبادی پر قابو پانے کا وعدہ کریں۔

یہ وہ منصوبہ تھا جس پر ۱۹۷۵ء میں عمل درآمد شروع ہوا اور آج اس کے نتائج ظاہر ہونا شروع ہو چکے ہیں۔ پورے عالم اسلام کی آزادی سمٹ رہی ہے، پورے عالم اسلام میں علماء کرام تحقیر کا نشانہ بن رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے والے مولوی اور ملّا کہلا رہے ہیں۔ پورا عالم اسلام گندم کے ایک ایک دانے کو ترس رہا ہے اور عالم اسلام کے کسی ملک، کسی شہر میں دوا کی اپنی ساختہ ایک گولی تک نہیں۔ مسلمان، مسلمان کا اس حد تک دشمن ہو چکا ہے کہ امریکا، افغانستان پر پاکستان کے ذریعے ۵۷ ہزار ۸۰۰ فضائی حملے کرتا ہے اور پورا عالم اسلام اس ظلم پر خاموش رہتا ہے۔ امریکا اور اس

کے اتحادی آٹھ اطراف سے عراق پر حملہ کرتے ہیں اور انہیں تمام اڈے اور راستے اسلامی ممالک فراہم کرتے ہیں۔ مجھے کوئی دوست بتا رہا تھا کہ ہم اپنے بچوں کو پولیو کے جو قطرے پلاتے ہیں ان میں بھی بیماریاں چھپی ہیں، یہ بھی ہماری اگلی نسلوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں، کیونکہ اگر ان میں شِفاء ہوتی، اگر یہ ہمارے بچوں کے لئے شِفاء کا سبب ہوتے تو امریکا کبھی ہمیں یہ ویکسین مفت فراہم نہ کرتا۔

اے مسلمانو! تم کب جاگو گے، تمہاری آنکھیں کب کھلیں گی، اس وقت جب تمہارا بدن تمہارا ساتھ چھوڑ دے گا، اس وقت جب تمہارے اردگرد تمہارے عزیزون کی لاشکیں بکھری ہوں گی۔''

(ہفت روزہ ''ضربِ مؤمن'')

شریعت کی نظر میں اولاد کی کثرت غربت ختم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے

سعودی عرب کے ایک جلیل القدر مفتی شیخ محمد صالح بن العثیمین ایک تحریر میں فرماتے ہیں:

''ارشادِ باری ہے: (اپنی اولاد کو غربت کے خوف سے قتل نہ کرو کیونکہ ہم تمہیں بھی رزق دیں گے اور انہیں بھی) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان فقیروں کو خطاب کیا ہے جو غربت بڑھ جانے کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے، چنانچہ باری تعالیٰ نے ان حضرات کے اس نظریے پر رد کرتے ہوئے والدین کے رزق میں اضافے کا پہلے ذکر کیا اور اولاد کی روزی کا بعد میں، چنانچہ فرمایا: ہم تمہیں بھی رزق دیں گے اور تمہاری اولاد کو بھی، حالانکہ جس وقت یہ حضرات اپنی اولاد کو قتل کر رہے ہوتے تھے اس وقت انتہائی فقیر ہوتے تھے لیکن اس آیات میں اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمادی کہ جس نے تمہیں فقیر بنایا ہے وہ خدا تمہیں مالی وسعت فراہم کرنے پر بھی قادر ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ (لوگوں کے حالات سے) مشاہدہ بھی یہی ہے کہ اولاد کی کثرت رزق میں اضافے کا سبب ہے، اگر انسان کا اللہ تعالیٰ پر اعتماد و توکل ہو، لیکن بات یہ ہے کہ لوگوں کو جو بات نقصان پہنچاتی ہے، وہ ان کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی رکھنا اور بری نیت ہے کہ لوگ یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ جتنے بچے زیادہ ہوں گے رزق کی تنگی کا اتنا ہی شکار ہونا پڑے گا اور اس موقع پر ایسے حضرات اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو بھول رہے ہوتے ہیں کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور زمین میں چلنے والی کوئی بھی مخلوق ایسی نہیں کہ جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔''

www.ibnotheimeen.com

ایک اشکال......بچہ صرف روٹی کا محتاج تو نہیں......؟

اس موقع پر بعض حضرات یہ اشکال کرتے ہیں کہ ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کی ذمہ داری تو اپنے ذمہ لے لی مگر بچہ صرف روٹی پانی ہی کا تو محتاج نہیں، اسکول کی فیس، علاج کا خرچہ، اسکول لانے لے جانے کے لئے کنوینس (Convence) اور پھر لنچ، روز کا جیب خرچ اور نامعلوم مزید کیسے کیسے خرچے، کہاں سے پورے ہوں گے......؟

تو یاد رکھئے! اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رزق کی جس ذمہ داری کا وعدہ فرمایا، تو علماء ومفسرین کی تصریح کے مطابق رزق سے مراد صرف روٹی پانی کا خرچہ ہی نہیں بلکہ زندگی گزارنے کے ان تمام لوازمات کا خرچہ اس میں داخل ہے جو کسی بھی فرد کو قوم کے ''مناسب'' افراد کی فہرست میں داخل کرنے کے لئے ضروری ہے، عربی لغت میں رزق صرف روٹی، پانی کو ہی نہیں کہتے بلکہ رزق کا اصل مطلب ہے: ''نصیب مفروض'' (ضروری اور مقرر کردہ حصہ)

قال اللہ تعالیٰ: وتجعلون رزقکم انکم تکذبون۔

تو آیت کی روشنی میں یہ کہنا بالکل بجا اور درست ہے کہ بچہ زندگی گزارنے کے تمام لوازمات اور خرچوں کے بندوبست سمیت دنیا میں آتا ہے، لہٰذا اس کے بعد بھی اگر کسی بچے کے والدین کے پاس اونچی تعلیم وغیرہ کے لئے جیب میں پیسہ نہ ہو تو اگر وہ مسلمان ہیں تو انہیں یقین کر لینا چاہئے کہ ہمارے بچے کے لئے اسکولوں میں تعلیم ضروری ہی نہیں، اعتدال کے ساتھ تربیت کی اپنی کوشش جاری رکھی جائے اور اس میں غفلت نہ ہو، تو ان شاء اللہ بھاری بھرکم فیسوں کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد میں باصلاحیت لوگ پیدا کر دیں گے۔ اگر بچے کے لئے اونچے اسکول میں تعلیم ضروری ہوئی تو اللہ میرے لئے اس کے اسکول کی فیس کا بندوبست ضرور فرماتے۔

زیادہ بچے......تربیت آسان

شیخ محمد بن العثیمین ایک تحریر میں فرماتے ہیں:

> ''خاندانی منصوبہ بندی کا سبب کیا ہے؟ کیا رزق کی تنگی کا خوف اس کا سبب ہے یا یہ وجہ ہے کہ بچہ زیادہ ہوں گے تو تربیت مشکل ہو جائے گی، اگر پہلی وجہ ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سخت بدگمانی کے مترادف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''زمین میں بسنے والی کوئی مخلوق بھی ایسی نہیں کہ جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود پر نہ لی ہو، نیز فرمایا کہ زمین پر کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق ساتھ لئے نہیں پھرتے مگر اللہ تعالیٰ انہیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے'' اور اگر بچوں کی پیدائش میں کمی کا مقصد بچوں کی تربیت ہے کہ بچے کم ہوں گے تو تربیت زیادہ ہو سکے گی تو یہ نظریہ بھی غلط ہے......تربیت کے مشکل اور آسان ہونے کا مدار اللہ تعالیٰ کی توفیق پر ہے۔

(مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی کے بچے کو بگاڑنا چاہے تو کوئی سدھار نہیں سکتا اور وہ سدھارنا چاہے تو کوئی بگاڑ نہیں سکتا لہٰذا اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کی توفیق کا دخل والدین کی محنت سے زیادہ ہے، چنانچہ والدین کو چاہئے کہ افراط وتفریط سے بچتے ہوئے اعتدال کے ساتھ ان کی تربیت میں کوتاہی نہ کریں اور پھر نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔ آگے فرماتے ہیں:)

> جب بھی کوئی شخص کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کو اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس معاملے میں اس کے لئے آسانی پیدا فرما دیتے ہیں کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''جو (کسی معاملے میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس معاملے میں آسانی پیدا فرما دیتے ہیں۔'' (سورۂ طلاق)

شیخ صالح العثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ہمیں اپنے نبی کی زبان سے اولاد کی کثرت کی ترغیب دی، تو اس معاملے میں جو شریعت کی ترغیب کو سامنے رکھ کر شریعت کے بیان کردہ راستے پر چلے گا بچوں کی تربیت کا معاملہ اس کے لئے ان لوگوں کی نسبت زیادہ آسان ہوجائے گا جو شریعت کی ترغیبات کے برعکس کم بچے والے فلسفے کو اچھا سمجھتے ہیں، کیونکہ تربیت میں جب اللہ تعالیٰ کی توفیق کو زیادہ دخل ہے تو اللہ یہ تربیت ان لوگوں کے لئے آسان بنا دیتے ہیں جو اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ طریقے کو اختیار کریں۔

حمل روکنے کی جائز صورتیں

کوئی عورت واقعی کسی بیماری یا معذوری وغیرہ کے باعث اتنی کمزور ہو کہ ایک بچے کی پیدائش کے بعد اگر دوبارہ حمل ٹھہر جائے تو عورت کی صحت متاثر ہونے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں وقتی تدابیر اختیار کر کے کچھ وقت کے لئے حمل روکنے میں کچھ حرج نہیں۔ یاد رکھئے! بچوں کی پیدائش کا سلسلہ جاری رہنا ماں کی صحت کا بھرپور ضامن ہے اور یہ نظریہ اوّل تا آخر سراسر غلط ہے کہ بچے پیدا کرنے سے ماں کمزور ہوجاتی ہے یا اس کے نسوانی حسن میں کمی آجاتی ہے، جتنا وقفہ دو بچوں کی پیدائش میں ضروری ہے وہ فطرت نے خود متعین کر دیا ہے، اس کی تفصیل خود یورپ ہی کے بعض محققین کے حوالے سے ان شاء اللہ آگے آرہی ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جو خواتین فطرت کے متعین کردہ وقفے پر قناعت نہ کرتے ہوئے از خود مصنوعی مانع حمل تدابیر اختیار کرتی ہیں تو ان مصنوعی طریقوں سے بچوں کی پیدائش روکنے میں عورت کی صحت غیر معمولی طور پر متاثر ہوتی ہے بلکہ بعض تدابیر تو ایسی ہیں کہ ان کی وجہ سے مرد کو بھی نقصان ہوتا ہے۔

لہٰذا اس بارے میں کسی دیندار اور ماہر ڈاکٹر کی رائے کی بناء پر فیصلہ کرنا چاہئے جو خاندانی منصوبہ بندی والوں کے زہریلے جراثیم سے متاثر نہ ہوا ہو......اور ایسا ڈاکٹر کسی خاتون کے بارے میں یہ فیصلہ کرے کہ واقعی اس کا مرض یا کمزوری ایسی ہے کہ ایک بچے کی ولادت کے بعد دوسرے بچے کی فوری ولادت سے عورت کی صحت کو نقصان پہنچے گا تو پھر اس پر عمل کیا جائے۔

اسی طرح اور کوئی وقتی عذر ہو مثلاً کوئی سفر درپیش ہو یا کوئی عذر نہ بھی ہو بلکہ کوئی مرد یا عورت ''بدذوق'' ہونے کی وجہ سے اولاد کی کثرت پسند نہ کرتے ہوں اور ہلکے پھلکے رہ کر اور بچوں کی فکر سے ''آزاد'' رہ کر زندگی گزارنا چاہتے ہوں تو شریعت نے ایسے بدذوق لوگوں کو اولاد کی کثرت کے دنیوی اور اخروی فضائل سناتے ہوئے ''باذوق'' بننے کی ترغیب تو بہت دی مگر مجبور نہیں کیا کہ اگر انہیں اولاد کی کثرت پسند نہیں تو لازماً بچے زیادہ ہی پیدا کریں۔

لہٰذا کوئی شخص کسی وقتی ضرورت کے پیش نظر یا محض ''بدذوق'' ہونے کی وجہ سے اولاد کی کثرت پسند نہیں کرتا اور اس لئے مانع حمل تدابیر اختیار کرتا ہے تو اس کے اس عمل کو گناہ نہیں قرار دیا جاسکتا گو کہ اس صورت میں دین و دنیا کی بہت سی بڑی بڑی نعمتوں سے محروم بہرحال ہوجائے گا......مگر اس صورت میں بھی یہ ضروری ہے کہ منع حمل کی یہ تدبیر عارضی ہو مثلاً کنڈوم کا استعمال وغیرہ، چنانچہ نس بندی کرنا یا عورت کو کوئی ایسی دوا کھلانا یا مثلاً آپریشن کے ذریعہ بچہ دانی نکلوا کر اولاد کے امکان کو ہمیشہ کے لئے جڑ سے ختم کر ڈالنا، اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدل ڈالنا ہے اور یہ عمل ناجائز اور حرام ہے۔

رزق کی تنگی کے خوف سے یا اولاد کی کثرت کو باعثِ عار سمجھنے کی وجہ سے مانع حمل تدابیر اختیار کرنا حرام ہے

البتہ علماء کی تصریح کے مطابق رزق کی تنگی کے خوف سے یعنی یہ سوچ کر کہ بچے زیادہ ہوں گے تو خرچے کہاں سے پورے کروں گا یا بچوں کی وہ کثرت جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باعث فخر سمجھا ہو اس کثرت کو باعث عار اور شرمندگی سمجھنے کی وجہ سے مانع حمل تدابیر اختیار کرنا (خواہ وقتی ہی کیوں نہ ہو) بہر حال حرام ہے۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ آج لوگ عموماً ان ہی دو باتوں کے پیش نظر مانع حمل تدابیر اختیار کرتے ہیں، بچوں کی کثرت کو باعثِ عار سمجھا جانے لگا ہے، رزق کی تنگی کے خوف سے بچے پیدا ہونے دینا تو اس لئے حرام ہے کہ یہ براہِ راست اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ ازخود کسی پلاننگ کے بغیر انسانوں کو مستقبل کی فیملی پلاننگ کے لئے پیدا کر رہا ہے۔

قرآنِ کریم میں جا بجا اس کی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش سے قبل اس زمین میں قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کی تمام کی تمام ضروریاتِ زندگی کا پہلے سے بندوبست فرما دیا ہے۔

وسائل کم نہیں، بلکہ لامحدود ہیں گو کہ نظر نہیں آتے

دیکھئے! آدم علیہ السلام جب دنیا میں آئے تو کچھ بھی نہ تھا، ممکن ہے کہ چاروں طرف پہاڑوں اور پتھروں کو دیکھ کر گھبرا گئے ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت سے نکال کر کہاں بھیج دیا......؟ مگر انہیں یہ بتایا گیا کہ قیامت تک پیدا ہونے والے آپ کے اربوں، کھربوں بچوں کی ساری ضروریاتِ زندگی اسی زمین اور آسمان سے برسنے والے پانی میں پوشیدہ ہے، چنانچہ آدم علیہ السلام نے گندم کا ایک دانہ زمین میں ڈالا اور اس دانے نے زمین میں چھپے ہزاروں گندم کے دانے نکال باہر کئے۔

آپ زمین کھود کر دیکھیں تو آپ کو نہ تو اس زمین میں انار کا رنگ نظر آئے گا اور نہ انار کا ذائقہ......نہ انگور کا رنگ اور نہ انگور کا ذائقہ......نہ کھجور کا رنگ نہ کھجور کا ذائقہ...... چنانچہ فیملی پلاننگ والے تو ہمیں ڈرائیں گے کہ بتاؤ کہاں ہے انسان کی روزی......؟ یہاں تو کچھ بھی نہیں......؟ مگر خالق کائنات نے بتا دیا کہ یہ سارے خزانے اس زمین میں پوشیدہ ہیں گو کہ تمہیں نظر نہیں آ رہے۔ اس زمین میں آم کے باغات بھی دبے ہوئے ہیں، اسی زمین میں گندم اور چاول کی لہلہاتی فصلیں بھی چھپی ہوئی ہیں......اسی مٹی میں تمہارے لئے گاڑھا اور دیسی گھی اور چکنا دودھ بھی ہے......تمہارا رب اسی زمین سے ایسا چارا پیدا کر کے دکھائے گا کہ جس چارے کو تم جتنا مرضی رگڑو اور مسلو......تیل یا چکناہٹ کا ایک قطرہ بھی نہیں نکال سکتے......مگر یہی سوکھا چارا جب گائے، بھینس کو کھلاؤ گے، اللہ وحدہٗ لاشریک اس چارے کے اندر سے صرف چند گھنٹوں میں ایسا چکنا اور سفید دودھ نکال باہر کرے گا کہ جس دودھ میں مکھن، پنیر اور دیسی گھی جیسی ایسی چکناہٹ پوشیدہ ہوگی کہ کولیسٹرول والے دل کے مریضوں کو اس کے قریب پھٹکنے کی بھی اجازت نہ ہوگی، حالانکہ وہی گھاس جس سے اللہ تعالیٰ نے چکنا دودھ نکالا اگر اسے انسان کی بنائی ہوئی فیکٹری میں لے جا کر اس میں چکناہٹ کا ایک قطرہ بھی نکالنے کی کوشش کی جاتی تو انسان اس کام سے عاجز آ جاتا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اور تمہارے لئے ان چوپایوں میں عبرت کا سارا سامان ہے، ان کے خون اور گوبر کے درمیان سے ہم سفید اور (خون اور گوبر کی رنگت اور بدبو کی آمیزش سے) پاک ایسا دودھ تمہیں پلاتے ہیں جو آسانی

سے حلق میں اترتا چلا جاتا ہے، بے شک اس بات میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔''(سورۃ الانعام)

آسمان کا پانی تمام قسم کے''خرچوں کا بندوبست'' لے کرنازل ہوتا ہے

دیکھئے اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتے ہیں اورزمین میں اپنے اندر دبی ہوئی کپاس کی فصلوں کو باہر اگل دیتی ہے، پھراس کپاس سے سب سے پہلے کسان فائدہ اٹھاتے ہیں اوراس کوفروخت کر کے کسان اپنا، اپنے بیوی بچوں کا اور خاندان کے مزید پندرہ بیس افراد کا پیٹ بھرنے کے قابل بنتا ہے، پھر یہ کپاس تاجر خرید کرآگے فروخت کرتے ہیں، یوں ایک ایک تاجراس کپاس کے ذریعے پندرہ بیس افراد کو پیٹ بھر کر روٹی کھلانے کے قابل بنتا ہے، یہ کپاس ٹیکسٹائل ملوں میں جاتی ہے جہاں قوم کے ہزاروں افراد ملازمتیں کر کے اس سے حاصل ہونے والی تنخواہوں سے اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالتے ہیں...... یوں صرف کپاس سے ہزاروں انسانوں کورزق ملتا ہے اور یہ کپاس چونکہ آسمان سے برسنے والے پانی سے پیدا ہوئی تھی اس لئے یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ کپاس اگانے کے لئے آسمان سے جو پانی برساتھا وہ قوم کی خوشحالی کا پیغام لے کرآیا تھا اور وہ پانی صرف کپاس کے خزانے لے کرنازل نہ ہوا بلکہ ہر قسم کے رزق سے لدا ہوا تھا، اس پانی میں ٹیکسٹائل ملوں میں کام کرنے والے ہزاروں ملازمین کی تنخواہیں بھی پوشیدہ تھی، اسکول کی فیسیں، ٹیوشن کی فیسیں، بچوں کو اسکول لانے لے جانے کے لئے کنوینس کا خرچہ، بچوں کا لنچ اور جیب خرچ کا خرچہ، علاج معالجے کا خرچہ، الغرض ہروہ خرچہ جو باپ اپنی آمدن سے اپنے بچوں پرخرچ کرتا ہے، وہ تمام کے تمام خرچے اللہ تعالیٰ بارش کے اس پانی کے ساتھ زمین پر بھیج دیتے ہیں جس پانی کا ہم سے کوئی بل بھی وصول نہیں کیا جاتا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: {وفی السماء رزقکم} (الآیة)

ترجمہ:''اوراسی آسمان (کے پانی) میں تمہارا رزق ہے۔''

نیز فرمایا: {وأنزل من السمآء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم} (الآیة)

ترجمہ:''اس نے آسمان سے تمہارے لئے پانی برسایا اور اس پانی سے (طرح طرح) کے (میوے اور) پھل پیدا کئے تمہیں رزق مہیا کرنے کی خاطر۔''

نیز ایک مقام پر اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش سے قبل زمین کی تخلیق کے مختلف مراحل ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

{وقدر فیها أقواتها} (الآیة)

ترجمہ:''اس نے (انسان کی تخلیق سے قبل) زمین میں (انسان کے) رزق کا اندازہ ٹھہرایا۔''

اس آیتِ مبارکہ میں صاف اور واضح تصریح ہے کہ انسان کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ نے قیامت تک پیدا ہونے والے تمام کے تمام انسانوں کے دال پانی اور دیگر ضروریاتِ زندگی کا پہلے سے ایک متعین اندازے (یعنی منصوبہ بندی اور پلاننگ) کے تحت انتظام فرمادیا ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ کی ان واضح تصریحات کے بعد بھی کوئی مسلمان یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو بغیر کسی پلاننگ کے بچے پیدا کرتا چلا جارہا ہے، لہٰذا ہمیں فیملی پلاننگ والوں کی پلاننگ سے استفادہ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بچوں کی پیدائش میں کمی کرنا چاہئے......؟؟؟

اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا تو کچھ بھی نہ تھا لیکن ہمارے جدامجد اور پردادا آدم علیہ السلام اور آپ کی اولاد کو بتادیا کہ یہ جو ایک عدد دماغ، دوعدد ٹانگیں اور دوعدد ہاتھ ہیں، انہیں استعمال کرکے زمین پر محنت کروتو زمین اپنے ایسے خزانے اگلنا شروع کردے گی کہ ایک ایک آدمی پچاس پچاس افراد کو پیٹ بھر کر کھلانے کے قابل بنے گا۔

آسمان پر چڑھ کر یا زمین کو کھود کر دیکھو تمہیں کچھ نظر نہیں آئے گا مگر دماغ، دوٹانگوں اور دوہاتھوں کو اللہ کے سکھائے ہوئے طریقے کے مطابق استعمال کروتو دیکھو کہ قوم کا ایک ایک جوان کتنے افراد کو کھلانے پلانے کے قابل بنتا ہے......!!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحت

قال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ: "أكثروا من العيال، فإنكم لاتدرون بمن ترزقون۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''اولاد کثرت سے طلب کرو کیونکہ تمہیں علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے کس کے ذریعے تمہیں رزق مہیا کرے۔''

عقل کی نظر میں بھی اولاد کی کثرت غربت ختم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے

یادرکھئے! فیملی پلاننگ والے ہمیں یہ تو بتاتے ہیں کہ بچہ ایک عدد پیٹ لے کر پیدا ہوتا ہے، مگر اس طرف توجہ لے جانے سے منع کرتے ہیں کہ پیٹ تو ایک ہی ہوتا ہے مگر اس پیٹ کے ساتھ دماغ، دوٹانگیں اور دوعدد ایسے ہاتھ بھی ہوتے ہیں جس میں اپنے پیٹ کے ساتھ مزید درجنوں افراد کا پیٹ بھرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، چنانچہ یہ وہ بنیادی فارمولا ہے کہ جس کے باعث جس خاندان، قوم وملک میں بچے کثرت سے پیدا ہوتے ہیں، ان اقوام میں کچھ وقت کے بعد اسی تناسب سے جوانوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور یوں کمانے والے زیادہ اور کھانے والے کم ہوجاتے ہیں اور یوں وہ خاندان جس میں بچوں کی شرح پیدائش زیادہ تھی اگر پہلے غریب تھا کچھ ہی وقت میں مالدار بن جاتا ہے، جیسا کہ کثرت سے مشاہدہ بھی ہے اور وہ خاندان، قوم یا ملک جس میں بچوں کی شرحِ پیدائش کم ہو، اس میں اسی تناسب سے کچھ وقت کے بعد کھانے والے بوڑھے اور عورتیں زیادہ......اور کمانے والے جوان مرد کم پڑ جاتے ہیں...... یوں یہ خاندان، قوم یا ملک معاشی ترقی کے باوجود تیزی سے تنزل کی طرف گامزن ہونا شروع ہوجاتا ہے۔

شرحِ پیدائش میں کمی کسی بھی قوم کو عسکری (فوجی) ودفاعی لحاظ سے کمزور کردیتی ہے

کیا وجہ ہے کہ سعودی عرب کی زمین سونا اگل رہی ہے مگر اس کے باوجود سعودی عرب اپنی مضبوط فوج نہ بنا سکا، وجہ اس کی ظاہر ہے کہ عربوں نے متعدد شادیاں کرکے اولاد کی کثرت کے ذریعے 20 ملک تو آباد کردیئے مگر چونکہ یہ عرب دنیا میں

پھیلتے چلے گئے لہٰذا بعض مما لک مثلاً سعودی عرب کی آبادی میں پاکستان، انڈونیشیا، عراق جیسا اضافہ نہ ہوسکا، سعودی عرب کی آبادی اتنی نہیں کہ ایک طاقتور فوج تشکیل دے سکے، اگر بڑی فوج بناتا ہے تو اس کے لئے سعودی عرب کو اپنی آبادی کا اتنا بڑا حصہ فوج میں بھرتی کرنا پڑے گا کہ ملک کی وہ عوام جس کی حفاظت کے لئے فوج بنے گی تو حفاظت کرنے والی فوج اور عوام کے افراد کی تعداد کا تناسب قریب قریب پہنچ جائے گا......تو یہ ایسی ہی مضحکہ خیز سی صورت ہوگی کہ جیسے کسی کمپنی میں پچاس افراد ملازمت کر رہے ہوں اور پچیس افراد ان سے تنخواہیں لے کر ان کی حفاظت کر رہے ہوں......اور اگر سعودی عرب آبادی کی شرح ملحوظ رکھتے ہوئے فوج تشکیل دیتا ہے تو اتنی تعداد میں فوجی بھرتی نہ ہوسکیں گے جو ایک مضبوط اور طاقتور فوج بن کر کسی قوم یا ملک کو آنکھیں دکھانے کے قابل بن سکیں۔

یہ ہندوستان اور چین کی کثیر آبادی ہی تو ہے جس کی بناء پر ہندوستان اور چین عسکری لحاظ سے بہت زیادہ مضبوط اور توانا ہیں، ہندوستان میں آج جتنی غربت ہے اگر اس ملک کی آبادی کم ہوتی تو ہندوستان اس سے بھی زیادہ نہ صرف یہ کہ غریب ہوتا بلکہ فوجی اور دفاعی لحاظ سے کمزور بھی ہوتا۔

آبادی جتنی زیادہ ہوگی روزگار کے مواقع اتنے ہی زیادہ ہوں گے

یہ ایک مسلمہ اور کھلی آنکھوں مشاہدہ پر مبنی اصول ہے کہ آبادی جتنی زیادہ ہوتی ہے روزگار کے مواقع اتنے ہی بڑھ جاتے ہیں اور آبادی کے کم ہونے سے روزگار کے مواقع میں اسی تناسب سے کمی ہوکر بے روزگاری کی شرح میں اضافہ ہوجاتا ہے، کیا وجہ ہے کہ لوگ روزگار کی خاطر دیہاتوں سے کثیر آبادی مثلاً (کراچی جیسے) شہروں کی طرف رُخ کرتے ہیں، اگر کم آبادی میں روزگار کے مواقع زیادہ ہوتے تو شہری لوگ روزگار کے حصول کی خاطر بیابان، جنگلوں اور دیہاتوں کا رُخ کیا کرتے......!!!

اسی طرح یاد رکھئے! ایٹم بم اور فضائی قوت کے ذریعے کسی ملک کی حکومت کو منٹوں میں گرایا جاسکتا ہے مگر اس ملک پر پھر از خود حکومت اور اسے پورے کنٹرول میں لینا اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب ایٹم بم چلانے والے یا فضائی حملہ کرنے والے ملک کی بری فوج کی تعداد غیر معمولی طور پر زائد ہو، اگر بری فوج میں افراد کم ہوں گے تو ایک چھوٹے سے ملک پر قبضہ بھی برقرار نہیں رکھا جاسکتا۔

روس کے خلاف جہاد میں افغانوں کی فتح کا ایک بہت بڑا ظاہری سبب افغانوں کی آبادی بھی تھی، چنانچہ ہم نے سنا کہ بسا اوقات ٹینکوں کی قطاریں لگی ہوتی تھیں مگر افغان مجاہدین ٹینکوں کے دہانوں سے تسلسل کے ساتھ نکلنے والے گولوں کی پروا کئے بغیر سینکڑوں کی تعداد میں قطاریں بنا کر ان ٹینکوں کی طرف دوڑتے......اور دہانوں سے برسنے والے ان گولوں سے یکے بعد دیگرے درجنوں کی تعداد میں شہید ہوتے ہوتے بالآخر ایک نہ ایک مجاہد کسی ٹینک پر چڑھ دوڑنے میں کامیاب ہوجاتا اور یوں ٹینک میں گھس کر اس ٹینک کو اپنے قبضے میں لے لیتا۔ اس کے برعکس روسی فوجیوں میں جب کوئی فوجی مجاہدین کے ہاتھوں مردار ہوتا، تو اس کے خاندان میں اس کی کمی پوری کرنے والا کوئی دوسرا مرد موجود نہ ہوتا...... یوں روس کے لئے اپنے روز مردار ہونے والے ان فوجیوں کی کمی کو پورا کرنا، ناممکن بنتا چلا گیا۔

آبادی کی کثرت کی مثال ان چیونٹیوں کی طرح ہے جو اپنی کثرت کے باعث مضبوط، طاقتور، زہریلے اور بل کھاتے

اژدھے سے یکے بعد دیگرے چمٹتے ہوئے اس کی بے انتہا طاقت وقوت اور ''مچلنے'' کے باوجود اسے تڑپ تڑپ کر بالآخر دم توڑنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔

یاد رکھئے......! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ ملک وملت اور دین و مذہب کے دفاع کی خاطر جہاد کی غرض سے کثرت سے اولاد طلب کرنا، پیغمبروں کا طریقہ ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں باب باندھا ہے: ''باب من طلب الولد للجهاد'' (جہاد کی غرض سے اولاد طلب کرنا) یہ عنوان باندھ کر اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ اور مجاہد پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام کا اپنی سو (100) بیویوں سے اس نیت سے جماع کے ارادے کا ذکر ہے کہ ان سے ایک سال میں سولڑکے پیدا ہوں گے اور سلیمان علیہ السلام اپنے ان تمام بیٹوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے والا مجاہد بنا کر دشمنانِ دین کے ''خوابوں'' کو شرمندہ تعبیر ہونے سے محروم کر دیں گے۔ لہٰذا ہم اگر اپنے ملک وقوم کو دفاعی لحاظ سے بے انتہا طاقتور اور توانا بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں دیگر وسائل اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ آبادی کی شرح میں بھی اضافہ کرنا پڑے گا۔

کیا دنیا میں وسائل کم ہو رہے ہیں؟ حقائق کیا ہیں؟

فیملی پلاننگ والے کہتے ہیں کہ آبادی کے بڑھنے سے دنیا میں تیل، گیس اور دیگر قدرتی ذخائر کم ہو رہے ہیں، لیکن حقائق اس کے خلاف ہیں۔ ''آخری صلیبی جنگ'' کے نام سے ایک کتاب بندہ کی نظر سے گزری، اللہ تعالیٰ کتاب کے مؤلف عبدالرشید ارشد صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے مختلف معاملات میں یہودیوں کی سازشوں کو بہت مستند حوالوں کے ساتھ بے نقاب کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ خاندانہ منصوبہ بندی کے حوالے سے بھی فاضل مؤلف نے بہت کچھ لکھا، اس کتاب سے چند اقتباسات نقل کر رہا ہوں:

رابرٹ مالتھس کا نظریہ فیل ہو گیا

ایک جگہ فرماتے ہیں:

> ماہر معاشیات رابرٹ مالتھس وہ پہلا شخص ہے جس نے کثرتِ آبادی کا شوشہ چھوڑا، ۱۷۹۸ء میں اس نے مشہور زمانہ کتاب ''اصولِ آبادی'' لکھی جس کا پورا نام An essay on the principal of population as affects the Future improvement of Society." تھا اس میں کثرتِ آبادی کے حوالے سے اس نے لکھا کہ:
>
> ''آبادی جب کہ وہ بے قید طور پر چھوڑ دی جائے، جیومیٹری کے تناسب سے بڑھتی ہے اور اشیاءِ خوراک صرف ریاضی (ارتھمیٹک) کے تناسب سے بڑھتی ہے۔''

رابرٹ مالتھس پر کثرتِ آبادی کا خوف طاری ہوا اور ہر طرف اسے بھوک سے مرتے انسان نظر آنے لگے۔''

مزید فرماتے ہیں کہ:

> وہی لوگ جو ہمیں اعداد وشمار کے حوالے سے ''بڑھتی آبادی، گھٹتے وسائل'' سے ڈرا رہے ہیں، ذرا ان کا یہ نقطہ نظر بھی دیکھ لیجئے کہ شاید اسی سے ہمارا قبلہ درست ہو جائے۔

سب سے پہلے رابرٹ مالتھس کے چھوڑے ہوئے شوشہ کا ہی جائزہ ملاحظہ فرمائیے:

مالتھس کے نظریہ کا جائزہ سب سے پہلے مسٹر گوئن (Gwayen Dyer) نے اپنے ایک مقالہ میں لیا جس کا عنوان تھا:

Malthas The Faisenophet

مسٹر گوائن ڈائر کہتے ہیں:

''مالتھس کی موت کو اب ۱۵۰/سال گزر چکے ہیں اور اس کی سنگین پیش گوئیاں ابھی تک پوری نہیں ہوئیں۔ دنیا کی آبادی جیومٹری کے حساب سے دگنا چوگنا ہوگئی جیسا کہ اس نے کہا تھا، اس میں جنگوں اور حوادث کی وجہ سے بس تھوڑا سا فرق پڑا ہے۔ جب مالتھس نے کتاب لکھی تھی اس وقت کی آبادی کے مقابلہ میں آج دنیا کی آبادی ۸ گنا زائد ہو چکی ہے مگر غذائی پیداوار بھی کچھ اضافہ ہی کے ساتھ بڑھتی رہی اور انسان کی موجودہ نسل کو اوسط سطح پر تاریخ کی سب سے بہتر غذا مل رہی ہے۔''

گوائن ڈائر نے اپنا مقالہ اس بات پر ختم کیا:

''مالتھس غلطی پر تھا، ہمارے لئے یہ مقدر نہیں کہ ہماری اگلی نسلیں قحط میں پیدا ہوں۔''

(G-Dyer-Indian Times - Dec: 28' 1984)

ایک اور یورپین ماہر معیشت کی تحقیق

اب سے ایک صدی بعد آبادی دگنی یا تگنی ہو جائے گی یعنی اندازہ یہ کہ اکیسویں صدی کے نصف آخر تک آبادی 6/ارب سے 12/ارب کے درمیان ہوگی، اب تخمینہ یہ ہے کہ موجودہ زرعی طریقوں پر کوئی غیر معمولی بوجھ ڈالے بغیر یعنی تمام دنیا میں ان طریقوں کو اختیار کر کے جو وہاں کے لئے موزوں ہوں اور جو فنی اعتبار سے اس معیار کے ہوں جو آج نیم صنعتی ممالک میں استعمال ہو رہے ہیں، اس آبادی کی خوراک کی ضرورت پورا کرنے کے لئے کافی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اگلے سو (100) سالوں میں قلت خوراک کے لئے کوئی بنیاد موجود نہیں ہے، اگر کوئی قحط آئے تو وہ انسان کی اپنی حماقت یا خودغرضی کی وجہ سے ہوگا۔''

(Bernel J.D. World without wat-page 66)

ماہر معاشیات Dr. Dark Colin کی تحقیق

''یہ تمام چیزیں اس یقین کے لئے مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہیں کہ اگلے سو سال کے اندر دنیا کے باقی دو تہائی حصے میں بھی وہی زرعی انقلاب واقع ہو جائے گا جو ابھی تک صرف ایک تہائی حصہ میں رونما ہوا ہے۔''

بچوں کی شرحِ پیدائش کی نسبت وسائل کے بڑھنے کی شرح زیادہ ہے

''اگر دنیا کی زمین ٹھیک ٹھاک استعمال کی جائے تو موجودہ معلوم طریقوں کو استعمال کر کے بھی موجودہ آبادی سے دس گنا زیادہ آبادی کو یعنی ۲۸ /ارب افراد کو مغربی ممالک کی خوراک کے اعلیٰ معیار پر قائم رکھا جا سکتا ہے اور کثرت آبادی کا کوئی مسئلہ پیدا نہ ہوگا۔''

(Clark, Colin, (Economist) Population and living Standards International Labour Review, Aug 53)

خاندانی منصوبہ بندی والوں کا سب سے زیادہ زور اس بات پر ہے کہ آبادی بڑھ رہی ہے اور وسائل (خوراک) گھٹ رہے ہیں، جبکہ حقائق برعکس ہیں، پیدائش اور اموات کی شرح سے آبادی کی بڑھوتری نکالی جائے تو بڑھوتری کی شرح بہت کم ہے اور وسائل کے بڑھنے کی شرح زیادہ ہے۔

تیل اور گیس کی پیداوار میں کمی کے بجائے اضافہ ہو رہا ہے

۱۹۷۰ء کے عشرے سے ہمارے قدرتی وسائل ختم ہونے کا اندیشہ بڑھتا جا رہا ہے، اب ہمیں علم ہے کہ عالمی آبادی اور اقتصادی ترقی کے باوجود تیل سمیت تمام اہم قدرتی وسائل کے معروف ذخائر کم ہونے کے بجائے بڑھ گئے ہیں...... گویا مقدار کے لحاظ سے قدرتی وسائل کی کمی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

(بحوالہ ''دنیا کی آبادی۔ حرکیات اور امکانات'' معلومات جرمنی مارچ، اپریل ۹۸ء)

بڑھتی آبادی، گھٹتے وسائل پر یہ کسی رجعت پسند مولوی کی گواہی نہیں بلکہ یہ ان کا کہنا ہے جنہیں ہم ہر سچائی کی سند دینے کے لئے بے قرار رہتے ہیں۔ پھر یہ ماضی بعید کی شہادت نہیں، بات کہنے والے نے صرف ایک سال قبل اپنی تحقیق عالمی سطح پر عامۃ الناس کے سامنے رکھی ہے۔''

خاندانی منصوبہ بندی اور دفاع، یورپ آبادی میں اضافہ چاہتا ہے

فرماتے ہیں:

''خاندانی منصوبہ بندی کے داعی، کم بچے خوشحال گھرانہ کی مالا جپتے نہیں تھکتے کہ اس ''ورد'' پر انہیں مغربی آقاؤں نے لگایا ہے۔ عقل کے یہ اندھے اس خیر خواہی کی تہہ میں چھپی بدخواہی کی تہہ تک نہیں پہنچتے یا دانستہ پہنچنا نہیں چاہتے جبکہ انہیں خاندانی منصوبہ بندی کی ٹانی دینے والے اپنے لئے یہ رائے رکھتے ہیں کہ: ''آبادی میں عظیم اضافہ، ایسا اضافہ جو بے ضبط و بے لگام تھا، یورپ کو دنیا کی درجہ اوّل کی طاقت بنانے میں فیصلہ کن تھا، یورپ کی آبادی کے اس دھماکہ کے ساتھ پھٹ پڑنے ہی کا نتیجہ تھا کہ ملک میں نئی صنعتوں کو چلانے کے لئے کارندے بھی ملے اور دوسری طرف یورپ سے باہر دنیا میں پھیل جانے کے لئے مہاجر اور ایسے سپاہی بھی ملے جو دور دراز علاقوں میں پھیلی سلطنت کی سربراہی کر سکیں۔''

Prof. F.K. Organskl and Sturart Laure Population Explosion is Europe - July 17, 1961

بوسنیا کی خودساختہ سرب حکومت کے وزیر اطلاعات ویلبر آسٹو جک کہتے ہیں:

''اسلام ہر جگہ پھل پھول رہا ہے...... مسلمانوں کے پاس مالیات ہے، ایک نظریہ ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بڑھتی ہوئی آبادی ہے۔''

اس نے اعداد وشمار بتاتے ہوئے بتایا کہ اونچی شرح پیدائش مسلمانوں کو ۲۰۰۰ء تک بوسنیا کا اکثریتی گروہ بنادے گی۔(رائٹر ڈان، ۹۲-۸-۱۳)

ایک امریکی رپورٹ

''مسلم ممالک کی بڑھتی ہوئی آبادی اگلے ۲۵ رسالوں میں امریکہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے، ماہرین کا خیال ہے کہ ان ممالک کی سیاسی، معاشی اور اقتصادی وعسکری (فوجی) قوت میں اضافہ ہوگا۔ ان ممالک سے نکلنے والا خام مال جس سے امریکہ و یورپ کے کارخانوں کی چمنیاں گرم ہوتی ہیں، آنا بند ہوجائے گا۔ لوگوں میں قدرتی وسائل کو اپنے قبضے میں رکھنے کا شعور پیدا ہوگا اور مراعات یافتہ طبقہ (امریکی، یورپی مفادات کی رکھوالی کرنے والا) کے خلاف نفرت باقاعدہ تحریکوں کی شکل اختیار کرلے گی، جو تیسری دنیا میں امریکی مفادات کی نگرانی کرتا ہے۔''

(American Report S-200 approved under No. 314 on 26-11-75)

سارے بچے اکٹھے پیدا نہیں ہوجاتے...... فلپائن کی مثال

فرماتے ہیں:

''خاندانی منصوبہ بندی سرے سے معاشی خوشحالی کا مسئلہ نہیں ہے۔ فلپائن میں ہر گھرانے میں اوسطاً ۱۰، ۱۲ بچے ہیں لیکن آج تک قحط نہیں پڑا۔ ہمیں فلپنیوں کے ساتھ برسوں اکٹھے رہنے کا بھی موقع ملا ہے۔ ہم نے ان کے چہروں پر محنت کی عظمت اور اطمینان ہی دیکھا، کسی ایک کے منہ سے ہائے وائے نہیں سنی، بلکہ ان کا کہنا تو یہ ہے کہ گھر میں ۱۰ ربچے یکدم تو نہیں آگئے، جو پہلے پیدا ہوئے انہوں نے پہلے کمانا شروع کر کے والدین کا ہاتھ بٹایا، پھر چھوٹے، بڑے بنتے گئے، کماتے گئے اور چند سال بعد جب سب کی آمدنی آنے لگی تو......''خوشحالی نے ہمارے گھر ڈیرے ڈال دیئے......''

عورت کو ولادت کے عمل سے روکنا احمقانہ فعل ہے، نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر کی رپورٹ

نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر الیکسس کیرل کی رپورٹ:

''عورت کے لئے وظائف تولیدی جو اہمیت رکھتے ہیں ان کا ابھی تک پورا شعور پیدا نہیں ہوا ہے، اس وظیفہ کی انجام دہی عورت کی معیاری تکمیل کے لئے ناگزیر ہے، پس یہ احمقانہ عمل ہے کہ عورتوں کو تولید (ولادت کے عمل) اور زچگی سے برگشتہ کیا (یعنی روکا) جائے۔''

("Man the Unknown" by Dr. Alixis Carrel, Noble Prize Winner)

عورت کی صحت بچے جنتے رہنے میں ہے......Dr. Oswald Shwarz کی تحقیق

''جذبہ جنس آخر کس چیز کا غماز ہے اور کس مقصد کے حصول کے لئے ہے؟ یہ بات کہ اس کا تعلق افزائش نسل سے ہے، بالکل واضح ہے۔ بائیولوجی (Biology) کا علم اس مسئلے کو سمجھنے میں ہماری مدد کرتا ہے، یہ ایک ثابت شدہ حیاتیاتی قانون ہے کہ جسم کا ہر عضو اپنا خاص وظیفہ انجام دینا چاہتا ہے اور اس کام کی تکمیل چاہتا ہے جو فطرت نے اس کے سپرد کیا ہے، نیز اگر اسے اپنے اس کام سے روک دیا جائے تو لازماً الجھنیں اور مشکلات پیدا ہوں گی۔ عورت کے جسم کا بڑا حصہ بنایا ہی گیا ہے استقرارِ حمل اور تولید کے لئے۔ اگر عورت کو اپنے جسمانی اور ذہنی نظام کا یہ فطری تقاضا پورا کرنے سے روک دیا جائے گا تو وہ اضمحلال اور شکستگی کا شکار ہو جائے گی اس کے برعکس ماں بن کر وہ ایک نیا حسن ایک روحانی بالیدگی پالیتی ہے جو اس جسمانی اضمحلال (کمزوری) پر غالب آجاتی ہے جس سے زچگی کے باعث عورت دوچار ہوتی ہے۔''

(The Psychology of Sex, page 17, Dr. Oswald Schwarz)

ایک برطانوی رپورٹ

''مانعِ حمل وسائل کے استعمال سے مردوں کے جسمانی نظام میں برہمی پیدا ہوسکتی ہے۔ عارضی طور پر ان میں مردانہ کمزوری یا نامردی بھی پیدا ہوسکتی ہے۔ مجموعی حیثیت سے کہا جاسکتا ہے کہ ان وسائل کا کوئی زیادہ برا اثر بظاہر مرد کی صحت پر نہیں پڑتا، مگر اس بات کا ہمیشہ خطرہ ہے کہ مانع حمل وسائل کے استعمال سے جب مرد کو دورانِ مباشرت اپنی خواہش کی مکمل تسکین نہ ہوگی تو اس کی عائلی زندگی کی مسرتیں غائب ہو جائیں گی اور وہ دوسرے ذرائع سے تسکین حاصل کرنے کی کوشش کرے گا جو اس کی صحت برباد کر دیں گی اور ممکن ہے کہ امراضِ خبیثہ میں مبتلا کر دیں۔''

''منع حمل کی تدابیر کا نتیجہ یہ ہوتا کہ عورت کے عصبی نظام میں سخت برہمی پیدا ہو جاتی ہے اس میں بدمزاجی اور چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے۔ جب اس کے جذبات کی تسکین نہیں ہوتی تو شوہر کے ساتھ تعلقات خراب ہو جاتے ہیں، خصوصیت کے ساتھ ان لوگوں میں یہ اثرات زیادہ نمایاں دیکھے گئے ہیں جو ''عزل'' (کنڈوم)(Coitus Interrupts) کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

(Report-Birtish National Birth Rate Commission)

ضبطِ ولادت کے موجودہ تمام طریقے مرد وعورت دونوں کی صحت کی بربادی کا پیغام ہیں

Dr. Marry Sharabail کی تحقیق:

''......ضبط ولادت کے طریقے، فرزجے ہوں، جراثیم کش دوائیں، گولیاں، کنڈوم وغیرہ جو بھی ہوں، کے مسلسل استعمال سے عورت میں عصبی ناہمواری، پژمردگی، افسردہ دلی، طبیعت کا چڑچڑاپن،

اشتعال پذیری، غمگین خیالات کا ہجوم، بے خوابی، پریشان خیالی، دل و دماغ کی کمزوری، دوران خون کی کمی، ہاتھ پاؤں کا سن ہوجانا، جسم میں کہیں کہیں ٹیسیں اٹھنا، ایامِ ماہواری میں بے قاعدگی پیدا ہونا، ان کے لازمی اثرات ہیں۔'' (چالیس سالہ تجربہ کے بعد لیڈی ڈاکٹر کی رائے، بحوالہ اسلام اور ضبط ولادت: Marry Seharlaib.Dr)

''اسقاط کی وجہ سے بہت بڑی تعداد میں ایسے مریضانہ (Pathological) اثرات مرتب ہوتے ہیں جو آئندہ تولید (ولادت) کے امکانات کو بری طرح مجروح کر دیتے ہیں۔''

("The Abortion Problem" Taussing Fredrick J. Proceedings of the Conference of National Committe on Maternal Health, Baltimore, Page 39)

''......وظائف تولیدی کی انجام دہی عورت کی تکمیل کے لئے ناگزیر ہے۔ یہ ایک احمقانہ فعل ہے کہ عورتوں کو تولید اور زچگی سے برگزشتہ کیا جائے۔''

(Alsix Cari. De"Man the Unkown" بحوالہ اسلام اور ضبط ولادت، صفحہ 78)

Dr. Sitwati کی تحقیق

''......مانع حمل ذرائع میں کوئی طریقہ بھی ایسا نہیں جو بد اثرات نہ چھوڑتا ہو۔''

(Family Planning, Dr. Sitawati, Pakistan Times, Sept 21, 59)

ضبطِ ولادت کی گولیاں کینسر کا سبب

برطانوی ڈاکٹر Panial Deucas کی رپورٹ:

''ضبط ولادت کی گولیاں خطرناک نتائج کی حامل ہیں۔ ان کے استعمال سے سر چکرانا اور دیگر اعصابی تکالیف ہی نہیں بلکہ سرطان (Cancer) جیسے موذی مرض کے پیدا ہونے کا خدشہ بھی ہے۔''

(Ranial Deucas-Brhisher.Dr بحوالہ صدق جدید لکھنؤ، 18 نومبر 60ء)

امر واقع یہ ہے کہ ہمارے ہسپتال میں ایسی مریض خواتین علاج کے لئے آتی ہیں جن کی ہسٹری لینے کے دوران اکثر مرض کی ابتداء کی تہہ میں چھلا (Ring) گولیاں، آپریشن پایا جاتا ہے۔ آج ریڈیو، ٹی وی پر قوم کو زیادہ بچوں کے سبب کینسر سے ڈرایا جارہا ہے حالانکہ بات اُلٹ ہے۔ تحقیق کہتی ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کے طور طریقے اور ادویات کینسر کا سبب بن سکتے ہیں۔

خراب صحت سے چھٹکارا

شاہدہ پیشے کے اعتبار سے ایک سائنس دان ہے۔ وہ کہتی ہے کہ شادی سے پہلے میرے لئے صحت کا کوئی مسئلہ کھڑا نہیں ہوا تھا، لیکن شادی کے بعد جب میں نے مانع حمل گولیاں استعمال کیں تو وہ گولیاں میری بیماری کا سبب بن گئیں، لیکن صرف میں ہی نہیں بلکہ میرے شوہر بھی بیمار رہنے لگے۔ اس

طرح ہم طرح طرح کی بیماریوں اور پریشانیوں میں مبتلا رہنے لگے۔ پھر ہم نے خرابی صحت سے متعلق اپنا رویہ تبدیل کر دیا۔ اس کے بعد ہمیں خرابی صحت کی گرفت سے چھٹکارا مل گیا۔ شاہدہ لکھتی ہیں:

میرے ہونے والے شوہر سے پہلے پہل میری ملاقات اس وقت ہوئی تھی کہ جب ہم ڈگری کلاس میں پڑھ رہے تھے، پھر جب ہماری شادی ہوئی تو ان دنوں ہم پی، ایچ، ڈی کے لئے ریسرچ کر رہے تھے۔ تعلیم کے دوران ہمارے لئے بچے کی ولادت دقتیں پیدا کر سکتی تھی لہٰذا مانع حمل گولیوں کے استعمال ہی میں عافیت نظر آئی، چنانچہ ہم نے ان گولیوں کا استعمال شروع کر دیا اور اب ہمیں یہ سوچ کر قطعی حیرت نہیں ہوتی کہ ہماری صحت کی خرابی کی وجہ یہی گولیاں تھیں۔ مانع حمل گولیوں کے استعمال کے تقریباً ایک سال بعد ہماری صحت خراب رہنے لگی، میرا وزن گھٹنے لگا، مزاج میں ہیجان اور چڑ چڑا پن پیدا ہو گیا اور اکثر و بیشتر مجھ پر افسردگی طاری رہنے لگی۔ اس وقت میری سمجھ میں قطعی نہیں آتا تھا کہ آخر یہ سب کچھ کیوں ہے؟ جیسا کہ میں بتا چکی ہوں کہ میرے ساتھ ہی میرے شوہر بھی علیل رہنے لگے بلکہ ان کی صحت مجھ سے زیادہ بگڑ گئی، وہ اعصابی بدنظمیوں کا شکار رہنے لگے اور کبھی کبھی ان پر بھی ہیجانی کیفیت طاری ہونے لگی۔

ہم نے پی ایچ ڈی کر لیا اور اپنے پیشے میں لگ گئے۔ اب ہمارا کنبہ باضابطہ وجود میں آنے لگا تھا، حیرت کی بات ہے کہ دورانِ حمل میری صحت کافی بہتر ہو گئی، میں خود کو تندرست محسوس کرنے لگی، اس طرح میری فکرمندی بڑی حد تک دور ہو گئی۔ شادی کے بعد سے اب تک مجھے اپنی صحت کبھی اس قدر بہتر نہیں معلوم ہوئی تھی۔ (بشکریہ ''ہمدرد صحت''، جولائی ۱۹۸۵ء)

ضبطِ تولید کی گولیوں سے فالج ہوتا ہے

ضبطِ تولید کی گولیاں استعمال کرنے والی خواتین فالج کا شکار ہوتی ہیں۔ اونٹاریو (کینیڈا) کے ایک ممتاز ماہر امراضِ اعصاب کے مطابق اس نے اب تک جو مشاہدات کئے ہیں ان کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ ضبطِ تولید کی گولیاں جب سے استعمال ہونے لگی ہیں خواتین پر فالج کے حملوں کا سلسلہ بھی تیز ہو گیا ہے۔ اس ماہر کے مطابق اس نے اونٹاریو میں جو مشاہدات کئے ہیں ان کے مطابق ۱۹۶۷ء اور ۱۹۶۸ء کے دوران ان گولیوں کو عوام میں متعارف کرانے کے بعد انہیں استعمال کرنے والی ۵۷ رفیصد خواتین فالج کے امراض میں مبتلا ہوئیں، جبکہ ۱۹۵۸ء اور ۱۹۵۹ء میں یہ صورتِ حال نہیں تھی۔

ڈاکٹر والیم ہاچنسکی کے مطابق اونٹاریو میں فالج کے مریضوں کی مجموعی تعداد میں ۱۷ رفیصد اضافہ ہوا۔ ڈاکٹر ہاچنسکی نے یہ بات سپریم کورٹ میں دائر کردہ ایک مقدمے کی سماعت کے دوران بتائی۔ پالین بخان نامی ایک خاتون نے اور تھو فارماسیوٹیکل (کینیڈا) لمیٹڈ کے خلاف عدالت میں اپنی درخواست میں بتایا ہے کہ اس کمپنی کی تیار کردہ ضبطِ تولید کی گولیاں کے استعمال سے اس پر ۱۹۷۱ء

میں فالج کا حملہ ہوا جس کی وجہ سے اس کا بایاں ہاتھ اور پاؤں مستقل طور پر بیکار ہو گیا ہے۔ اس پر حملہ ۲۳ ر سال کی عمر میں ہوا تھا۔ (بشکریہ ''ہمدرد صحت، ستمبر ۱۹۸۵ء)

اسقاطِ حمل سالانہ تقریباً 68000 اموات کا سبب

ترقی پذیر ملکوں میں اسقاطِ حمل سے ہر سال اوسطاً 68000 خواتین موت کے منہ چلی جاتی ہیں۔ جی ہاں! یہ بی بی سی کی رپورٹ ہے، اس کے تحت یہ خبر بھی شائع ہوئی کہ لینسٹیٹ مطالعاتی رپورٹ کے مطابق اسقاطِ حمل کے بعد کم از کم پانچ لاکھ خواتین ایسی ہیں جو کہ انفکشن اور دیگر پیچیدگیوں کے باعث ہسپتال جاتی ہیں۔ ملاحظہ ہو:

www.bbcurdu.com 18:08, November 24 PST 23:08 GMT

دو بچوں کی پیدائش میں زیادہ وقفہ بچوں کی ذہنی ترقی میں رکاوٹ کا سبب ہے

یاد رکھئے! فطرت نے نظام کچھ ایسا بنایا ہے کہ بچہ اپنی ہی عمر کے قریب قریب کسی بھائی یا بہن کا خواہش مند ہوتا ہے، چنانچہ اگر بھائی بہنوں کی عمروں میں زیادہ فرق ہو تو یہ بات بچوں کی تربیت پر بھی اثر انداز ہوتی ہے اور وہ بچے جلدی اور عمدہ ذہنی واخلاقی تربیت حاصل کرتے ہیں جن کے بھائی اور بہنیں کثرت سے ہوں۔

اس حوالے سے فاضل مؤلف بعض یورپین محققین کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''بچوں کے درمیان جس غیر فطری (کیونکہ فطری وقفہ قدرت کا طے کردہ ہے) وقفے پر زور دے کر ''خوشحال اور صحت مند گھرانے کی خوشخبری'' اکثر دی جاتی ہے اس پر ان کے اپنے طبّی ماہرین کی رائے کیا ہے؟ آپ بھی ملاحظہ فرمالیجئے، یہ لوگ عمرانیات اور نفسیات کے شعبے میں برسہا برس تجربہ کی بناء پر یہ رائے رکھتے ہیں:

''......قریب العمر بچوں (بھائیوں، بہنوں) کی کمی منجملہ اور چیزوں کے بچے کو مشکلات میں مبتلا کر دیتی ہے اور وہ چیخنے یا چلانے یا تخریبی نوعیت کے کام کرنے میں لگ جاتے ہیں۔''

("The Middle Class Child and Neurosis" Arnold W. Green)

''اگر بچوں کے درمیان عمر کا بہت فرق ہو تو بڑے بچے میں قریب العمر ساتھی نہ ہونے کی وجہ سے ذہنی خلال (Neurosis) تک واقع ہو جاتا ہے بلکہ بعض ماہرین اس پر بھی متفق ہیں کہ بچے کا ذہنی ارتقاء (ترقی) رک جاتی ہے۔''

("Maternal Over Protection" Dr. David M. Lovy)

ملاحظہ ہو: ''آخری صلیبی جنگ'' مؤلفہ: عبدالرشید، صفحہ ۲۰۲ تا ۲۷۰)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو عزل ثابت ہے اس کا مقصد شرحِ پیدائش میں کمی نہ تھا

فیملی پلاننگ والے بعض مرتبہ اپنے نظریات کی تائید کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو بعض موقع پر عزل (کنڈوک کا استعمال عزل ہی کی ایک جدید صورت ہے) ثابت ہے، اس سے استدلال کرتے ہیں تو یاد رکھئے! صحابہ

کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو بعض مواقع پر عزل ثابت ہے، اس عزل سے صحابہ کا مقصد بچوں کی شرح پیدائش میں کمی ہرگز نہیں تھی...... بلکہ وقتی طور پر پیش آنے والے کسی عذر کے پیش نظر اس کا ارتکاب کیا جاتا تھا، صحابہ تو سمجھتے تھے کہ شریعت (جو فطرت ہی کا دوسرا نام ہے) نے عورت کو ''حرث'' (کھیتی) سے تعبیر کیا ہے، کھیت کا تو مقصد ہی پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ فصل کٹنے کے بعد دوبارہ بیج ڈالنے سے قبل اگر کسان درمیان میں کچھ وقفہ کرے تو دنیا میں اس سے بڑا احمق کوئی کسان نہ ہوگا جو یہ وقفہ اس لئے کرے کہ میری پیداوار کم ہو......

ایک پادری کا قرآن پر اعتراض

ایک دن ایک پادری صاحب مجھے کہنے لگے کہ تمہارے قرآن نے عورتوں کو ''کھیتی'' سے تعبیر کر کے عورت کی بڑی توہین کی ہے۔

میں نے کہا (اگر تعصب کی عینک اتار کر دیکھو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا) کہ قرآن نے عورت کو کھیتی سے تعبیر کر کے عورت کی تعظیم کی ہے، تحقیر نہیں، یقین نہ آئے تو کسان سے پوچھو کہ اس کے دل میں اپنے کھیت کی کیا قدر ہوتی ہے......؟ کسان سے اس کا کھیت چھیننے کی کوشش کر کے دیکھو، کسان اپنی زمین کے دفاع کی خاطر جنگ وجدال اور خون خرابے پر اتر آئے گا...... کیونکہ اسے معلوم ہے کہ میری تو پیداوار کے اور پھر پیداوار کے ذریعہ معاش ہی اس سے وابستہ ہے تو جب کسان کے دل میں اس کھیتی کی وہ قدر جو گاجر، مولی اور ٹماٹر پیدا کرتی ہے تو وہ کھیتی جو انسان کی صورت میں پیغمبروں کو پیدا کرتی ہے...... علماء، مفتیان اور ملک وقوم کو مضبوط کرنے والے فوجیوں اور مبلغین کو پیدا کرتی ہو...... قوم کی خوشحالی کی خاطر سائنسدانوں، ڈاکٹروں، انجینئروں اور فیکٹریوں میں کام کرنے والے مزدوروں کو پیدا کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ ملک وقوم کی خوشحالی کا سبب بنتی ہو بلکہ اس کے ساتھ ساتھ کھیت کے مالک یعنی شوہر کا خاندان آباد کر کے، اسے جوانی میں باپ اور پھر بڑھاپے میں دادا نانا بننے کی نعمت سے نوازنے کا سبب بنتی ہو...... تو ایسے شوہر کو جب کوئی بتائے کہ یہ تمہاری بیوی ہی ہے جو خود تکلیف اٹھا کر تمہیں اولاد کی صورت میں پیداوار مہیا کرتی ہے تو ایسی بات بتانے والا شوہر کے دل میں عورت کی قدر ومنزلت گھٹا رہا ہوگا یا بڑھا رہا ہوگا......؟

قرآن نے عورت کو کھیتی سے تعبیر کرتے ہوئے مسلمان مرد کے دل میں عورت کی عظمت بٹھائی ہے۔

ارشادِ باری ہے:

{هو الذي جعل لكم من أنفسكم أزواجا وجعل لكم من أزواجكم بنين وحفدة}

ترجمہ: ''وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے (عورتیں) پیدا کیں اور پھر ان جوڑوں (بیویوں) کے ذریعے تمہیں بیٹے بھی دیئے اور پوتے بھی۔''

الغرض خالق کائنات نے بتایا کہ یہ تمہاری بیوی ہی ہے جو تمہارا خاندان آباد کرتی ہے، بالکل کسان کی اس زمین کی طرح جس میں کسان نے بیج ڈالا تھا پھر یہ زمین ایک وقت تک اس دانے کو مضبوط ٹھکانا دے کر اور اسے خوراک مہیا کر کے

پہلے اسے ننھا سا پودا اور پھر مسلسل پروان چڑھاتے ہوئے تناور درخت بنا کر چھوڑتی ہے، یہاں تک کہ ایک وقت کے بعد وہ دانا یا گٹھلی تناور درخت یا لہلہاتی فصل بن کر کسان کی زینت وفکر کا بھی سبب بنتی ہے اور کسان اس درخت وفصل کی پیداوار سے ہر طرح کے دینی ودنیوی فوائد خود بھی حاصل کرتا ہے اور قوم کی خوشحالی کا بھی سبب بنتا ہے۔

یاد رکھئے! زمین سے اُگنے والی پیدوار جتنی زیادہ ہوگی کسان، اس کے اہل خانہ بلکہ پوری قوم خوشحالی کی طرف اتنے ہی زیادہ گامزن ہوں گے، بالکل اور سو فیصد اسی طرح جس ملک، جس قوم اور جس خاندان میں بچوں کی صورت میں ظاہر ہونے والی پیداوار جتنی زیادہ ہوگی وہ خاندان اور قوم بھی خوشحالی کی طرف اتنی ہی زیادہ گامزن ہوگی۔

بچوں کی پیدائش میں مناسب وقفہ، کونسا وقفہ ہے

اور یہ بھی یاد رکھئے! کسان ایک مرتبہ پیداوار کاٹنے کے بعد دوبارہ بیج ڈالنے سے قبل کچھ وقت کے لئے زمین کو آرام دیتا ہے اور اسے کھاد کی خوراک مہیا کر کے چند ماہ کے لئے یوں ہی چھوڑ دیتا ہے، تاکہ زمین اپنی توانائی بحال کر کے دوبارہ عمدہ اور زیادہ پیداوار پیدا کرنے کے قابل بن جائے ......تو دو ''پیداوار'' کے درمیان اس وقت یہ وقفہ ایسا وقفہ ہوگا جسے ''مناسب وقفہ'' کہا جائے گا......کیونکہ اس وقفے کا مقصد پیدوار میں کمی نہیں بلکہ پیداوار میں کمی سے بچنا ہے، اسی طرح بعض مرتبہ کوئی عورت بچے کی ولادت کے بعد وقتی کمزوری کا شکار ہوجاتی ہے تو مناسب ہوتا ہے کہ اگلے بچے کی پیدائش میں کچھ وقفہ کر کے عورت کو آرام دیا جائے، نیز تاکہ عورت اپنی طاقت وقوت پوری طرح بحال کر کے کمزوری کے باعث جلد بڑھاپے کا شکار نہ ہو اور یوں دیر تک اولاد پیدا کرنے کے قابل رہے......تو بچوں کی پیدائش میں جو وقفہ اس قسم کا ہوگا اس وقفے کو ''مناسب وقفہ'' کہا جائے گا کیونکہ اس وقفے کا مقصد بھی بچوں کی شرح پیدائش میں کمی نہیں...... بلکہ اضافہ ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی والے اہل مغرب کے اشاروں اور ان سے ملنے والے فنڈز کی بنیاد پر بچوں کی پیدائش میں جس قسم کے وقفوں کی تعلیم دے رہے ہیں تو ان وقفوں کا مقصد......نہ تو عورتوں کی صحت کی بحالی ہے......، نہ ہی غربت کا خاتمہ ......اور نہ ہی اولاد کی تعلیم وتربیت...... یہ سب قوم کو اُلّو بنانے کے لئے اہل مغرب کی طرف سے پیش کردہ زہریلی ٹافیاں اور لالی پاپ ہیں جو ترقی وتربیت کے خوشنما نعروں کے میٹھے شیرے میں ڈبو کر قوم کو کھلائی جا رہی ہیں...... اِن وقفوں کا بنیادی مقصد صرف اور صرف ایک ہی بات ہے اور وہ یہ کہ ایشیائی اقوام خصوصاً مسلمان قوم میں بچوں کی شرحِ پیدائش میں کمی ہو اور مسلمان ''کھیتیاں'' ......علماء، صلحاء، مجاہدین ومبلغین، ڈاکٹروں، انجینئروں، سائنسدانوں، اسلامی ملکوں کی حفاظت کرنے والے فوجیوں اور مزدوروں کی صورت میں پیدا ہونے والی ''پیداوار'' میں اضافہ ترک کردیں......اور یوں آبادی کی کمی کا شکار ہوکر یہ ممالک عسکری (فوجی) اور معاشی سطح پر مضبوط اور توانا نہ ہوسکیں......اور کسی بھی لحاظ سے کسی بھی محاذ پر اہل مغرب کی راہ میں رکاوٹ کا سبب نہ بن سکیں...... نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمان ملکوں کی زمین میں ودیعت کردہ تیل، گیس اور دوسری معدنیات کے نہ ختم ہونے والے بیش بہا خزانوں پر اہل مغرب کی دسترس آسان ہوجائے۔

❁❁❁

چھٹا حصہ

اسلام اولاد کی کثرت پر بہت حریص ہے

قرآن، حدیث، صحابہ واسلاف کے اقوال

پہلی حدیث: (تین بار اجازت مانگنے پر بھی بانجھ عورت سے نکاح کی اجازت نہیں ملی)

عن معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنه قال جاء رجل إلی النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال إنی أصبت امرأة ذات حسب وجمال وإنها لا تلد أفأتزوجها؟
قال: لا، ثم أتاه الثانیة فنهاه ثم أتاه الثالثة فقال: تزوجوا الودود الولود؛ فانی مکاثر بکم الأمم۔ رواه أبو داود۔

ورواه البیهقی بسنده فقال:... ذات حسب ومنصب ومال الا أنها لا تلد أفأتزوجها... ثم أتاه الثانیة فقال له مثل ذلک فنهاه ثم أتاه الثالثة فقال له مثل ذلک فقال رسول اللہ صلی اللہ وسم: تزوجواا الودود الولود؛ فانی مکاثر بکم الأمم۔“

ترجمہ: ”حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ مجھے ایک ایسی عورت کا رشتہ میسر آیا ہے جو اونچے خاندان اور منصب والی ہے، خوبصورت بھی ہے اور مالدار بھی ہے، مگر بانجھ ہے (یعنی اس کے اولاد نہ ہوگی) تو کیا میں اس سے نکاح کرلوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں“ (صحابی تشریف لے گئے اور پھر) دوبارہ حاضر خدمت ہوکر وہی بات دہرائی [کہ وہ عورت اونچے خاندان اور منصب والی بھی ہے، خوبصورت بھی ہے اور مالدار بھی ہے، اس عورت کے اوصاف دہرا کر دوبارہ اجازت لینا چاہی] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بات بھی صحابی کو اس سے نکاح کرنے سے منع فرمادیا (صحابی تشریف لے گئے اور پھر) دوبارہ حاضر ہوکر وہی بات دہرائی [کہ وہ عورت اونچے خاندان اور منصب والی بھی ہے، خوبصورت بھی ہے اور مالدار بھی ہے، اس عورت کے عمدہ اوصاف شمار کرتے ہوئے تیسری بار اجازت لینا چاہی، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار بھی ان صحابی کو اس سے نکاح سے منع فرمایا اور فرمایا کہ] ایسی عورت سے نکاح کرو جو بہت زیادہ محبت کرتی ہو اور کثرت سے بچے جنتی ہو، کیونکہ میں تمہاری کثرت (اور تعداد) کی بنا پر روزِ محشر دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔“

اس حدیث میں درج ذیل باتیں خصوصیت سے قابل غور ہیں:

پہلا نکتہ

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نکاح سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے صراحتاً اجازت نہیں لیا کرتے تھے، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح فرمایا، اگلے دن رسول اللہ علیہ وسلم نے آپ کے کپڑوں پر خوشبو کا زرد رنگ دیکھ کر اس بارے میں استفسار فرمایا تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میں گزشتہ کل نکاح کر چکا ہوں، خوشبو کا اثر اس سبب سے ہے، تو دیکھئے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے نکاح کی خاطر جس عورت کا انتخاب کیا اس کے بارے میں مشورہ تو درکنار بلکہ پہلے سے نکاح کی اطلاع بھی ضرورت نہ سمجھی......مگر مذکورہ حدیث میں بانجھ عورت کے نکاح سے قبل صحابی کا باقاعدہ پہلے رسول اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کی کوشش کرنا اس بات کی واضح علامت ہے کہ صحابہ کرام میں یہ بات پہلے سے اچھی طرح مشہور معروف تھی کہ ہمارے نبی اپنی امت میں اولاد کی قلت (کمی) کو پسند نہیں فرماتے، چنانچہ اس بات کے پہلے سے مشہور و معروف ہونے کی وجہ سے بانجھ عورت کا رشتہ میسر آجانے کے بعد صحابی نے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس عورت کے اوصاف گنواتے ہوئے، پہلے اس اقدام کی باقاعدہ اور صراحتہ اجازت یا اس بارے میں آپ سے مشورہ لے لیا جائے...... بانجھ عورت سے نکاح کی کراہت پہلے سے مشہور و معروف ہونے سے اندازہ لگا لینا چاہیے کہ اسلام، امتِ مسلمہ میں شرحِ پیدائش کی قلت کو کتنا ناپسند کرتا ہے......؟؟؟

دوسرا نکتہ

اگر کسی عورت کی طرف کسی مرد کا میلان ہو جائے تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری صحیح حدیث میں ایسی عورت سے نکاح کی ترغیب دی ہے اور ان کے درمیان نکاح کو بہترین چیز قرار دیا ہے، ارشاد ہے: ''لن تر للمتحابین مثل النکاح'' (دو محبت کرنے والوں میں نکاح سے بہتر ہرگز کوئی شئ نہیں) نیز حکم دیا کہ جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اسے پہلے ایک نظر دیکھ لیا جائے......اس سے اس کی طرف کچھ پہلے سے میلان ہو جاتا ہے اور ایسا نکاح زیادہ کامیاب ہوتا ہے، الغرض جس عورت کی طرف طبعی میلان ہو، اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورت سے نکاح کی ترغیب دی اور ایسی عورت سے نکاح کو زیادہ کامیاب قرار دیا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر اس خاتون کی طرف صحابی کی رغبت کے باوجود بھی صحابی کو اس کے نکاح سے منع فرمایا......معلوم ہوا کہ شریعت کی نظر اولاد کے حصول کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ اس بناء پر محبوبہ کے رشتے کو بھی ٹھکرا دینا چاہیے۔

تیسرا نکتہ

کسی عورت کی طرف نکاح کی خاطر رغبت و میلان دو قسم کا ہوتا ہے:

(۱) عورت میں واقعی کچھ عمدہ اوصاف ہوں کہ جن کی بناء پر اس کی طرف غیر معمولی رغبت ہو۔

(۲) بغیر کسی وصف کے ویسے ہی جوانی کے جوش میں نکاح کا شوق پیدا ہو رہا ہو۔

پہلی قسم کا میلان و رغبت دوسری قسم کی نسبت کئی گنا زائد ہوتا ہے، چنانچہ صحابی کی اس عورت کی طرف نکاح کی ایسی

رغبت تھی جو محض جسمانی صحت وقوت کی بنا پر نہ تھی بلکہ اس عورت میں موجود کچھ واقعی ایسے عمدہ اوصاف تھے کہ جن کے باعث صحابی نے ان سے نکاح کی خواہش ظاہر کی، مگر اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس کے نکاح سے منع فرمایا، معلوم ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں اولاد کی کثرت والی حکمت نکاح سے وابستہ باقی تمام حکمتوں اور مصلحتوں پر مقدم ہے، لہٰذا اولاد کا حصول اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کی خاطر باقی مصلحتوں کو قربان کر دینا چاہئے۔

چوتھا نکتہ

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری پر غیر معمولی حریص تھے اور عام عادت صحابہ کرام کی یہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھتے ہی اندازہ لگا لیا کرتے تھے کہ ہمارے نبی اس کام کو پسندیدہ نہیں سمجھتے اور اتنی بات ہی ان حضرات کو کسی کام سے روکنے کے لئے کافی ہوجایا کرتی تھی، صحابہ کرام کے ان اوصاف کا تقاضا یہ تھا کہ پہلی مرتبہ یہ صحابی جب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک مرتبہ منع کر دینا ہی کافی ہوجانا چاہیے تھا، مگر یہ صحابی کچھ وقت کے بعد دوبارہ اجازت مانگنے کیوں تشریف لا رہے ہیں......؟

یہ یقیناً اس بات کی علامت ہے کہ صحابی کے دل میں عورت سے نکاح کی طرف صرف رغبت ہی نہیں تھی بلکہ اتنی زیادہ رغبت اور ایسا غیر معمولی میلان تھا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صریح لفظوں میں ایک مرتبہ منع کر دینا بھی کافی نہ ہوا، حتیٰ کہ پھر دوسری مرتبہ حاضر ہوئے، دوبارہ منع کیا گیا اور پھر تیسری مرتبہ حاضر ہو کر دوبارہ اجازت لینا چاہی...... یہ تین مرتبہ حاضری کا عدد جہاں صحابی کی اس عورت سے نکاح کی......''بے پناہ خواہش''......و رغبت کی طرف دلالت کر رہا ہے...... وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان صحابی کو تینوں بار ہی منع کر دینا......اس بات کی بھی واضح دلیل ہے کہ صحابی کے دل میں اس عورت کی طرف نکاح کی خواہش کے جو غیر معمولی جذبات تھے...... ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اپنی امت کے افراد سے اولاد کی کثرت کی خواہش کے جذبات اس سے بھی زیادہ ہیں......

پانچواں نکتہ

نبوت کے جس دور میں یہ واقعہ پیش آیا تو یہ وہ زمانہ تھا کہ جس میں متعدد شادیوں کا بھرپور رواج تھا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل اور مختلف عنوانات سے اپنے اقوال کے ذریعے تعددِ ایک سے زیادہ شادیوں کی ترغیب بھی دے چکے تھے، بالفرض اگر ترغیب نہ بھی دی ہوتو رواج تو بہرحال تھا ہی، چنانچہ صحابی جب پہلی بار خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور نکاح کی اجازت لینا چاہی تو انہیں یوں بھی جواب دیا جاسکتا تھا کہ:''چلو......! یہ اگرچہ بانجھ سہی......مگر شادی زندگی میں صرف ایک ہی بار تو نہیں ہوتی......یعنی اس عورت سے شادی کر کے تم اولاد سے ہمیشہ کے لئے محروم تھوڑا ہی ہوجاؤ گے، دوسری، تیسری، چوتھی شادی کا اختیار تو تمہارے پاس بہرحال رہے گا، لہٰذا دوسری شادی کسی ایسی عورت سے کر لینا جو بانجھ نہ ہو......''

مگر تعددِ ازواج کے بھرپور رواج کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کو اس عورت کے نکاح سے منع کرتے ہوئے واضح فرمایا کہ مجھے اپنی امت کے افراد سے اولاد کی کثرت کی اتنی خواہش ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میری امت کا کوئی بھی فرد اگر چار شادیاں بھی کرے تو ان چار شادیوں کے لئے بھی ایسی عورتیں تلاش کرے جن میں سے ایک بھی بانجھ نہ ہو،

سب کی سب بچے جننے والی ہوں۔

چھٹا نکتہ

محض بچے جننے کی صلاحیت رکھنے والا وصف تو دنیا کی لاتعداد عورتوں میں پایا جاتا ہے، نیز ایسی عورتوں کے رشتوں کا حصول بھی آسان ہوتا ہے جن سے مقصد صرف اولاد کا حصول ہو...... اچھا خاندان، خوبصورتی، منصب و دولت وغیرہ پیش نظر نہ ہو...... اس کے برخلاف ایسی عورتیں دنیا میں کم ہوتی ہیں جن میں اونچے خاندان، خوبصورتی، منصب اور دولت والے چار عمدہ اوصاف بیک وقت جمع ہو جائیں، نیز ایک تو اس قسم کی عورتوں کی تعداد کم ہوتی ہے پھر اگر ایسی صفات والی عورتوں کی طرف پیغامِ نکاح بھیجا بھی جائے تو ان کے اولیاء اس پیغام کو اتنی آسانی سے قبول بھی نہیں کرتے...... چنانچہ اس حدیث میں اشارہ ہے کہ اگر تمہارے لئے کوئی ایسا رشتہ میسر ہو جس کا میسر ہونا، نادر ہو...... جس رشتے کا حصول ایسے سمجھا جاتا ہو جیسے کسی کی لاٹری لگ گئی ہو...... تو ایسی صورت میں بھی اولاد کے حصول کی نعمت اس رشتے کے حصول کی نعمت سے بڑھ کر ہے......

صحابی کو جس قسم کی خاتون کا رشتہ میسر آیا، اس موقع پر اگر میں یا آپ ہوتے اور متعدد شادیوں کا بھرپور رواج بھی ہوتا اور ہم سے کوئی اس قسم کا مشورہ لینے آتا تو ہم اسے شاید یوں جواب دیتے:

> ''بھائی! بات یہ ہے کہ محض اولاد کے حصول کے لئے کسی بھی عورت سے ایک کیا مزید تین شادیاں کر سکتے ہو، ویسے بھی جہاد کا دور ہے، باندیاں کم ہیں کیا......؟ ہر سال ایک کے بجائے تین تین بچے پیدا ہوں گے...... مگر یاد رکھو! خوبصورت لڑکیاں نصیب والوں ہی کو ملا کرتی ہیں، پھر خوبصورت لڑکی اگر اونچے خاندان، اونچے منصب اور مال و دولت والی بھی ہو تو یہ تین اوصاف اس کی خوبصورتی کو مزید چار چاند لگا دیتے ہیں، یعنی: خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت (تو ویسے بھی) آ ہی جاتی ہے مگر اونچا خاندان، منصب و دولت اس نزاکت اور حسن کو سہ آتشہ بنا دیتا ہے۔

لہٰذا ہم اور آپ ہوتے تو اوّلاً تو اس موقع پر اس قسم کے مشورے کو مشورہ لینے والے کی حماقت اور بیوقوفی کی بہت بڑی دلیل سمجھتے اور اس موقع پر مشورہ لینے والوں کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھتے بلکہ اس کی حماقت اور ''سادگی'' پر ہنستے ہوئے اس سے کہتے کہ:

> ''او خدا کے انتہائی...... سادہ...... بندے! اس رشتے کو غنیمت سمجھو...... بانجھ ہے تو کیا ہوا......؟ اولاد تو مقدر سے ملتی ہے...... مقدر میں ہوئی تو پچیس تیس سال بعد ہو سکتا ہے کہ اسی سے ہو جائے، کیا ایسے واقعات دنیا میں کم نہیں کہ بیوی کا علاج چلتا رہا اور شادی کے اٹھارہ سال بعد بچہ ہوا اور اٹھارہ سال صبر وتحمل کا بالآخر خدا نے دنیا میں بھی صلہ دے ہی ڈالا اور آخرت کا ثواب تو اور بھی بڑھ کر ہے......؟ نیز خوبصورت اور مالدار عورتیں تو مقدر سے ملا کرتی ہیں، اس کے برعکس محض اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت رکھنے والی عورتیں سے تو دنیا بھری پڑی ہے اور ہمارے معاشرے میں تو ویسے بھی ساری عمر ایک بیوی پر قناعت کو معیوب سمجھا جاتا ہے تو پھر پریشانی کیسی......؟ خاندانی منصوبہ بندی والوں کے غیر معمولی جذبات کی تمہیں ذرا بھی پروانہ رہی تو چلو اتنا کر لو کہ ایک شادی اس بانجھ عورت سے سہی اور پھر کبھی اللہ

تعالیٰ توفیق دے اور آسان کرے تو بقیہ تین شادیاں پھر ایسی خواتین سے کر لینا جو بانجھ نہ ہوں، یوں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کو خاک آلودہ ہونے سے بچایا جاسکے گا وہاں اپنے اور خاندانی منصوبہ بندی والوں کے ''غیر معمولی جذبات'' کی بھی مکمل نہ سہی، کچھ تو رعایت ہو سکے گی......

سوچو تو سہی کہ جب تم اونچے خاندان و منصب، خوبصورت اور مالدار عورت سے اس کے محض بانجھ ہونے کے باعث رشتے سے انکار کرتے ہوئے چاروں کی چاروں ایسی بیویاں رکھنے کی کوشش کرو گے جو بچے جنتی ہوں تو ان یہودیوں کے جذبات کو کس قدر ٹھیس پہنچے گی کہ ایک طرف جن کی اپنی اقوام مختلف قسم کی ''انعامی اسکیموں'' کے باوجود زیادہ بچے پیدا کرنے پر تیار نہیں اور شرح پیدائش میں کمی کا ذریعہ بن رہی ہے دوسری طرف ان کے دشمن مسلمان ہیں کہ کسی طرح ان یہودیوں اور اہل مغرب کے غیر معمولی جذبات سے ذرا بھی متاثر ہونے کو تیار نہیں اور ہر سال ایک کے بجائے چار بچے پیدا کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور اس بارے میں اتنے حساس ہیں کہ عورت کے خاندان، مال، منصب اور اس کے حسن و جمال سے بھی متاثر نہیں ہوتے، صرف اس بنا پر کہ وہ بانجھ ہے حالانکہ اگر اس سے شادی کر لی جاتی تو مزید تین شادیوں کا اختیار پھر بھی رہتا......''

جو ''مسلمان'' حضرات اس وقت بندہ کی اس تحریر کا مطالعہ فرمارہے ہیں اس موقع پر ان سے عرض کرنا چاہوں گا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کے اولاد کی کثرت سے متعلق ان جذبات پر مطلع ہونے کے بعد کوئی مسلمان ایسا ہے جسے اولاد کی کثرت کا شوق (عدل کی شرط کو ملحوظ رکھتے ہوئے) متعدد نکاحوں پر برانگیختہ کردے، ایک ایسے دور میں کہ جب لوگ خاندانی منصوبہ بندی والوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہونے کے باعث بلوغت کے فوراً بعد ایک نکاح کو بھی معیوب سمجھ رہے ہوں کہ اگلے ہی سال کہیں بچہ نہ پیدا ہو جائے۔

ساتواں نکتہ

جب کوئی شخص کسی سے کسی بات کی بار بار اجازت طلب کر رہا ہوتا ہے تو انسان کی عادت ہے کہ اس کام سے منع کرنے والا تیسری مرتبہ میں یا تو اجازت دے دیتا ہے یا کم از کم دوسرے کے شوق و رغبت سے لاشعوری طور پر متاثر ہو کر منع کرنے کے عنوان میں کچھ نرمی سے کام لیتا ہے......یعنی مثلاً یوں کہہ دیتا ہے کہ ''میری جو رائے تھی وہ تو میں نے تمہیں بتادی، اب آگے تمہاری مرضی......''

اس کا تقاضا تھا کہ تیسری بار صحابی جب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نرم پڑ جاتے اور اجازت مرحمت فرمادیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس موقع پر اصل حکم تو ممانعت کا ہے......لیکن اگر کوئی بہت اصرار کرے تو گنجائش ہے......اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دینی تھی، منع فرمانا تھا تو صحابی کی بار بار حاضری سے متاثر ہو کر منع کرنے کے عنوان کو کچھ نرم فرمادیتے......یعنی یوں فرمادیتے کہ ''میری جو رائے تھی وہ میں نے تمہیں بتادی، اب تمہاری مرضی'' ...... یا منع کرنے کے عنوان میں اگر نرمی بھی نہیں کرنی تھی تو سختی بھی نہ فرماتے بلکہ اس

عنوان سے منع فرمادیتے، جس طرح پچھلی دو بار حاضری پر صحابی کو منع فرمایا......مگر عجیب در عجیب بات یہ کہ تیسری مرتبہ صحابی جب اجازت مانگنے یا مشورہ لینے حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام باتوں میں کسی بات سے متاثر ہونے کے بجائے (کہ جن باتوں سے اس موقع پر مشورہ دینے والا عموماً متاثر ہوجاتا ہے) منع کرنے کے عنوان کو مزید سخت کردیا...... اور صرف منع فرمانا کافی نہ سمجھا بلکہ مزید ایک جملہ کا اضافہ فرمادیا کہ: ''تزوجوا الودود الولود۔'' ایسی عورت سے نکاح کرو کہ جو بہت محبت کرتی ہو اور کثرت سے بچے جنتی ہو، ان الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوٹوک اور واضح الفاظ میں اپنا موقف بتادیا کہ تم اگر سو بار بھی اجازت مانگنے کی کوشش کروگے تو بھی اجازت نہ دوں گا، کیونکہ جو نبی عورت کے بانجھ نہ ہونے کے ساتھ ساتھ ودود (بہت زیادہ محبت کرنے والی) اور ولود (کثرت سے بچے جننے والی) کی قیدیں بڑھا کر دو اوصاف کا مزید اضافہ کررہا ہو وہ بھلا بانجھ عورت سے نکاح کو کیسے پسند کرسکتا ہے......؟؟؟

قال فی عون المعبود: ''وقید بهذین؛ لأن الولود إذا لم تكن ودودا، لم يرغب الزوج فيها والودود اذا لم تكن ولودا، لم يحصل المطلوب وهو تكثير الأمة بكثرة التوالد۔''(٦/٣٣)

آٹھواں نکتہ

یاد رکھئے! اس بات پر اہل علم کا اجماع ہے کہ بانجھ عورت سے نکاح کرنا، گناہ نہیں، بلکہ خاندان کی کسی عورت کی مالی کفالت یا اس پر احسان مقصود ہو تو ان شاء اللہ صلہ رحمی کے اجر عظیم کا مستحق ہوگا۔ اس بات پر اہل علم کا اجماع ہے کہ اسی طرح کسی کو نکاح کے بعد علم ہوا کہ عورت کی کسی بیماری یا کسی جسمانی عیب کے باعث اولاد نہ ہوسکے گی تو عورت کے کسی قصور کے بغیر اس بارے میں اسے ملامت کرنا، بہت بڑی جہالت اور گناہ کی بات ہے، جیسا کہ بعض جاہل گھرانوں میں دستور ہے، نیز عورت کے کسی قصور کے بغیر خصوصاً اس زمانے میں اس کے محض بانجھ ہونے کی بناء پر اسے طلاق دے دینا بھی پسندیدہ کام نہیں اور شریعت اس کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کرتی...... بلکہ علماء نے لکھا ہے کہ متعدد نکاحوں کی اجازت کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ وہ شخص جو اولاد چاہتا ہو تو اسے اپنی بانجھ بیوی کو طلاق نہ دینا پڑے اور یوں اس کی بیوی کو طلاق سے بچانے کی خاطر شریعت دوسری شادی کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب بانجھ عورت سے نکاح جائز بھی ہے تو اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کو اس عورت کی طرف نکاح کی بھرپور رغبت کے باوجود ایک جائز کام کی اجازت کیوں نہ دی۔

اس سوال پر جب آپ بار بار غور کریں گے تو آپ کا ذہن اس طرف چلا جائے گا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دورِ نبوت میں امت مسلمہ کو ایک ''خاص سبق'' دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ واقعہ وجود میں لانے کا باقاعدہ انتظام کیا گیا، وگرنہ ان تمام اتفاقات کا ایک ہی واقعہ میں جمع ہونا عادۃً ذرا مشکل ہے، یعنی

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دورِ نبوت میں یہ واقعہ باقاعدہ وجود میں لایا گیا اور اس واقعہ کے ضمن میں ظہور میں آنے والے پہلوؤں کو آخری کلام کی تمہید بنایا گیا اور پھر آخر میں بڑے اہتمام کے ساتھ زبانِ نبوت سے ''تزوجوا الودود الولود'' مبارک الفاظ کہلوائے گئے۔

کیونکہ اس تمہید کے بغیر ودود اور ولود سے نکاح کی ترغیب دی جاتی تو نبی کی اپنی امت سے اولاد کی کثرت کی خواہش کے غیر معمولی جذبات کا ہرگز اندازہ نہ ہوتا اور ''تزوجوا الودود الولود'' والے حکم کو ایک عام سا معمولی ترغیبی حکم سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا...... چنانچہ ہے تو اب بھی یہ حکم ترغیبی ہی اور اس پر عمل کوئی فرض و واجب نہیں...... مگر زبانِ نبوت سے جاری ہونے والے اس ترغیبی حکم سے پہلے واقعات کے جو پہلو بطورِ تمہید وجود میں لائے گئے اور اس سے جو اسباق حاصل ہوئے تو اس پورے واقعے کو سامنے رکھنے سے یہ بات بخوبی عیاں کرنا مقصود تھی کہ اسلام، مسلمان قوم سے اولاد کی کثرت سے متعلق جو ''جذبات'' رکھتا ہے وہ خاندانی منصوبہ بندی والوں کے اولاد کی قلت (کمی) والے جذبات سے بدرجہا زائد ہیں یعنی فیملی پلاننگ والے مسلمانوں کی نسل کم کرنے کے معاملے میں جتنے حساس اور سنجیدہ ہیں اسلام مسلمانوں کی نسل بڑھانے کے معاملے میں اس سے بھی کئی گنا زیادہ حساس اور سنجیدہ ہے۔

کیونکہ خاندانی منصوبہ بندی والے اگرچہ اجتماعی سطح پر شرحِ پیدائش کم کروانے کی بھرپور کوشش میں لگے ہوئے ہیں مگر ان حضرات کے سامنے بھی اگر کوئی خاص اور اتفاقی جزوی واقعہ پیش آ جائے اور مثلاً کوئی فردِ واحد ان سے ایسی عورت سے نکاح کی اجازت یا مشورہ لینے کے لئے پہونچے، جو اونچے منصب، اونچے خاندان، حسن و جمال اور مال والی ہو مگر اس میں یہ ''خرابی'' ہو کہ وہ بانجھ نہ ہو...... تو امید ہے کہ پہلی بار نہ سہی، دوسری بار نہ سہی اس شخص کے یوں ''تڑپنے'' کو دیکھ کر تیسری بار تو امید ہے کہ اس فردِ واحد کو اس اقدام کی ''خصوصی'' اجازت دے ہی دیں گے۔

مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر شخصِ واحد کو بھی خصوصی اور ''استثنائی'' اجازت مرحمت نہیں فرمائی تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ فیملی پلاننگ والے امت مسلمہ میں اولاد کی کمی کے جو جذبات رکھتے ہیں، ہمارے نبی اپنی اُمّت سے اولاد کی کثرت کی اس سے بھی زیادہ خواہش رکھتے تھے۔

اسلام اور خاندانی منصوبہ بندی والوں کی دعوت میں زمین و آسمان کا فرق ہے

اس واقعہ میں ذکر کردہ مختلف پہلوؤں پر نظر کرنے کے بعد وہ حضرات جو اس وقت بندہ کی تحریر کا مطالعہ فرما رہے ہیں ان میں ہر ہر فرد سے عرض کرنا چاہوں گا کہ دل سے سوچئے کہ آپ کس کے جذبات کی رعایت کو پسند کرتے ہیں اور آپ کو کس سے محبت زیادہ ہے......؟

یاد رکھئے...... اولاد کے معاملے میں خاندانی منصوبہ بندی والوں اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و جذبات میں زمین و آسمان کا فرق ہے، کیونکہ:

① خاندانی منصوبہ بندی والوں کی خواہش ہے کہ طلبہ خواہ مدارس کے ہوں یا یونیورسٹی کے...... لڑکے ہوں یا لڑکیاں...... الغرض مسلمانوں کا کوئی بھی طبقہ ہو، نکاح بہرحال دیر سے کیا کرے، خواہ دیر سے نکاح کا مقصد حصولِ علم کی احسن طریقے سے تکمیل ہو یا قومی ''ترقی'' کے لئے دینی یا دنیوی خدمات میں مصروفیت کا جذبہ۔

اس کے برعکس ہمارے نبی کی خواہش ہے کہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی جلد نکاح کی کوشش کی جائے اور اس ترغیبی حکم سے امت کے کسی طبقے کے کسی بھی فرد کو مستثنیٰ نہیں قرار دیا گیا...... نہ کسی مدرسے کے طالب علم کو اور نہ ہی کسی کالج یا

یونیورسٹی کے طالب علم کو......سوائے اس شخص کو کہ جس میں نکاح کی استطاعت ہی نہ ہو...... بلکہ اسے بھی کہا گیا ہے اگر آزاد عورت سے نکاح کی استطاعت نہیں تو کسی باندی سے نکاح کر لے۔ (سورۃ النساء) یعنی بغیر نکاح کے زندگی گذارنے کے بجائے رشتے کے حصول کے معاملے میں اپنا معیار کم کر دے، نیز دینی جذبے کے باعث نکاح سے اجتناب کو رہبانیت (پادری پن) قرار دیا گیا اور ''انی اخشاکم للہ و أتقاکم لہ'' جیسے الفاظ کے ذریعے ایسے نظریات کی تردید فرمائی۔

② خاندانی منصوبہ بندی والوں کی خواہش ہے کہ......خدانخواستہ، خدانخواستہ اگر کسی نے شادی کر بھی لی تو پہلی کوشش تو یہ ہو کہ بیوی بانجھ ہو، اگر قدرتی بانجھ نہ ہو تو خدا کی تخلیق کو بدلنے والے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے آپریشن وغیرہ کے ذریعے مصنوعی طور پر اسے بانجھ بنانے کی کوشش کرے اور اگر اتنے بڑے گناہ کا ارتکاب کر کے جہنم میں اتنی گہری چھلانگ لگانے کی ہمت نہ ہو تو کم از کم اتنی ہمت ضرور پیدا کرے کہ ایک بچے کی پیدائش کے بعد اس بچے کو اس کے قریب العمر بھائی یا بہن کی نعمت سے محروم کرنے کے لئے، دوسرے بچے کی پیدائش میں جس حد تک وقفہ کر سکتی ہو، وقفہ کرے......خواہ اس وقفے کے لئے اسے اعصابی نظام کو تباہ و برباد کرنے والی زہریلی گولیاں ہی کھانا پڑیں...... یا اس اس کے شوہر کو دو دو تین تین سال کے طویل عرصے تک مسلسل کنڈوم وغیرہ کا استعمال کر کے جماع کے اس غیر فطری طریقے سے خود کو بھی نقصان میں مبتلا کرنا پڑے اور اپنی بیوی کو بھی بتدریج اعصابی پیچیدگیوں اور الجھنوں میں مبتلا کرنا پڑے اور جب جنسی تسکین نہ ہو تو کہیں اور منہ مارنا شروع کر دے۔

اس کے برعکس ہمارے نبی کی خواہش ہے کہ بانجھ تو درکنار بلکہ ایسی عورت سے نکاح کیا جائے جو کثرت سے بچے جنتی ہو، بلکہ اتنا بھی کافی نہیں بلکہ غیر معمولی محبت کرنے والی بھی ہو اور محبت کی بنا پر اپنے شوہر سے اولاد کی خواہش بھی رکھتی ہو۔

③ خاندانی منصوبہ بندی والوں کی خواہش ہے کہ مسلمانوں کا ہر طبقہ خواہ وہ علماء کا ہو یا ڈاکٹروں، انجینئروں یا دوسرے طبقات کا......ساری عمر ایک ہی بیوی پر قناعت کرے اور یہ حضرات اس ''ترغیبی حکم'' سے کسی کو خارج نہیں کرتے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص بہت مالدار ہو اور اس کے پاس کرنے دھرنے کا اور کوئی کام نہ ہو...... یوں یہ شخص مکمل فارغ ہو تو ایسا شخص محض ٹائم پاس کرنے کے لئے بھی یہ اقدام نہ کرے...... بلکہ ٹائم پاس کرنے کے لئے دیگر دوسرے ''جائز'' طریقوں کو استعمال کرے تا کہ اولاد سے کم سے کم ہو...... نیز دوسری شادی کے اقدام کے ذریعے بیوی پر ترس کے اضافی ثواب سے محرومی والا نقصان نہ ہوا گرچہ اس اضافی ثواب کے حصول سے اور اس بارے میں ایک دوسرے سے مسابقت کے شوق میں دیگر دوسری لاکھوں عورتیں ازدواجی زندگی سے محروم ہو کر زنا و فحاشی کا دروازہ چوپٹ کھولنے اور مردوں میں نکاح کے رجحان کو مزید ختم کرنے کا سبب بن رہی ہوں اور یوں اپنے والدین پر مزید بوجھ بنتی چلی جا رہی ہیں۔

اس کے برعکس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو مختلف عنوانات سے متعدد نکاحوں کی ترغیب دی جن میں دیگر حکمتوں میں سے ایک بڑی حکمت یہ بھی ہے کہ اولاد کثرت سے ہو اور اگر عذر کے پیشِ نظر مناسب وقفے کی ضرورت محسوس ہو، تو اس زوجہ سے کچھ وقت کے لئے ہمبستری ترک کر کے یا اس میں کمی کر کے دوسری زوجہ سے اس خواہش کو پورا کیا جائے تا کہ مرد کے لئے حلال راستہ بھی کھلا رہے اور عورت کی صحت کو کئی کئی سال کے لئے حمل روکنے کے مصنوعی اور زہریلے طریقوں کی بھینٹ چڑھانے سے بھی بچایا جا سکے اور اس کے باوجود بھی اگر کسی مصنوعی طریقے کا استعمال ناگزیر ہو تو اس سے

استعمال کی نوبت کم سے کم آئے۔

چنانچہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندانی منصوبہ بندی والوں کے جذبات کے بالکل متصادم مختلف حکمتوں کے پیشِ نظر مختلف عنوانات سے متعدد شادیوں کی ترغیب دی اور جیسے خاندانی منصوبہ بندی والے متعدد شادیوں کی ممانعت والے ''ترغیبی حکم'' سے کسی فارغ اور ''بے کارترین'' شخص کو بھی مستثنیٰ اور خارج نہیں کرتے بالکل اسی طرح ہمارے نبی نے نکاح کی کثرت والے اس ترغیبی حکم سے کسی مصروف ترین شخص کو بھی مستثنیٰ نہیں فرمایا......نہ کسی دینی خدمات میں مشغول رہنے والے عالم، نیک اور صالح مجاہد کو اور نہ ہی کسی ڈاکٹر، انجینئر یا قوم کے اور کسی دوسرے کارآمد یا مصروف ترین شخص کو......بس ایک قسم کے افراد کو اس ترغیبی حکم سے مستثنیٰ کیا گیا اور یہ وہ شخص ہے جسے اپنے بارے میں ظن غالب کے درجہ میں خوف ہو کہ وہ متعدد بیویوں کے حقوقِ واجبہ کی ادائیگی اور ان میں عدل نہ کر سکے گا۔ اس کے علاوہ کوئی بھی اس ترغیبی حکم سے مستثنیٰ نہیں......

فیملی پلاننگ والوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نظریات میں اس عظیم تصادم کے بعد فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے......

دوسری حدیث: ''نکاح کی ترغیب سے اصل مقصد ہی نسل میں اضافہ ہے''

قال ابن حبان رحمه الله تعالىٰ: ذكر العلة التى من اجلها نهى عن التبتل: عن أنس بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمر بالبا وينهى عن التبتل نهيا شديدا ويقول تزوجو الودود الولود فانى مكاثر بكم بالأنبياء يوم القيامة۔ ذكر الخبر المدحض قول من زعم أن قوله جل علا: {ذلك أدنى أن لا تعولوا} أرادبه كثرة العيال۔ (صحيح ابن حبان: رقم ۴۰۲۸) وكذا رواه أحمد والطبرانى فى الأوسط واسناده حسن۔ (مجمع الزوائد: ۴/۲۵۸)

علامہ ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ''صحیح'' میں عنوان قائم کیا ہے:

''وہ بنیادی وجہ جس کی بنا پر نکاح کے بغیر زندگی گزارنے سے منع کیا گیا ہے۔''

یہ عنوان قائم کر کے درجِ ذیل حدیث ذکر فرمائی:

''انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کا حکم دیا کرتے تھے اور مجرد رہ کر (یعنی نکاح کے بغیر) زندگی گزارنے سے بہت سختی سے منع فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ ایسی عورت سے نکاح (کیا) کرو جو بہت زیادہ محبت کرنے اور کثرت سے بچے جننے والی ہو۔''

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طرزِ بیان سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے بارے میں جو کچھ ترغیبات منقول ہیں تو ان ترغیبات کا سب سے پہلا اور بنیادی مقصد ہی شرحِ پیدائش میں غیر معمولی اضافہ ہے، باقی مصلحتیں دوسرے درجے میں ہیں، آج بدقسمتی سے اچھے خاصے ''سمجھدار'' لوگوں کا بھی نکاح سے بنیادی مقصد کچھ ''اور'' ہوتا ہے اور اولاد کا حصول دوسرے درجے کی چیز بن گیا ہے۔

قال العلامة الشوكاني رحمه الله تعالىٰ: ”وهذا الأحاديث وما في معناها تدل علىٰ مشروعية النكاح ومشروعية أن تكون المنكوحة ولودا۔“

علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ اور اس جیسی دوسری احادیث نکاح کی مشروعیت اور اس بات کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں کہ بیوی ایسی ہونی چاہیے جو کثرت سے بچے جننے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ (نیل الأ وطار:۶/۲۳۱)

تیسری حدیث: نکاح کر کے اولاد طلب کرو، عیسائیوں کے راہبوں کی طرح نہ بنو

عن أبي أمامة رضي الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تزواجوا، فاني مكاثر بكم الأمم يوم القيامة ولا تكونوا كرهبانية النصارىٰ۔

(سنن البيهقي، رقم:۱۳۲۳۵، السلسلة الصحيحة، رقم:۱۷۸۲)

ترجمہ: ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح کرو اس لئے کہ میں تمہاری کثرت پر بروزِ محشر فخر کروں گا اور عیسائیوں کے راہبوں کی طرح نہ بنو۔

قال المناوي رحمه الله تعالىٰ: كان يأمر بالباءة يعني نكاح... والصواب أن المراد الوطء لتصريح الأخبار بأن حثه على التزويج لتكثير أمته وذا لايصل بمجرد العقد فافهم۔

علامہ مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی نے اپنی امت کو نکاح کی جو ترغیب دی ہے تو اس کا مقصد شرحِ پیدائش میں اضافے کے ذریعے امت میں اضافہ ہے۔“

وقال أيضاً: وهو صلى الله عليه وسلم يحث على النكاح والتماس الولد وكيف يدعوا الخادمه أنس بما كرهه لغيره، (فيض القدير:۲/۱۳۰)

فرماتے ہیں کہ:

”اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکاح اور اولاد کی طلب پر ابھارا کرتے تھے اور ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ اپنے خادم انس کو ایسی بات کی دعا دیں جو دوسروں کے لئے ناپسند کرتے ہیں؟“

ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

”شریعت نے طلاق کو جو حلال ہونے کے باوجود ناپسندیدہ عمل قرار دیا تو دیگر دوسری وجوہ کے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میاں بیوی میں طلاق ہوجانا اولاد کی کثرت میں کمی کا ذریعہ بنتا ہے، چنانچہ طلاق کے ناپسندیدہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔“ (فیض القدیر:۱/۷۹)

ایک حدیث میں ہے کہ شوہر بیوی کو جماع کی طرف بلائے اور بیوی بلاعذر انکار کرے جس کے باعث شوہر ساری رات ناراض اور علیحدہ ہو کر سوتا رہے تو شوہر کو اس طرح ناراض کرنے پر ساری رات ایسی عورت پر فرشتوں کی طرف سے لعنت ہوتی

رہتی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ:

''شریعت نے اس موقع پر عورت کو اپنے شوہر کی خواہش پوری کرنے کی ترغیب اس لئے بھی دی ہے کہ عورت کا جماع سے انکار بسا اوقات افزائش نسل میں کمی کا ذریعہ بنتا ہے، جبکہ شریعت شرحِ پیدائش میں اضافے کی ترغیب دینی ہے۔'' (فتح الباری:۹/ ۲۹۵)

چوتھی حدیث: (ضائع ہونے والا حمل بھی والدین کی سفارش کرے گا)

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وقد جاء فی السنن من غیر وجه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: تزوجوا الولود تناسلوا فانی مباهبکم الأمم یوم القیامة وفی روایة: حتی بالسقط۔

ترجمہ: مختلف سندوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کثرت سے بچے جننے والی عورت سے شادی کرو تاکہ تمہاری نسل میں اضافہ ہو، کیونکہ میں قیامت کے دن تمہاری کثرت کے سبب فخر کروں گا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس بچے کے ذریعے بھی فخر کروں گا جو ولادت سے قبل ماں کے پیٹ میں مرجانے کے باعث ناقص الخلقۃ پیدا ہو۔ (چنانچہ اللہ تعالیٰ اسے بھی زندگی دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں میں اٹھائیں گے اور امتیوں کی تعداد میں اس کا شمار بھی ہوگا) (ابن کثیر: ۳/ ۲۸۷)

پانچویں حدیث: کنواری سے نکاح کی ترغیب کی ایک بڑی وجہ شرحِ پیدائش میں اضافہ ہے

عن أبی جریج عن مکحول قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: علیکم بالجواری الشابات؛ فانهن أطیب أفواها وأغر اخلاقا وافتح أرحاماً، ألم تعلموا أنی مکاثر۔ (کتاب السنن: ۱/۱۷۰)

فرمایا کہ تم کنواری اور جوان عورتوں سے نکاح کو لازم پکڑو، کیونکہ وہ بات کے لحاظ سے میٹھی اور عمدہ اخلاق والی ہوتی ہیں اور بچے زیادہ جنتی ہیں، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا......؟

چھٹی حدیث: اللہ کے نبی اولاد کی طلب کو عقل و دانش والا کام قرار دیتے ہیں

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے عنوان: ''باب طلب الولد'' کے تحت درجِ ذیل حدیث ذکر فرمائی:

عن الشعبی عن جابر بن عبداللہ رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: اذا دخلت لیلا فلا تدخل علی أهلک حتی تستحد المغیبة وتمتشط الشعثة، قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فعلیک بالکیس الکیس . . .

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ [ایک سفر سے واپسی پر جب ہم مدینہ میں داخل ہونے لگے تو] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر میں اچانک داخل نہ ہوا کرو، [بلکہ پیشگی اطلاع کے ذریعے بیوی کو سفر سے واپسی کی اطلاع دو] تاکہ بیوی اپنا حلیہ درست کرلے، نیز فرمایا کہ [جب سفر سے واپسی پر گھر لوٹو تو] اولاد کی طلب کو لازم پکڑو، اولاد کی طلب کو لازم پکڑو] صحیح بخاری

سفر کی وجہ سے کوئی بھی مرد چونکہ زوجہ سے کچھ وقت کے لئے دور رہتا ہے اس لئے واپسی پر عموماً جماع کی رغبت ہوتی ہے......تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ترغیب دی کہ اس موقع پر بھی جماع سے مقصود اولاد کی طلب ہونی چاہیے، نا کہ محض لذت برائے لذت۔

قال الحافظ بن حجر تحته: قوله: "باب الولد" أی بالاستکثار من جماع الزوجة أو المراد الحث علیٰ قصد الاستیلاد بالجماع لا الاقتصار علیٰ مجرد اللذة ولیس ذلک فی حدیث الباب صریحاً لکن البخاری أشار الی تفسیر الکیس... قال ابن الأعرابی الکیس والعقل کأنه جعل طلب الولد عقلا، قال عیاض: فسر البخاری وغیره الکیس بطلب الولد والنسل وهو الصحیح۔ (فتح الباری: ۹/۳۴۱)

ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کے لئے لفظ ''کیس'' استعمال فرمایا جس کا اصل معنی ہے: ''عقل ودانش'' چنانچہ فرمایا کہ جب گھر میں داخل ہو تو عقل ودانش کو لازم پکڑو، عقل ودانش کو لازم پکڑو، یوں اس حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کے حصول کو عقلمندی والا کام قرار دیا ہے۔

ساتویں حدیث: بچے بوجھ نہیں، انکھوں کی ٹھنڈک ہیں

قال ابن حجر رحمه الله تعالیٰ: وقد أخرج أبو عمرو ... فی کتاب المعاشرة... من وجه آخر عن محارب رفعه قال: "اطلبوا الولد والتمسوه، فانه ثمرة القلوب وقرة الأعین، وایاکم والعاقر" وهو مرسل قوی الاسناد۔ (فتح الباری: ۹/۳۴۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اولاد کی طلب وتجس جاری رکھو، اس لئے کہ بچے دلوں کا ثمرہ اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ ہیں اور بانجھ عورت کے نکاح سے دور رہو۔''

آٹھویں حدیث: جہاد سے محبت رکھنے والا کم بچوں پر کبھی راضی نہیں ہوسکتا

باب من طلب الولد للجهاد:

''اس شخص کی فضیلت کے بارے میں باب جو اس لئے کثرت سے اولاد طلب کرتا ہے کہ انہیں مجاہد بنائے۔''

یہ عنوان قائم کر کے امام بخاری نے درج ذیل حدیث ذکر فرمائی:

عن أبی هریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنه قال سلیمان بن داود علیهما السلام: لأطوفن اللیلة علی مائة امرأة أو تسع تسعین کلهن یأتی بفارس یجاهد فی سبیل، فقال له صاحبه: قل: ان شاء الله، فلم یقل ان شاء الله، فلم یحمل منهن الا واحدة جادت بشق رجل، والذی نفس محمد بیده لو قال ان شاء الله لجاهدوا فی سبیل الله فرسانا أجمعون۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن سلیمان (علیہ السلام) نے کہا کہ میں آج رات اپنی سو بیویوں سے جماع کروں گا اور ہر بیوی ایک ایسے گھڑسوار کو پیدا کرے گی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا، آپ کے اس کلام کو سن کر آپ کے کسی ساتھی نے کہا کہ ''ان شاء اللہ'' کہہ دیں مگر آپ ان شاء اللہ (بھول کی وجہ سے) نہ کہہ سکے، (چنانچہ ان شاء اللہ نہ کہنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ایسی تنبیہ ہوئی کہ) ان سو بیویوں میں سے ایک کے سوا کسی کو حمل نہ ٹھہرا اور اس کے ہاں بھی ایک ناقص الخلقۃ بچہ کی ولادت ہوئی [یہ واقعہ سنانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا] قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اگر اس موقع پر سلیمان (علیہ السلام) ان شاء اللہ کہہ دیتے تو سو بیٹے پیدا ہوتے اور سب کے سب اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے شہسوار بنتے۔'' (صحیح بخاری: رقم ۲۶۶۴)

قال ابن حجر رحمه الله تعالیٰ: قوله: باب من طلب الوالد للجهاد أی ینوی عند المجامعة حصول الولد لیجاهد فی سبیل الله۔'' (فتح الباری: ۶:۳۴)

''ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس حدیث پر جو عنوان قائم کیا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ بیوی سے جماع کے وقت اولاد کے حصول کی نیت کرنی چاہیے تاکہ یہ اولاد اللہ کے راستے میں جہاد کرے۔''

اندازہ لگائیے کہ سلیمان علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کی کتنی خواہش کہ میری صلبی اولاد میں ایک کثیر تعداد مجاہدین کی ہونی چاہیے تاکہ دین کی خوب خوب خدمت کر سکے،...... حالانکہ آپ کی رعایا میں آپ کی دعوت و ترغیب اور آپ کی امارت میں جہاد کرنے والے مجاہدین کی کمی تو نہ تھی......؟ نیز آپ کی دعوت سے متاثر ہو کر جو لوگ بھی آپ کی قیادت میں جہاد کر رہے تھے، ان کا ثواب بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کو مل ہی رہا تھا، مگر ان سب باتوں کے باوجود آپ کی خواہش ہوئی کہ میری صلبی اولاد میں سے مجاہدین کی ایک کثیر تعداد ہونی چاہیے، معلوم ہوا کہ اولاد جہاد اور دین کے مختلف شعبوں میں کام کر کے بروزِ محشر جس طرح سے صدقہ جاریہ اور والدین کے لئے فخر کا باعث بنے گی...... کوئی اور مثلاً شاگرد اور مریدین وغیرہ اس کے قائم مقام ہرگز نہیں ہو سکتے۔

حضرت زکریا علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر اور بنی اسرائیل کے مقتدیٰ اور رہبر تھے، آپ کی روحانی اولاد یعنی تلامذہ وغیرہ کی تعداد کم تو نہ ہوگی مگر اس کے باوجود بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ سے اولاد کے حصول کی کیسے گڑگڑا کر اور اللہ

تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے کے لئے کیسے عجیب وغریب عنوانات سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہے ہیں اور قرآن نے متعدد مقامات پر آپ کی ان دعاؤں کا اور گڑگڑانے کا کیسے عجیب وغریب انداز سے ذکر کیا ہے......؟

اولاد کی بے پناہ خواہش پیغمبروں کو بھی رہی ہے

زکریا علیہ السلام کی اولاد کی طلب والی دعا پر مشتمل آیت کی تفسیر کے تحت علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

دلت هذه الآية علی طلب الولد، وهی سنة المرسلين والصديقين، قال الله تعالیٰ:{ ولقد أرسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لهم أزواجا وذرية...}

فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اولاد کے طلب کی فضیلت پر دلالت ہے اور اولاد کا طلب کرنا پیغمبروں اور صدیقین کی سنت ہے، ارشادِ باری ہے: اور ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر بھیجے اور ہم نے انہیں بیویاں بھی دیں اور اولاد بھی۔

مزید فرماتے ہیں:

ترجمہ: اس آیت میں ان جاہل صوفیوں پر رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اولاد کو طلب کرنے والا احمق ہے[کیونکہ اولاد کی موجودگی میں انسان اطمینانِ قلب کے ساتھ رب کی عبادت میں مشغول نہیں ہوسکتا] مگر بات یہ ہے کہ ایسی بات کرنے والے کو علم نہیں کہ وہ خود بہت بڑا بیوقوف اور احمق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر فرمایا جس میں آپ نے دعا مانگی کہ اے اللہ میرا ذکر خیر میرے بعد پچھلے لوگوں میں بھی جاری رکھ اور اللہ تعالیٰ رحمٰن کے بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں رحمن کے بندے وہ ہیں جو یوں دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں ہماری ازواج اور اولاد کے ذریعے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرما اور امام بخاری نے اپنی کتاب میں اولاد کی طلب سے متعلق عنوان قائم کر کے اس کے تحت حدیث ذکر فرمائی ہے، نیز ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچے کا جب انتقال ہوگیا[اور ان کی زوجہ نے صبر کیا تو ان کی برکت سے] پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق آپ کے (یکے بعد دیگر) نولڑکے ہوئے جو سب کے سب قرآن کے عالم اور حافظ بنے......اسی طرح امام بخاری نے اولاد کی کثرت کی اور برکت کی دعا والے باب کا عنوان قائم کر کے حضرت انس بن مالک کی حدیث بھی ذکر فرمائی کہ جس میں آپ کی والدہ نے[انس بن مالک کو جب وہ چھوٹے بچے تھے انہیں خدمت کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کرتے ہوئے] فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! یہ انس آپ کا خادم ہے اس کے لئے دعا فرما دیں، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! اس کے مال میں اضافہ کردے اور اسے کثرت سے اولاد دے اور جو کچھ عطا کر اس میں برکت دے......اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی عورت سے نکاح کرو جو بچے کثرت سے جنتی ہو اور بہت محبت کرتی ہو، کیونکہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں جو اولاد طلب کرنے پر اس لئے ابھارتی ہیں اور اس کی طرف اس لئے دعوت دیتی ہیں کہ اولاد کا فائدہ انسان دنیا میں بھی اٹھاتا ہے اور آخرت میں بھی (جیسا کہ) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کے تمام اعمال منقطع ہوجاتے ہیں مگر تین چیزیں باقی رہتی ہیں اور ان تین چیزوں میں آپ نے اس نیک

اولاد کا ذکر فرمایا جو والدین کے مرنے کے بعد ان کے لئے دعا کرے، اگر اولاد کی طلب پر ابھارنے کے لئے صرف یہی ایک حدیث ہوتی تو (عقلمندوں کے لئے) ان کے دل میں اولاد کے حصول کا شوق پیدا کرنے کے لئے صرف یہی ایک حدیث کافی ہو جاتی......بس جب ثابت ہو گیا [کہ اولاد کی طلب پر شریعت نے کس قدر ابھارا ہے اور اولاد دنیا و آخرت میں کتنی بڑی نعمت ہے تو] انسان پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی بیوی اور اولاد کی ہدایت اور عفت اور رشد و اصلاح کے لئے عاجزی سے دعا کیا کرے اور اس بات کی دعا کیا کرے کہ اللہ تعالیٰ بیوی اور اولاد کو اس کے مختلف کاموں میں معاون و مددگار بنائیں تاکہ ازدواج و اولاد سے جو منافع وابستہ ہیں، دنیا و آخرت میں یہ نفع بہت بڑھ جائے، کیا آپ زکریا علیہ السلام کی دعا کی طرف نہیں دیکھتے کہ جس میں آپ نے فرمایا کہ اے اللہ! مجھے نیک صالح اولاد عطا فرما...... یہ روایات اولاد کی طلب پر ابھارنے کے لیے کافی ہے۔ (تفسیر قرطبی: ۴/ ۷۴)

نویں حدیث: اولاد اگر بچپن ہی میں مرجائے تو بھی بہت بڑے نفع سے خالی نہیں

عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم، قال: لایموت لأحد من المسلمین ثلاثة من الولد فتمسه النار الا تحلة القسم۔ (بخاری، مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو گئے تو اس کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی کثرت پر مختلف عنوانات سے ترغیب

عورت کا حمل کے بوجھ کو برداشت کرنا، بچہ جننے کی تکلیف اٹھانا، پھر ایک وقت تک اسے دودھ پلانا اور پھر مسلسل اس کی نگہداشت کرتے ہوئے اسے پروان چڑھانا...... یہ تمام کام چونکہ کٹھن بھی ہیں اور طویل وقت میں مکمل ہوتے ہیں، ان طویل مراحل سے گزر کر پھر اولاد اس قابل بنتی ہے کہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو کر والدین کا دینی و دنیوی لحاظ سے سہارا بنے، چنانچہ بہت سی عورتیں یہ سوچ کر اولاد کی کثرت سے جان جھڑانا چاہتی ہے کہ معلوم نہیں بچہ اس عمر تک پہنچے گا بھی یا نہیں، مگر اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے ان باتوں کے خوف سے عورت کے لئے اولاد کی کثرت پسند نہ کرنے والے جذبے کی حوصلہ شکنی فرمائی ہے اور اسے مختلف عنوانات سے گویا ان اشکالات کا جواب دیتے ہوئے اولاد کی کثرت پر یوں برانگیختہ فرمایا کہ:

① ولادت کے عمل سے گزرنے کے نتیجے میں میں عورت اگر مرگئی تو اسے شہید کا اجر ملے گا۔

② اگر عورت زندہ رہی مگر بچہ ناقص الخلقۃ پیدا ہوا، اور ضائع ہو گیا تو وہ دنیا کے اعتبار سے تو ضائع ہوا مگر آخرت میں اسے بھی اللہ تعالیٰ مکمل زندگی دے کر والدین کی اولاد میں اٹھائیں گے اور یہ بھی والدین کے لئے جنت میں داخلے کی سفارش کرے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے افراد میں شامل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعثِ افتخار ہو گا۔

③ عورت جب تک بچے کو دودھ پلائے گی برابر اجر عظیم کی مستحق ہوتی رہے گی اور دودھ کا ہر گھونٹ خالق کائنات کے دفتر میں نیکیوں کی صورت میں محفوظ ہو رہا ہوتا ہے۔

④ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابیات کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جس کے تین بچے بچپن میں فوت ہوگئے (اوراس کے صبر کیا) تو وہ عورت جہنم میں داخل نہ ہوگی۔ ایک خاتون نے پوچھ کہ اگر تین کے بجائے صرف دو بچے فوت ہوئے ہوں......؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو ہوں......تو بھی......

⑤ والدین اولاد کی اگر اعتدال کے ساتھ تربیت کی اپنی سی کوشش جاری رکھیں اور اس میں لا پروائی نہ برتیں تو اولاد کی تمام نیکیاں ان کی نمازیں، زکوٰۃ، روزے، حج، علم، جہاد، تبلیغ، الغرض تمام اعمال کا والدین کو مفت میں ثواب ملتا رہے...... حتیٰ کہ اگر تربیت کی اپنی سی کوشش کے باوجود اولاد بگڑ بھی گئی مگر ایمان پر موت ہوئی تو اور کچھ نہیں تو اولاد کی ''ایمان'' والی بہت بڑی نیکی ہی ان شاء اللہ والدین کے لئے صدقہ جاریہ بنے گی اور جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے ایمان اور اپنے امتی ہونے پر فخر ہوگا گو کہ گناہگار ہی سہی......اسی طرح والدین کے لیے بھی یہ اولاد کسی نہ کسی درجے میں بہر حال باعث افتخار ہوگی۔

⑥ اولاد میں اگر کوئی اتفاق سے زیادہ ہی کام کا نکل آیا مثلاً کوئی بہت بڑا عالم، بزرگ بن گیا یا شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہو گیا تو ایسا شخص سفارش کی ابتداء سب سے پہلے والدین سے کرے گا۔ نیز اگر کوئی جنت میں اعلیٰ درجے میں چلا گیا اور اس کے والدین نچلے درجے میں ہوئے تو قرآن کے مطابق اللہ تعالیٰ والدین کو بھی جنت کے اس درجے میں پہنچا دیں گے، جس میں اولاد ہوگی تا کہ والدین اور اولاد میں جدائی نہ رہے، گو کہ اصل فضیلت اس صورت میں اولاد ہی کو حاصل ہوگی کہ جس کی بنا پر والدین اس کے پاس پہنچے ہوں گے۔

⑦ والدین کے انتقال کے بعد اولاد کی دعائیں جس طرح والدین کی ترقیٔ درجات کا سبب بنتی ہیں کسی اور کی دعاؤں کا ایسا اثر نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کے مرنے کے بعد ان کے لیے اولاد کی دعا کا خصوصیت سے ذکر فرمایا، حالانکہ دعائیں تو شاگرد و مریدین وغیرہ جیسے دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں۔

دسویں حدیث: والدین حیران ہوں گے کہ اونچے اعمال کے بغیر ایسے درجات کیسے مل گئے؟

عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه عن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال ان الله ليرفع العبد الدرجة فيقول: رب أنی لی هذا الدرجة فيقول بدعاء ولدک له۔

(سنن البیھقی، رقم: ۱۳۲۳۷)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن انسان اپنے اونچے درجہ کو دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ سے (تعجب سے) پوچھے گا کہ اے میرے رب! مجھے یہ درجہ کیسے مل گیا؟ [حالانکہ میرے اعمال تو ایسے نہ تھے] اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تمہاری اولاد کی دعاء کے سبب سے۔''

قال المناوی رحمه الله ان الرجل يعنی الإنسان المؤمن ولو أنثی لترفع درجة... ولو لم يكن فی النكاح فضل إلا هذا لكفی... وذلک قوله سبحانه وتعالیٰ: {لا تدرون

أیهم أقرب لکم نفعا} النساء۔ قال الذهبی فی سنده قوی...

(فیض القدیر: ۲/۳۳۹)

فرماتے ہیں:

اگر نکاح کی فضیلت میں اور کوئی حدیث نہ ہوتی تو فقط یہی حدیث (اولاد کے حصول کے لئے) نکاح پر برانگیختہ کرنے کے لئے کافی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''تمہیں معلوم نہیں کہ تمہاری آل اولاد میں سے کون تمہارے نفع کا زیادہ سبب۔'' (سورۃ النساء)

معلوم ہوا کہ بچے کثرت سے پیدا کرنے چاہئیں، معلوم نہیں کہ کون سا ''کام کا'' اور کون سا ''بہت زیادہ کام کا'' نکل کر والدین کا بیڑا پار کرنے کا ذریعہ بن جائے۔

ایک صاحب مجھے کہنے لگے کہ اولاد بسا اوقات نافرمان اور نالائق بھی تو ہو جاتی ہے......؟ میں نے کہا کہ یہ بات تو مزید اس کا تقاضا کرتی ہے کہ بچے اتنے زیادہ ہونے چاہئیں کہ ان میں چند بچے اگر بگڑ بھی جائیں تو والدین متاثر نہ ہوں......وگرنہ اگر دو بچے ہوئے اور خدانخواستہ دونوں ہی بگڑے گئے تو والدین کو کیا کچھ اذیت ہوگی؟ اس کے برعکس اگر زیادہ بچے پیدا ہوئے اور ان میں بعض بگڑ بھی گئے تو ایک آدھ تو ان شاء اللہ ضرور ایسا ہوگا جو والدین کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کا سبب بنے گا...... فبهت الذی خبر......اور حقیقت تو یہ ہے کہ بھائیوں اور بہنوں کی کثرت ایک دوسرے کو بگڑنے سے روکتی ہے۔ کیونکہ بچوں کی تربیت صرف والدین نہیں کرتے، اولاد خود ایک دوسرے کی تربیت میں بہت مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ کا اولاد کی طلب کی فضیلت پر عجیب استدلال

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ ایک جاہل صوفی صاحب کا قول نقل کر کے اس پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الذی یطلب الولد أحمق لا للدنیا و لا للآخرة إن أراد أن یأکل أو ینام أو یجامع نغض علیه وإن أراد یتعبد شغله... قلت: وهذا غلط عظیم... وقد طلب الأنبیئا الأولاد... وتسبب الصالحون إلى وجودهم ورب جماع حدث منه ولد مثل الشافعی و أحمد بن حنبل فکان خیر اله من عبادة ألف سنة۔

ترجمہ: (فلاں) سے مروی ہے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ 'جو شخص اولاد طلب کرتا ہے وہ احمق ہے، کیونکہ اولاد کی وجہ سے نہ دنیا کے کسی کام کا رہتا ہے اور نہ ہی آخرت کے کسی کام کا، اگر کھانے کا ارادہ کرے یا سونے وغیرہ کا تو بچے دنیا کے ان تمام کاموں میں رکاوٹ کا سبب بنتے ہیں اور اگر عبادت کرنا چاہے تو اطمینان سے عبادت بھی نہیں کرنے دیتے۔''

میں کہتا ہوں کہ ان صاحب کا ایسا کہنا بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ اولاد تو پیغمبروں نے طلب کی ہے اور نکاح کے سبب نیک اور پرہیزگار لوگ وجود میں آتے ہیں اور بعض مرتبہ تو بیوی سے ہمبستری کے نتیجے میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل جیسے لوگ پیدا ہوئے ہیں، چنانچہ بیوی سے کیا جانے والا یہ

جماع[شوہراور بیوی دونوں کے حق میں] ہزار سال کی عبادت سے بھی بہتر ثابت ہوا۔''

(تلبیس إبلیس لابن القیم، ص ۱۲۵)

وقال أیضاً: الخامس أن کثرة العیال لیس أمرا محذور مکروھا للرب تعالی، کیف؟ وخیر ھذہ الأمة أکثرھا نساء وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوجوا الودود الولود، فأمر بنکاح الولود؛ لیحصل منھا من یکاثر بہ الأمم یوم القیمة۔

(عدة الصابرین: ۱/۱۲۸)

وقال أیضاً: ومذھب أبی حنیفة وأحمد بن جنبل أنہ حینئذٍ أفضل من جمیع النوافل؛ لأنہ سبب فی وجود الولد، قال علیہ الصلوٰة والسلام: تناکحوا تناسلوا،

(تلبیس إبلیس: ص ۱۲۱)

فرماتے ہیں: 'امام ابوحنیفہ واحمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے کہ نکاح کی فضیلت تمام نفلی عبادات سے بڑھ کر ہے کیونکہ نکاح اولاد کے وجود کا سبب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نکاح کرو اور خوب نسل میں اضافہ کرو۔''

گیارہویں حدیث: بچے جننے کی صلاحیت رکھنے والی کالی سیاہ عورت سے نکاح، بانجھ خوبصورت عورت سے بہتر ہے

سوداء ولود خیر من حسنآء لا تلد ذکرہ فی الأحیاء، قال العراقی: أخرجہ ابن حبان فی الضعفآء ولا یصح وذکرہ ابن الأثیر فی النھایة بھذا اللفظ ورفعہ الأزھری وأخرجہ غیرہ عن عمر موقوفا۔ (کشف الخفاء: ۱/۵۵۵)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کالی سیاہ عورت جو کثرت سے بچے جنتی ہو اس حسین وجمیل عورت سے بہتر ہے جو بچے نہ جنتی ہو۔''

اور ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

''کالی سیاہ عورت جو کثرت سے بچے جنتی ہو مجھے زیادہ محبوب ہے اس حسین عورت سے جو بانجھ ہو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔'' (کتاب الآثار: ۱/ ۲۰۴)

اس حدیث کے پہلے حصے کی سند سے متعلق اس کے صحیح اور ضعیف ہونے پر علماء کا اختلاف ہوا ہے، بعض حضرات نے اس قول کو حضرت عمر کا قول قرار دیا ہے اور بعض محدثین نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد قرار دیا ہے، بہرحال اگر حضرت عمر کا قول بھی ہو تو بھی حدیثِ مرفوع ہی کے حکم میں ہے۔

قال العلامة المناوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحتہ: ولود أی کثیرة الولادة خیر من حسنآء لا تلد؛ لأن النکاح وضعہ أصالةً لطلب النسل والشرع وردبہ والعرب تقول: من لم یلد فلا ولد۔ (فیض القدیر: ۲/۳۳۹)

علامہ مناوی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''ایسی عورت اس خوبصورت مگر بانجھ عورت سے اس لئے بہتر ہے کہ نکاح کا بنیادی مقصد ہے ہی نسل میں اضافہ ہے اور شریعت میں بھی اسی کی ترغیب دی ہے۔ عرب کہا کرتے تھے کہ جس کی اولاد نہیں تو گویا وہ خود بھی پیدا نہیں ہوا۔''

ایک روایت میں ہے کہ تم میں کوئی شخص اولاد کی طلب ترک نہ کرے کیونکہ جب کوئی اس حال میں مرتا ہے کہ اس کے ہاں اولاد نہ ہو تو اس کا نام ونشان مٹ جاتا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۴/۲۵۷، عن الطبرانی وقال إسنادہ حسن)

وقال أیضاً: امرأۃ ولود أی تزوج امرأۃ کثیر الولادۃ غیر حسناء... أحب إلی اللہ تعالیٰ... امرأۃ لاتلد لعقمہا، إنی مکاثر بکم تعلیل للترغیب فی نکاح الولود وإن کم تکن جمیلۃ وتجنب العقیم وإن کانت فی نہایۃ الجمال...

ترجمہ: علامہ مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث [بچے جننے والی سیاہ عورت خوبصورت بانجھ سے بہتر ہے] میں اس عورت سے نکاح کی ترغیب ہے جو کثرت سے بچے جنتی ہو اگرچہ خوبصورت نہ ہو اور بانجھ عورت کے نکاح سے اجتناب کی ترغیب ہے اگرچہ حسن وجمال کی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہو۔

شریعت کی ترغیبات کو ذاتی مصلحتوں پر ترجیح دیجئے

وقال أیضاً: وہذا حث عظیم علی تکثیر الأولاد... وأنہ ینبغی للإنسان رعایۃ المقاصد الشرعیۃ وإیثارہا علی الشہوات النفسانیۃ۔

فرماتے ہیں: حدیث کے ان الفاظ میں اولاد کی کثرت کی بہت ہی زبردست ترغیب ہے اور یہ بات بھی ثابت ہورہی ہے کہ انسان کے لئے مناسب ہے کہ وہ شریعت کی حکمتوں اور مصلحتوں کو اپنی نفسانی خواہشات پر ترجیح دے۔ (فیض القدیر: ۲/۱۸۷)

مطلب یہ کہ خوبصورت عورت سے نکاح کی خواہش ہر شخص کو ہوتی ہے، مثلاً کسی کے سامنے دو ایسی عورتوں کا رشتہ میسر ہو کہ جن میں ایک بہت خوبصورت ہو مگر اس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ اس سے اولاد زیادہ نہ ہوسکے گی اور دوسری بدصورت اور کالی سیاہ ہو مگر اس کے بارے میں یہ اندازہ ہو کہ اس سے اولاد کثرت سے ہوگی، تو اگرچہ خواہشِ نفس تو خوبصورت سے نکاح پر ابھارے گی مگر اس موقع پر شرعی مقاصد کی زیادہ رعایت بدصورت سے نکاح کی صورت میں حاصل ہوسکے گی، لہٰذا ایسے موقع پر شرعی مقاصد کی رعایت کو اپنی خواہشِ نفس پر ترجیح دینی چاہیے۔''

بدصورت لڑکیوں کے نکاح میں غیر معمولی مشکلات کیوں پیش آتی ہیں؟

یہاں بندہ یہ بات ذکر کرنا غیر مناسب نہیں سمجھتا کہ مشاہدہ ہے کہ آج اچھے خاصے پڑھے لکھے اور دیندار لوگ اگر دوسری شادی کے لئے تیار ہو بھی جائیں تو خوبصورتی سے متعلق معیار اتنا اونچا رکھتے ہیں کہ جب تک بہت خوبصورت نہ ملے گی کسی

قیمت پر نکاح کے لئے تیار نہیں ہوتے، ایسے حضرات کی خدمت میں انتہائی عاجزانہ درخواست ہے کہ اولاد کی کثرت سے متعلق شریعت کی ان ترغیبات پر مطلع ہونے کے باوجود بھی اگر آپ کی ''روش'' نہیں بدلی تو آپ اپنے بارے میں ''محاسبہ'' کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی محبت کے جذبات کی معمولی سی ''رمق'' بھی آپ کے دل میں باقی ہے یا نہیں؟ اگر ان ترغیبات کا ذرا بھی اثر ہوتا تو خوبصورتی کو معیار بنا کر اس پر کم از کم حقیقت تو یہ ہے کہ موقوف نہ کرتے۔ خوبصورت مل جاتی تو ٹھیک ورنہ بدصورت عورت ہی سے یہ سوچ کر نکاح کر لیتے کہ چلو اتنا فائدہ تو ہوگا کہ اولاد میں اضافہ ہوگا اور حقیقت تو یہ ہے کہ......! قرآن، حدیث، اقوالِ صحابہ اور اسلاف بلکہ عقل ودانش بھی اس پر گواہ ہیں کہ یہ فائدہ نکاح سے وابستہ بقیہ تمام فائدوں اور مصلحتوں سے بڑھ کر بھی ہے اور دائمی بھی ہے۔

نیز اولاد کی کثرت والی منفعت کو مسلمان اگر واقعی منفعت سمجھنا شروع کر دیں تو آج کل جو بدصورت لڑکیوں کی شادیوں میں والدین کو جو غیر معمولی مشکلات پیش آ رہی ہیں اس کا بھی بہترین دفعیہ ہو جائے گا کیونکہ بدصورت لڑکی کم از کم شوہر کی اولاد میں اضافے اور اس کا خاندان آباد کرنے کا ذریعہ تو بنتی ہے، مگر شہوت پرستی کے اس دور میں ایسی باتیں سمجھ میں آنا شاید بہت مشکل ہو۔

قرآن مجید بھی اولاد کی کثرت کی ترغیب دیتا ہے

پہلی آیت

قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے زوجہ سے ہمبستری کے وقت اولاد کے حصول کی نیت کی ترغیب دی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{نساء کم حرث لکم فأتوا حرثکم أنی شئتم}[البقرۃ:۲۲۶]

ترجمہ:''تمہاری بیویاں تمہارے لئے (بمنزلہ) کھیت (کے) ہیں۔''

اس آیت کی تفسیر میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''کھیت کہتے ہیں، اس زمین کو جس میں تخم ریزی ہوتی ہے اور اس میں سبزی، غلہ، نباتات کا نشوونما ہوتا ہے، کھیت والے اسے اپنی بہت بڑی دولت سمجھ کر نہایت درجہ عزیز رکھتے ہیں اور اسے خوب نفع [یعنی پیداوار] حاصل کرتے ہیں، اسلام نے ہمبستری کا اصل مقصد طلبِ اولاد ہی کو رکھا ہے، گو کہ اس کہ اس کے دوسرے پہلو یعنی طلبِ لذت کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔'' (تفسیر ماجدی:۱/۸۹)

دوسری آیت

قال اللہ تعالیٰ: {فالآن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم}[البقرۃ:۱۸۷]

ابتداء اسلام میں رمضان کی رات کو بھی بیوی سے ہمبستری ممنوع تھی، ان آیات میں اس حکم کو منسوخ کر کے ہمبستری کی اجازت دی جا رہی ہے، مگر اسلام کی اولاد کی کثرت پر حرص کا اندازہ لگایئے کہ قرآنِ کریم نے اس موقع پر بھی ہمبستری والے حکم کی اجازت کے ساتھ، اولاد کی طلب کا حکم بھی ذکر کر دیا، چنانچہ ارشاد ہے:

''سو اب تم ان سے مباشرت کرو اور [اس مباشرت کے ذریعے] اسے تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔'' (البقرۃ)

مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ (جو فنونِ دینویہ میں بھی بڑے محقق تھے) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

{ما کتب اللہ لکم} (جو تمہارے لئے لکھ دیا ہے) سے مراد اولاد اور اولادِ صالح ہے، عملِ مباشرت اگر صحیح سن [ابتداءِ بلوغت] میں اور مناسب وقت پر ہو، بڑی گہری طبعی لذت بھی رکھتا ہے، لیکن اسلام نے اس عمل سے اصلی اور بڑا مقصد افزائشِ نسل اور حصولِ اولاد رکھا ہے کہ امت کی قوت اور کثرت میں برابر اضافہ ہوتا رہے اور ذاتی لذت اجتماعی منفعت کا زینہ بنتی رہے...... ابن کثیر نے اسی معنی کی تائید میں حضرت ابن عباس، ابو ہریرہ، انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جیسے صحابیوں سے لے کر قاضی شریح، مجاہد، حسن بصری، ضحاک، قتادہ، عکرمہ، عطاء، سعید بن جبیر وغیرہ اکابر تابعین تک سب کا اجماع نقل کر دیا ہے...... {وابتغوا} [تلاش کرو کے لفظ] سے صاف اشارہ نکل رہا ہے کہ مطلوب افزائشِ نسل ہے، نہ کہ ارادۂ لا ولدی یا عزل، قیل ھو نھی عن العزل (کشاف)، قیل النھی من العزل۔ (بیضاوی)

منع حمل اور قطع نسل کی جس جدید تحریک کا اس وقت زور ہے [واضح رہے کہ مولانا عبدالماجد رحمہ اللہ ۱۹۴۳ء میں یہ بات تحریر فرما رہے ہیں، راقم] اور جو ''ضبطِ تولید'' وغیرہ مختلف خوشنما ناموں سے پیش ہو رہی ہے، قرآنِ مجید نے اپنے بلیغ انداز میں ان سب کی تردید کر دی اور بتا دیا ہے کہ مباشرت کا جو نتیجہ قدرۃً اور طبعاً نکلتا ہے، اسی کی توقع رکھنا چاہیے اور اسی کا انتظار کرنا چاہیے، عام قاعدہ اور اصل عمومی یہی ہے، باقی [ہمبستری] کے قدرتی نتیجوں کو بلا وجہ خاص اور ضرورتِ شدیدہ مصنوعی ذریعوں اور تدبیروں سے روکنا اور ربڑ وغیرہ کے آلات [کنڈوم] کو کام میں لانا، مصیبتوں کو دور کرنا نہیں (بلکہ) جسمانی آلام [تکلیفوں] اور اخلاقی امراض کو بڑھانا ہے اور فرد و قوم دونوں کے نئے نئے فتنوں کی دعوت دینا ہے......

یہ اگر مان بھی لیا جائے کہ جلد جلد استقرارِ حمل اور وضع حمل [یعنی بار بار بچے کی ولادت] سے عورت کی صحت خراب ہو جاتی ہے تو بھی خود طبِ جدید کا فتویٰ یہ ہے کہ عورت کو زمانہ حمل میں صنفی اعمال سے جو مہلت مل جاتی ہے، نیز وضع حمل [بچے کی ولادت] کے بعد رضاعت [دودھ پلانے] وغیرہ کی مشغولیت و توجہ، یہ سب عورت کی صحت کے لئے ضروری ہے اور پھر یہ بھی تو ہے کہ اولاد کی پیدائش ہمیشہ والدین کے ارادے کے تابع نہیں رہتی، چنانچہ ایسے والدین کی مثالین بارہا مشاہدہ میں آ چکی ہیں کہ پہلے تو انہوں نے امتناع [منع حمل] کی صناعی [مصنوعی] تدبیریں اختیار کر کے اپنے اعضاءِ تولید کی صلاحیتوں کو ضائع کیا اور پھر آگے چل کر جب اولاد کی خواہش یا ضرورت محسوس کی تو اپنی سابقہ

حرکتوں پر پچھتاتے ہیں......

بلکہ یورپ کے متعدد ملک تو اس تحریک [خاندانی منصوبہ بندی] کے نتائج سے تنگ آ کر اور طویل تجربوں کے بعد بالآخر اس پر مجبور ہوئے کہ ماؤں کے لئے انعام قرار دیں اور ہر نئی زچگی [ولادت] پر [ماں کو] ایک نیا انعام دیں!!!

جرمنی اٹلی وغیرہ سے تو یہ خبریں کئی سال سے آنا شروع ہوگئی تھیں اور اب روس فرانس وغیرہ سے عین دورانِ جنگ میں آنے لگی ہیں اور بالآخر بات اس کی سچی نکلی اور اسی کی بلندی رہی، جس نے کہا تھا کہ:"تزوجوا الولود الودود۔" (تفسیر ماجدی:۱/۷۱)

اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اپنے بھائی کو نصیحت

عن عمرو ابن دینار قال أراد ابن عمر أن لا یتزوّج فقالت له حفصة: أی أخی! لا تفعل، تزوّج فإن ولدلک ولد فماتوا، کانوا لک أجرا وإن عاشوا دعوا الله عز وجل لک (سنن البیهقی وغیره، رقم:۵۰۹)

ترجمہ:''ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اپنی زوجہ کو طلاق دینے کے بعد) ارادہ کیا کہ آئندہ نکاح نہیں کریں گے، اس پر آپ کی ہمشیرہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے فرمایا: اے میرے بھائی! ایسا نہ کرنا، نکاح کرو کیونکہ نکاح کے بعد اگر تمہارے اولاد ہوئی تو اگر تمہارے یہ بچے، بچپن میں فوت ہوگئے تو بھی اجر کا ذریعہ ہوں گے اور اگر زندہ رہے تو تمہاری موت کے بعد تمہارے لئے دعا کیا کریں گے۔

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امتِ مسلمہ کو اولاد کی کثرت پر برانگیختہ کرتے ہیں

عن ابن قیس قال قال عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه والله إنی لأکره نفسی علی الجماع رجاء أن یخرج الله منی نسمة تسبح۔" (أبو داود، رقم:۱۳۲۳۸)

ترجمہ:''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم [مجھے جماع کی حاجت نہیں بھی ہوتی تو بھی بعض مرتبہ] میں خود کو زوجہ سے ہمبستری پر بتکلف تیار کرتا ہوں اس امید پر کہ شاید اس کے نتیجے میں میری ایسی اولاد پیدا ہو جو اللہ کی تسبیح بیان کرے۔''

واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے مجاہد اور علم وتقویٰ کے وصف میں خصوصی شہرت رکھنے والے حضرات موجود تھے، مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش تھی کہ ان جیسے ''اور'' بھی ہونے چاہئیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ آخرت کا حریص ''کم'' پر کبھی راضی ہو ہی نہیں سکتا، کیا دنیا کے حریصوں میں آپ نے کبھی کوئی ایسا شخص دیکھا جو یہ سوچ کر مال بڑھانے کی فکر نہ کرتا ہو کہ اللہ کا دیا پہلے ہی بہت کچھ ہے، مزید پیسے مل گئے تو کیسے

سنبھالوں کا......؟؟؟

وعن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنه أنه کان یقول إنی لأتزوج المرأة ومالی فیها من حاجة وأطؤها وما أشتهیها، قیل له ومایحملک علی ذلک یاأمیر المؤمنین! قال: حبی أن یخرج اللہ منی من یکاثر به النبی صلی اللہ علیه وسلم النبیین یوم القیمة۔(تفسیر قرطبی:۹/۳۲۸)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ یہ کہا کرتے تھے کہ میں بسا اوقات کسی عورت سے نکاح کرتا ہوں حالانکہ مجھے نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی اور زوجہ سے ہمبستری کرتا ہوں حالانکہ جماع کی خواہش نہیں ہوتی، لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں؟ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں یہ بات پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے سے اتنی تعداد میں اولاد پیدا کرے کہ جس کی کثرت کے باعث ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے پیغمبروں پر فخر کرسکیں۔

مسلمانو......! غور تو کرو صحابہ کرام بغیر کسی ضرورت اور حاجت کے بغیر محض اولاد کی کثرت کے حصول کے لئے شادیاں کیا کرتے تھے اور آج کا مسلمان شادیوں سے دور اس لئے بھاگتا ہے کہ کہیں بچے نہ ہوجائیں......؟؟؟

کتنے ہی لوگ دیکھے ہیں جو بمشکل دوسرے نکاح کے لئے آمادہ ہو بھی جائیں تو شرط لگادیتے ہیں کہ دوسری سے اولاد نہیں ہوگی، اس شرط پر نکاح کریں گے۔

عن معاویة ان قرة عن أبیه أنه قال خطب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه الناس فقال؛ ما استفاد عبد بعد إیمان باللہ خیراً من امرأة حسنة الخلق ودود ولود۔

(ابو داود، رقم:۱۳۲۵۷)

معاویہ بن قرۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے [اپنے دورِ خلافت میں] ایک دن لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کسی بھی شخص کے لئے ایمان کی دولت کے بعد اس سے بڑی نعمت کوئی نہیں کہ اسے ایسی بیوی مل جائے جو عمدہ اخلاق والی ہو، بہت زیادہ محبت کرنے والی ہو اور کثرت سے بچے جنتی ہو۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں اولاد کی کثرت ایمان کے بعد سب سے بڑی دولت اور آج کا مسلمان دوسری شادی سے اس لئے دور بھاگتا ہے کہ مزید بچے نہ ہوجائیں......!!!

یاد رکھئے! اسلام کی اولاد کی کثرت پر یہ بے پناہ ترغیبات فضول اور عبث نہیں، اگر آج ان ترغیبات سے متاثر نہیں ہوتے تو روزِ محشر جب کثیر اولاد والے والدین اپنی اولاد اور ان کے ذریعہ تاقیامت پیدا ہونے والی کثیر نسل میں ظاہر ہونے والے ہزاروں علماء، ہزاروں صلحاء، ہزاروں مجاہدین، ہزاروں شہداء اور پیغمبر کے توحید پرست ہزاروں امتیوں پر فخر کررہے ہوں

گے......تو کہیں آپ اس موقع پر خاندانی منصوبہ بندی کی تمام تر ہدایات پر عمل کے باوجود کسی ''تکنیکی غلطی'' کے باعث جلوہ افروز ہونے والے ایک آدھ بچے کی فخریہ پیشکش پیش کرتے ہوئے خود کو شرمندگی سے بچانے کی ناکام کوشش نہ کر رہے ہوں......

یاد رکھئے! خاندانی منصوبہ بندی والوں کے غیر فطری پروپیگنڈوں کے باعث آج اولاد کی کثرت باعثِ شرمندگی بن چکی ہے، مائیں اپنے بچوں کی تعداد بتاتے ہوئے شرماتی ہیں، ذلت محسوس کرتی ہیں......لیکن بروزِ محشر اولاد کی کثرت فخر کا باعث ہوگی۔{والآخرۃ خیر وأبقی}

سال میں ایک کے بجائے چار بچے پیدا کیجئے: ایک جلیل القدر عرب عالم شیخ صالح العثیمین کا فتویٰ

سوال: فضیلۃ الشیخ! اللہ تعالیٰ آپ کو برکات عطا فرمائیں، سائل ابو عبداللہ آپ سے اس شخص کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہے جس کی دوسری شادی کی نیت ہے، مگر وہ کہتا ہے کہ ''مجھے دوسری شادی کے لئے ایسی عورت چاہئے جو بانجھ ہو کیونکہ پہلی بیوی سے اللہ کا شکر ہے کہ میری اولاد ہے مگر میں اولاد کی کثرت پسند نہیں کرتا'' تو ایسے شخص کے بارے میں آپ کیا نصیحت فرماتے ہیں؟

الجواب: جس شخص میں (نکاح سے متعلق) یہ تینوں شرائط (مالی، جسمانی اور عدل کی قدرت) پائی جائیں اس کے لئے متعدد بیویاں رکھنا افضل ہے، کیونکہ اس میں بہت سی عورتوں کو عفت و پاکدامنی میسر ہوتی ہے اور زیادہ بیویاں رکھنے میں زیادہ اولاد کی بھی امید ہے، جس سے امت مسلمہ کی تعداد میں اضافہ ہوگا......اور سوال کرنے والے نے یہ جو کہا ہے کہ ''میں دوسری شادی کیلئے ایسی عورت تلاش کرنا چاہتا ہوں جو بانجھ ہو چونکہ میں اولاد کی کثرت کو پسند نہیں کرتا'' تو میں تمنا کرتا ہوں کہ کاش سائل کے اس سوال میں، میں ان الفاظ کو نہ سنتا...... کیونکہ سائل کا یہ کہنا کہ میں اولاد کی کثرت کو پسند نہیں کرتا حالانکہ اللہ کے نبی نے اولاد کی کثرت کی ترغیب بھی دی ہے......؟؟؟ اللہ کی (رحمت سے امید) کرتا ہوں کہ سائل کے ان الفاظ کو اللہ درگزر فرمائے اور سائل کے بارے میں (حسن ظن رکھتے ہوئے) یہ گمان کرتا ہوں کہ اس نے یہ الفاظ دل سے نہیں کہے ہوں گے......پس میں سائل سے کہتا ہوں کہ اگر آپ مذکورہ بالا تینوں شرائط پر پورے اترتے ہیں تو آپ اچھی نیت سے دوسری شادی کریں، اولاد کی کثرت میں رغبت کرتے ہوئے، پھر تیسری کریں اور پھر چوتھی شادی کریں، اور کیا ہی خوب ہوگا کہ چار شادیوں کی صورت میں آپ کے ہاں سال میں ایک کے بجائے چار بچے پیدا ہوں......!!! کیونکہ اولاد کی ایسی کثرت رزق میں برکت کا سبب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اپنی اولاد کو غربت کے خوف سے قتل نہ کرو ہم تمہیں بھی رزق دیں گے اور انہیں بھی۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے رزق کا ذکر اولاد کے رزق سے پہلے کیا ہے اور واضح کر دیا جو رب تمہیں فقیر بنانے پر قادر ہے وہ تمہیں (اولاد کے باعث) غنی بھی عطا کر سکتا ہے، لیکن نقصان اس صورت میں ہوتا ہے جب لوگ اللہ پر اعتماد نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ جیسے جیسے بچے زیادہ

ہوں گے رزق کی تنگی کا شکار ہونا پڑے گا، چنانچہ اللہ پر بے اعتمادی انہیں نقصان پہنچاتی ہے اور ایسے لوگ ایسا سوچتے وقت اللہ تعالیٰ کے اس قول کو بھول رہے ہوتے ہیں جس میں اس نے فرمایا:

''اور زمین پر چلنے پھرنے والا کوئی جاندار بھی ایسا نہیں جس کے رزق کی ذمہ داری اللہ نے خود پر نہ لی ہو۔''

آخر میں سائل کے لیے دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اولاد کی کثرت سے نوازیں اور آپ کی اولاد کو مختلف میدانوں میں امت کا قائد اور رہبر بنائے اور امتِ مسلمہ کا [کفار کے شر سے] دفاع کرنے والا بنائے۔''

ملاحظہ ہو: www.ibnouthaimeen.com

ممتاز عالم دین شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ ایک اور فتوے میں فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص ہر معاملے میں بیویوں کے درمیان انصاف کر سکتا ہے تو وہ اپنی پہلی بیوی کے بعد ایک، دو یا تین عورتوں سے شادی کر سکتا ہے۔ میں تم میں سے ہر ایک مرد کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ چار عورتوں سے شادی کرے اور ہر سال ایک کے بجائے چار بچے پیدا کرے۔ اس سے مسلمان قوم بڑھے گی اور غیر مسلموں سے تعداد میں بڑھنے کے ساتھ ساتھ صلاحیتوں میں بھی ان سے بڑھ کر ہوگی۔''

(From Monygamy to Polygamy)

مکتبہ دارالسلام، بحوالہ الحرمین آن لائن نیوز جلد 4 شمارہ 6، صفر 1421ھ، فتاویٰ سکیشن

www.alharamain.org

کیا دو بیویاں رکھنے کے لیے غیر معمولی طاقت درکار ہے؟

بہت سے حضرات اس بات کو بنیاد بنا کر تعددِ ازدواجات سے دور بھاگتے ہیں کہ دو بیویوں کا جماع سے متعلق حق ادا کرنے کیلئے غیر معمولی جنسی قوت درکار ہے، جو آج کل مفقود ہے، اور بعض کا خیال ہے کہ چار بیویاں رکھنے سے مردانہ قوت میں کمی آجاتی ہے۔

اس اعتراض کا جواب سمجھنے کے لیے بطورِ تمہید پہلے طب کا ایک متفقہ اصول سمجھئے:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو قوتیں دی ہیں ان کا ''بروقت'' اور ''بھرپور'' استعمال ان قوتوں میں اضافے کا سبب بنتا ہے، کمزوری کا نہیں اور اگر ان قوتوں کا ''بروقت'' اور بھرپور استعمال نہ ہو تو نہ صرف یہ کہ یہ قوتیں جوان اور توانا نہیں رہتیں بلکہ ان میں کمی پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

چنانچہ بچے کی ٹانگوں میں جب دوڑنے اور چلنے پھرنے کی قوت پیدا ہو، بروقت اگر اس قوت سے کام نہ لیا جائے اور اس وقت بچے کو طویل عرصے تک گود میں اٹھائے رکھ کر بچے کو اپنی اس قوت کے استعمال کا موقع نہ دیا جائے تو بچے کی ٹانگوں میں اس وقت جو کمزوری باقی رہ جائے گی اس کا ازالہ پورے طور پر پھر کبھی بھی ممکن نہ رہے گا۔ اسی طرح بچے کی بھاگنے دوڑنے کی اس قوت کا ''بروقت'' استعمال تو ہو مگر ''بھرپور'' نہ ہو تو بھی یہ بچہ بھاگنے دوڑنے کی اس قوت میں ان بچوں کی طرح

طاقتور نہ ہوگا جس طرح بھرپور طریقے سے بھاگنے دوڑنے والے دوسری بچے ہوتے ہیں۔

بالکل اسی طرح جب کوئی نوجوان بلوغت کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے اور اس کے جسم میں جنسی اور مردانہ قوت کے جوجذبات غیر معمولی طور پر جوش مارنے لگتے ہیں، ان جذبات کو کئی سال تک مسلسل کچلا جاتا رہے تو اس جنسی قوت میں بھی جو کمزوری پیدا ہوتی ہے، ساری زندگی اس کمزوری کا پھر پوری طرح ازالہ ممکن نہیں رہتا اور اگر بالغ ہوتے ہی نکاح کر دیا جائے اور یوں اس قوت کا اسی وقت سے استعمال شروع کر دیا جائے جس وقت خدا نے اس نوجوان میں یہ قوت پیدا کی ......صرف یہ کہ یہ قوت کمزور نہیں ہوتی بلکہ تا دیر جوان اور توانا رہتی ہے اور ایسا نوجوان اس قوت کے معاملے میں جلد بڑھاپے کا شکار ہونے سے محفوظ رہے گا۔ اس کے برعکس دیر سے شادی کرنے والے افراد کی جنسی صلاحیت پوری طرح توانا نہیں رہتی۔

اسی طرح اگر یہ قوت بروقت استعمال تو ہو مگر ''بھرپور'' نہ ہو تو بھی یہ قوت پوری طرح جوان اور توانا نہیں رہتی اور ایسا شخص جنسی قوت کے معاملے میں ان لوگوں کی نسبت جلد بوڑھا ہو جاتا ہے جن کی یہ قوت بھرپور استعمال ہوتی رہی ہو، بشرطیکہ یہ ''بھرپور'' استعمال اعتدال سے متجاوز نہ ہو......اور اعتدال سے متجاوز استعمال دو صورتوں میں ہوتا ہے:

① غیر فطری طریقے سے یعنی کسی بھی ناجائز اور حرام طریقے کو اختیار کرنا......جیسے غیر فطری غیر محل میں خواہش پوری کرنا

② طبعی اور بھرپور رغبت کے بغیر خواہش پوری کرنا۔

اور یہ دونوں صورتیں صحت کو نقصان پہنچاتی ہیں۔

ایک زوجہ کے ہوتے ہوئے جنسی قوت کا بھرپور استعمال ممکن ہی نہیں۔ اس دعوے کو اس مثال سے سمجھئے کہ اگر کوئی شخص روزانہ بہت مرغوب خوراک استعمال کرتا ہو......مثلاً گوشت کھاتا ہو، مگر کبھی کبھار زبان کے ذائقے کی تبدیلی کے لیے کسی دوسری خوراک کو استعمال نہ کرتا ہو تو روز کھائی جانے والی یہ خوراک بذاتِ خود کتنی ہی مرغوب کیوں نہ ہو، کچھ وقت کے بعد کھانے والے کی طبیعت میں ایسا اکتاہٹ پیدا کرے گی کہ عین ممکن ہے کہ اس کے سامنے دوبارہ یہ مرغوب ڈش چٹنی اور کباب کے بہت سے لوازمات کے ساتھ پیش ہو اور یہ شخص یہ کہہ کر دسترخوان سے ہاتھ کھینچ لے کہ ''مجھے کوئی خاص بھوک نہیں۔''

اس کے برعکس اگر کسی دن گوشت کا ناغہ کروا کر کوئی اور ڈش اس کے سامنے پیش کر دی جائے، خواہ یہ دوسری ڈش مسور کی دال ہی کیوں نہ ہو تو اس بات کا تو بھرپور امکان موجود ہے کہ اسے مسور کی دال میں رغبت نہ پیدا ہو مگر زبان کے ذائقے کی اس تبدیلی کا کم از کم اتنا فائدہ ضرور ہوگا کہ اگلے وقت میں سابق خوراک یعنی گوشت کھانے کی خواہش اور امنگ دوبارہ جوش مارنے لگے گی اور اگلے وقت گوشت دیکھ کر بھوک کی قوت اسی طرح ''مچلنے'' لگے گی جس طرح پہلے مچلا کرتی تھی۔

بالکل اسی طرح ایک شخص کی زوجہ کتنی ہی پرکشش کیوں نہ ہو، اس کے نکاح میں اگر کوئی دوسری عورت نہ ہو تو کچھ وقت کے بعد اس کے دل میں اپنی زوجہ سے دوسری وجوہات کی بناء پر محبت والفت تو ہوگی مگر جنسی رغبت کے جذبات (جس کا پیدا کرنا مرد کے اپنے اختیار میں نہیں) ٹھنڈے پڑ جائیں گے اور یوں کامل رغبت کے بغیر اس قوت کا استعمال بھی صحت کو نقصان پہنچائے گا اور اگر جماع سے ایسا شخص پرہیز شروع کر دے تو جنسی قوت کا ''بھرپور'' استعمال نہ ہو سکے گا۔

لوگ عموماً زوجہ کی طرف اس رغبت کی کمی سے دھوکے کا شکار ہو کر خود کو جنسی طور پر ''کمزور'' سمجھنا شروع کر دیتے ہیں،

جبکہ درحقیقت وہ کمزور نہیں ہوتے۔ ایسا شخص اگر دوسری شادی کرے خواہ دوسری شادی کسی بدصورت عورت سے ہی کیوں نہ ہو، مگر اس کا کم از کم ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اس تنوع اور اختلاف کی وجہ سے اس شخص کی اپنی پہلی زوجہ کی طرف رغبت بحال ہو جائے گی اور یوں طبعی رغبت کے ساتھ اس طاقت کا بھرپور استعمال اس کی صحت کی بھی بہتری کا سبب بنے گا اور دوسری طرف اس کی جنسی صلاحیتوں میں بھی غیر معمولی اضافے کا سبب بنے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرے کے برعکس جن اقوام میں تعددِ زوجات کا رواج ہے وہاں بسا اوقات (80) سال کی عمر میں بھی مرد بوڑھا نہیں ہوتا اور اس عمر میں پہنچنے کے بعد بھی شادی کے لیے رشتہ تلاش کر رہا ہوتا ہے۔

الغرض تعددِ زوجات پر عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں جنسی صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے کمی نہیں۔ ہاں اگر کوئی واقعی کسی بیماری یا حادثے یا بڑھاپے کے باعث اتنا کمزور ہو کہ جس کے باعث جماع سے متعلق زوجہ کا بقدرِ ضرورت حق بھی واقعی پورا نہ کر سکتا ہو تو پھر ایسے شخص کے لیے دوسری شادی یقیناً جائز نہیں۔

ملک میں نفسیات اور جنسیات کے غیر معمولی ماہر عالمی ایوارڈ یافتہ اسپیشلسٹ ڈاکٹر مبین اختر ''جنسیات'' پر اپنی شہرت یافتہ کتاب میں لکھتے ہیں:

> ''جعلی حکیم اور دوسرے جاہل لوگ یہ بتاتے ہیں کہ منی کا ایک قطرہ خون کے سو قطروں سے بنتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ منی کے ہر قطرے کا نکلنا سو قطرے خون نکلنے کے برابر ہے، اس وجہ سے بھی نوجوان پریشان رہتے ہیں، انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ منی کا نکلنا ایک فطری عمل ہے، جتنی بھی بنتی ہے اس کا نکلنا ضروری ہے۔'' (صفحہ ۱۶۲)

مزید لکھتے ہیں:

> ''منی کا خارج ہونا ایک فطری عمل ہے اور [فطرت کے موافق] یہ جتنا ہوگا اتنی ہی صحت اچھی ہوگی اور انسان خوش وخرم رہے گا...... اکثر نوجوانوں کی صحت شادی کے پہلے ماہ بہت اچھی ہو جاتی ہے، حالانکہ یہ وہ زمانہ ہوتا ہے جب مباشرت کی کثرت ہوتی ہے اور منی کا اخراج بھی کثرت سے ہوتا ہے۔'' (صفحہ ۱۶۳، ۱۶۴)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''انسانی جسم کی ساخت اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ جو حصے زیادہ استعمال ہوتے ہیں وہ اتنے ہی زیادہ مضبوط ہوتے ہیں، مثال کے طور پر جو مزدور ہاتھوں سے زیادہ وزن اٹھاتے ہیں ان کے ہاتھ زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں جو لمبی دوڑ لگانے کے عادی ہیں ان کی رانیں اور ٹانگیں مضبوط ہو جاتی ہیں، اسی طرح جو دماغی کام کرتے ہیں وہ ذہین ہو جاتے ہیں، جنسی معاملات میں بھی یہی ہوتا ہے، تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ وہ افراد جو طویل عرصے تک عورتوں سے دور رہتے ہیں اور جنسی فعل انجام نہیں دے سکتے یا جیل میں رہنے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے، مگر جب ان کو دوبارہ موقع ملتا ہے تو ان کی جنسی

صلاحیت میں کمی آ جاتی ہے.....'' (صفحہ ۱۶۷)

مزید لکھتے ہیں:

''مادہ منویہ کے خارج ہونے سے اس میں کمی کسی طرح کی کمی واقع نہیں ہوتی...... بلکہ جتنا مادہ فطری طریقے سے خارج ہوتا ہے، اتنا ہی دوبارہ بن جاتا ہے۔'' (صفحہ ۱۶۷)

ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''یہ قطعی درست ہے کہ مجامعت سے کمزوری نہیں ہوتی اگر مجامعت تشفی بخش (یعنی بھرپور رغبت سے ہو) اس سے سرور، فرحت اور فوراً بعد میٹھی نیند آ جانا ممکن ہے، مکمل تشفی بخش مجامعت سے بہتر کوئی مقوی [طاقت بخشنے کا ذریعہ] نہیں، اس کے برعکس اگر مجامعت غیر تشفی بخش ہو تو اس سے الجھن، دردِ سر، کمزوری اور طرح طرح کے عصبی عارضوں کا امکان ہے۔'' (صفحہ ۱۷۶)

واضح رہے کہ بہت سے ادھیڑ عمر کے افراد، دردِ سر، کمزوری اور طرح طرح کے جن اعصابی عارضوں کا شکار ہیں، طویل عرصے تک ایک ہی زوجہ پر قناعت کیے رکھنا بھی ان بیماریوں کا ایک بڑا سبب ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:''

بعض لوگ (خواہشِ نفس) طرح طرح سے (پوری کرنے کی) کوشش کرتے ہیں...... جب یہ کیفیات زیادہ ہو جاتی ہیں تو اس کا مرتکب ایسے عمل کو جنسی لذت کا باعث بنا لیتا ہے (اور یوں) وہ طبعی جنسی لذت کے قابل نہیں رہتا، فحش تصاویر، برہنہ فلموں اور اسی نوع کے دوسرے مناظر سے جنسی تسکین حاصل کرتا ہے۔'' (صفحہ ۲۱۲)

مطلب یہ کہ غیر فطری طریقے سے جنسی تسکین کرنے والا بھی زوجہ کے قابل نہیں رہتا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ عام حالات میں کسی نوجوان کی جلد شادی اور پھر تعددِ زوجات پر عمل جسمانی قوت میں اضافے کے ساتھ جنسی صلاحیتوں میں بھی اضافے کا سبب بنتا ہے، کمی کا نہیں، معاملہ اس کے برعکس ہو تو یہ قوتیں یا تو بھرپور طرح سے استعمال نہیں ہوتیں اور اگر ہوتیں ہیں تو غیر فطری طریقے سے، اور یہ دونوں امور انسان کی صحت کے ساتھ ساتھ معاشرے کے اخلاق اور دین کی تباہی کا بھی سبب بنتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب ہماری شریعت نے ہمیں جلد نکاح اور تعددِ زوجات کی ترغیب دی تو یہ ممکن ہی نہیں کہ شریعت جو فطرت ہی کا دوسرا نام ہے اس پر عمل پیرا ہونے میں صحت کو نقصان کا ہو۔ اگر شریعت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں صحت کو نقصان ہوتا ہے تو ہماری شریعت، فطرت کی عکاس نہ ہوتی۔

لہٰذا حقیقت یہی ہے کہ: جلد نکاح اور پھر زائد بیویاں رکھنا صحت کے لیے مفید ہے، نقصان دہ نہیں، بلکہ بہت سے جسمانی امراض سے حفاظت کا بھی ذریعہ ہے، بالکل اسی طرح جس طرح پہلی شادی بہت سے جسمانی عوارض سے جان چھڑاتی ہے۔

❀❀❀

ساتواں حصہ
دوسری شادی سے متعلق علماءِ عرب کے فتاویٰ
اس زمانے میں دوسری شادی کی شرعی حیثیت

علماء کا ایسی خواتین کو نصیحت جن کے شوہر کا دوسری شادی کا ارادہ ہو

فتاویٰ سماحة الشیخ محمد بن صالح العثیمین

السوال: السائل: ش ۰ ع۔من الریاض یقول فضیلة الشیخ مار أیکم فی التعدد وما شرطه؟

الجواب: رأینا فی التعدد أنه أفضل من الاقتصار علی واحدة...الخ

ترجمہ: سعودی عرب کے ایک بزرگ اور جلیل القدر عالم محمد بن صالح العثیمین سے پوچھا گیا:

السوال: متعدد شادیوں اور ان کی شرائط کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

الجواب: ہم یہ سمجھتے ہیں کہ متعدد بیویاں رکھنا ایک بیوی پر اکتفا کرنے سے افضل ہے، کیونکہ اس میں اولاد کی کثرت اور بہت سی عورتوں کی عفت و پاکدامنی کا انتظام ہے، کیونکہ عموماً عورتوں کی تعداد مردوں سے زائد رہتی ہے، جس کی بنا پر وہ محتاج ہوتی ہیں کہ کوئی مرد اِن کی عفت و پاکدامنی کا انتظام کرے۔ انسان کے نکاح میں جب ایک بیوی ہوتی ہے تو وہ بعض مرتبہ اس سے عمدہ سلوک کرتا ہے اور بیوی کی شریعت کی وہ باتیں سکھاتا ہے جو اللہ نے اسے سکھائی ہیں، ایسے شخص کے نکاح میں جب دو عورتیں ہوں گی تو اس شخص کی بھلائی میں اضافہ ہوگا اور یہ دو عورتوں کو تعلیم دے گا، ان کی صحیح رہنمائی کرے گا اور ان کے نان نفقہ کا ذمہ دار ٹھہرے گا اور اگر اس کے نکاح میں تین عورتیں ہوں تو اس بھلائی میں مزید اضافہ ہوگا اور اگر چار عورتیں ہوں تو بھلائی اور خیر میں اور اضافہ ہوگا، چنانچہ جیسے جیسے بیویوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا تو تعداد میں یہ اضافہ مزید عمدہ اور افضل ہوتا چلا جائے گا ان مصلحتوں میں اضافے کی وجہ سے جو نکاح پر مرتب ہوئی ہیں۔ لیکن اس کام کے لئے تین شرطوں کا ہونا ضروری ہے، پہلی شرط قدرتِ مالیہ ہے اور قدرت مالیہ کا مطلب یہ ہے کہ (میاں بیوی کے درمیان جتنا مہر طے ہو مرد) اس مہر کی ادائیگی کی قدرت رکھتا ہو نیز بیوی کے (ضروری اور واجب) نان نفقے کی طاقت بھی رکھتا

ہو۔ دوسری شرط قدرت جسمانیہ ہے، یعنی مرد میں اتنی جنسی شہوت وقوت ہو کہ وہ (جماع سے متعلق) بیویوں کا (واجب) حق ادا کر سکے، تیسری شرط یہ ہے کہ عدل پر قادر ہو یعنی اس کا اپنے بارے میں یہ خیال ہو کہ وہ نئی اور سابقہ بیوی کے درمیان عدل کر سکے گا، چنانچہ جسے یہ خوف ہو کہ وہ عدل نہ کر سکے گا تو (ایسے لوگوں کے بارے میں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (اگر تمہیں یہ خوف ہے کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک پر اکتفا کرو: الآیۃ) لہٰذا اگر کوئی مرد متعدد شادیاں کر لے تو اس کی بیوی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ غضبناک ہو اور غمزدہ ہو کر صرف اس بنیاد پر شوہر سے براسلوک شروع کرے کہ اس نے دوسری شادی کیوں کی؟ اس لئے کہ دوسری شادی مرد کا حق ہے لہٰذا عورت پر لازم ہے کہ اس معاملے میں وہ یہ سوچ کر صبر سے کام لے کہ اللہ تعالیٰ اس صبر پر اجر عطا فرمائے گا، اگر عورت صبر کرنے کی کوشش اور ارادہ کرے گی تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی بات کو برداشت کرنے کی طاقت وقوت عطا فرمادیں گے جسے وہ اپنے لئے دنیا میں سب سے بڑی مصیبت سمجھ رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جن علاقوں میں دوسری شادی کا رواج ہے وہاں پہلی بیوی شوہر کی دوسری شادی پر نہ تو پریشان ہوتی ہے اور نہ ہی (شوہر کی طرف) سے اس کے دل میں کدورت پیدا ہوتی ہے۔

ہاں جن علاقوں میں دوسری شادی کا رواج نہیں ان علاقوں میں پہلی بیوی کے لئے اس بات کو برداشت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے کہ مرد زیادہ شادیاں کریں اور جب رواج ہو جائے تو معاملہ آسان ہو جاتا ہے، پس جس خاتون کا شوہر اس کے ہوتے ہوئے مزید شادیاں کرے، اس خاتون سے ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ پر لازم ہے کہ آپ صبر سے کام لیں اور اس بات کو سوچیں کہ اللہ تعالیٰ اس صبر پر آپ کو اجر عطا فرمائیں گے، ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ آپ کی مشکل کو آسان بھی بنا دیں گے اور آپ کے شوہر کو آپ کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق بھی عطا فرمائیں گے۔ اور شوہر کو بھی چاہئے کہ وہ بیویوں پر ظلم اور ان کے درمیان بے عدلی سے ڈرے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے عدلی پر وعید سنائی ہے، ارشاد ہے: ''جس کی دو بیویاں تھیں اور وہ دونوں میں سے ایک بیوی کی طرف زیادہ مائل ہو گیا تو بروزِ محشر اس طرح سے حاضر ہوگا کہ اس کے جسم کا آدھا دھڑ گرا ہوا ہوگا۔''

لہٰذا مرد پر لازم ہے کہ وہ ہنسنے بولنے، رات گذارنے اور ہر اس چیز میں برابری کی کوشش کرے جس میں برابری اس کے لئے ممکن ہے، ہاں محبت چونکہ غیر اختیاری چیز ہے اس لئے محبت کے معاملے میں برابری ضروری نہیں کیونکہ دل اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جس طرح چاہے پھیر دے، لیکن اس کے علاوہ جن چیزوں میں بھی مرد عدل کر سکتا ہے ان میں اس پر عدل واجب ہے۔

تاریخ التحدیث 2004,Jun,28

موسۃ الشیخ صالح العثمین

ایسی خواتین کو نصیحت جو دوسری شادی کا نام سننا گوارا نہیں کرتیں

السوال: بعض خواتین مجلس میں دوسری شادی کا تذکرہ سننا بھی گوارا نہیں کرتیں بلکہ دوسری شادی کا نام سنتے ہی ان کے تیور بدل جاتے ہیں، ایسی خواتین کو آپ کی کیا نصیحت ہے؟

الجواب: عورت کی طبیعت اور فطرت ہے کہ وہ اپنے شوہر کے لئے زیادہ شادیوں کو پسند نہیں کرتی اور اس اقدام پر اس میں ایسی غیرت پیدا ہوتی ہے جو اسے تقریباً جنون کی حد تک پہنچا دیتی ہے، مگر ان تمام باتوں میں عورت ملامت کی مستحق نہیں کیونکہ یہ سب کچھ عورت کی طبیعت اور فطرت کا حصہ ہے۔ ہاں عقلمند عورت ایسی غیرت اور جوش کو شریعت کی حکمت پر غالب نہیں ہونے دیتی اور شریعت کی حکمتوں کو سوچ کر برداشت سے کام لیتی ہے کیونکہ شریعت نے اس مرد کو جسے بیویوں پر ظلم کا خوف نہ ہو یعنی عدل کی قدرت رکھتا ہو، اسے ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دی ہے، ہاں جیسے خوف ہو کہ وہ عدل نہ کر سکے گا اس پر واجب ہے کہ وہ ایک بیوی پر قناعت کرے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جب کسی عورت کو علم ہو جائے کہ اس کا شوہر ایک اور شادی کا ارادہ رکھتا ہے تو اپنے شوہر کے خلاف اس کے تیور بدل جاتے ہیں، لیکن عورت کے لئے مناسب ہے کہ اس موقع پر وہ جوش سے کام لینے کے بجائے اپنے دل کو سکون اور اطمینان کی حالت میں لانے کی کوشش کرے اور یہ یقین کرلے کہ اس پر یہ کیفیت ہمیشہ نہیں رہے گی بلکہ جب شوہر نکاح کرلے گا تو کچھ وقت کے بعد غیرت اور نفرت کی یہ کیفیات ختم ہو جائیں گی، جیسا کہ لوگوں کے حالات سے تجربہ بھی ہے۔ لیکن اس کے شوہر پر لازم ہے کہ وہ پہلی اور دوسری بیوی کے درمیان عدل کے مسئلے میں اللہ سے ڈرے کیونکہ بعض مرد جب کسی عورت پر رغبت کی بناء پر دوسری شادی کرتے ہیں تو مرد اپنی پہلی زوجہ اور اس کے مابین اب تک جو عمدہ زندگی کی گذری، زندگی کے ان لمحات کو بھول جاتا ہے اور یہ سب کچھ بھول کر دوسری بیوی کی طرف بہت زیادہ مائل ہو جاتا ہے۔ پس جس مرد کی ایسی حالت ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ اس عذاب کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہو جائے جس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں کیا ہے، ارشاد ہے ''جس دو بیویاں تھیں اور وہ دونوں میں سے ایک کی طرف مائل ہو گیا تو بروز قیامت اس طرح سے حاضر ہوگا کہ اس کے جسم کا ایک دھڑ (حصہ) ایک طرف گرا ہوگا'' اللہ کی پناہ ہے اس عذاب سے جس کا سارا عالم مشاہدہ کرے گا اور اس کا آدھا دھڑ اس لئے گرا ہوگا کہ یہ شخص عدل سے ہٹ گیا تھا، چنانچہ جس نوعیت کا گناہ تھا اسی نوعیت کی سزا ملے گی، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں اس عذاب سے محفوظ رکھے۔

تاریخ التحدیث 2004,Jul,03

مؤسسة الشیخ محمد بن صالح العثیمین

شیخ صالح العثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ اور تحریر میں فرماتے ہیں:

''جب کسی خاتون کا شوہر جب مزید نکاح کرے تو اس خاتون کے لئے مناسب نہیں کہ وہ غیرت اور جوش سے اتنی مغلوب ہو جائے کہ (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارتکاب کر کے) بدبختی کی مستحق بن جائے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب کوئی مرد مالی، جسمانی اور عدل کی قدرت رکھتا ہو، تو اس کے لئے زیادہ بیویاں رکھنا ایک ایسا کام ہے کہ اس کام کا کر لینا ہی مناسب ہے، کیونکہ زیادہ بیویاں رکھنے میں اولاد کی کثرت ہے اور امت کی تعداد میں اضافہ ہے۔ نیز اس اقدام سے بہت سی ایسی عورتوں کو پاکدامنی نصیب ہوتی ہے، جو ازدواجی زندگی کی نعمت سے محروم ہو کر اپنے والدین کے گھروں میں زندگی گذارنے پر مجبور ہیں۔ پس ایک سے زائد بیویاں رکھنا اللہ کی (نعمتوں میں سے) ایک نعمت ہے۔ اگر اس حکم میں حکمت (ومصلحت) نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ نہ تو اسے مشروع فرماتے اور نہ ہی مرد کو اس کام کی اجازت دیتے۔''

تاریخ التحدیث 2004,Jul,03

موسسة الشيخ محمد بن صالح العثيمين

ملاحظہ ہو www.inbnothaimeen.com/all/noor/article_3567.shtml

کیا دوسری شادی سے پہلی بیوی کا بھی کچھ فائدہ ہوتا ہے؟

سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم، شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں سوال پوچھا گیا، سوال جواب ملاحظہ ہو:

فتوىٰ سماحة الشيخ عبدالعزيز عبدالله بن باز رحمه الله تعالىٰ

السوال: ''میں شادی شدہ اور صاحب اولاد ہوں اور میرا دل ایک اور شادی کا کرتا ہے، مگر میں اپنی اس رغبت کا ذکر جب بھی اپنی بیوی کے سامنے کرتا ہوں تو وہ انکار کرتی ہے اور مجھے دھمکی دیتی ہے کہ وہ بچوں کو چھوڑ کر اپنے والدین کے ہاں چلی جائے گی اس صورت میں آپ مجھے اور میری زوجہ کو کیا نصیحت کرتے ہیں؟''

الجواب: اے اللہ کی بندی! اس بارے میں اللہ سے ڈر، اس لیے کہ نکاح شوہر کا حق ہے، اور اس کی بیوی کو یہ حق نہیں کہ شوہر کو دوسری، تیسری یا چوتھی شادی سے روکے اور چار شادیوں کا یہ حق ایک ایسا حکم ہے جو اللہ سبحانہ نے ساتویں آسمان پر سے نازل کیا ہے اور اللہ ان باتوں کو خوب جانتا ہے جس میں مردوں اور عورتوں دونوں کی مصلحت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی مصلحتوں کی خاطر اس نے مرد کو اس کی اجازت دی اور ان مصلحتوں میں سے بعض مصلحتیں تو ایسی ہیں جن سے خود اس بیوی کو بھی فائدہ ہوتا

ہے(جوشوہر کو منع کرتی ہے) مثلاً بعض مرتبہ شوہر بخیل (کنجوس) ہوتا ہے مگر دوسری شادی کے نتیجے میں عدل کے باعث خرچ کرنے کے معاملے میں اس کا ہاتھ کھل جاتا ہے اور بعض مرتبہ اللہ آپ کے شوہر کے ذریعے کسی بیوہ، طلاق یافتہ یا نکاح کے انتظار میں پکی عمر کو پہنچ جانے والی کنواری کو فائدہ پہنچاتا ہے اور آپ کا شوہر ان سے نکاح کر کے ان پر احسان کرتا ہے تو اگر آپ شوہر کے اس اقدام پر راضی ہوئی تو (ساری عمر) شوہر کے اجر میں آپ بھی برابر کی شریک ہوں گی۔ اسی طرح اللہ آپ کے شوہر کو دوسری بیوی سے جب اولاد دے (تو عین ممکن ہے کہ مستقبل میں یہ اولاد آپ کی بھی خدمت کرے) بلکہ ہوسکتا ہے کہ آپ کی اپنی اولاد اگر نافرمان ہو تو یہ دوسری اولاد ہی خدمت کرے جن میں بیٹے بھی ہوں اور بیٹیاں بھی، نیز ہوسکتا ہے کہ شوہر کو آپ کی بعض عادات و اخلاق ناپسند ہوں، اس صورت میں جب وہ دوسری شادی کرے گا اور بعض ایسے عیوب اسے دوسری بیوی میں نظر آئیں گے، جو آپ میں نہیں تو وہ اس معاملے میں آپ کی فضیلت کا قائل ہو جائے گا اور یوں شوہر کو تجربہ کے بعد اندازہ ہو جائے گا کہ (اگر کسی میں کچھ عیوب ہوتے ہیں تو اچھائیاں بھی ہوتی ہیں اور اس تجربے کے باعث) شوہر کی طبیعت میں اعتدال پیدا ہو جائے گا۔ (اور آپ کے عیوب کو نظر انداز کرنا اس کیلئے آسان ہو جائے گا)

اور ان تمام باتوں سے بڑھ کر سب سے بڑی بات یہ کہ آپ کا اپنے شوہر کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ حکم کو اس طرح ناپسند کرنا (کہ کسی صورت اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہونا) اس طرز میں اس کا خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی کے تمام اعمال کو ضائع نہ کر دے، کیونکہ تعدد زوجات کا حکم قرآن کریم میں بہت واضح طور پر بیان ہوا ہے اور ان آیات کی تلاوت بھی کی جاتی، جیسا کہ ارشاد ہے (فانکحو ما طاب... الآیۃ) (پس نکاح کرو پسندیدہ عورتوں میں سے دو، تین اور چار سے) اور اللہ نے جو کلام نازل کیا اسے ناپسند کرنا اعمال کی بربادی کا سبب ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

{ذلک بأنهم کرهوا ما أنزل الله فأحبط أعمالهم} الآیۃ

ترجمہ: ''ان منافقین نے اللہ کی طرف سے نازل کردہ احکام کو ناپسند کیا، جس کے سبب اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا۔''

اور یہ بھی واضح رہے کہ اعمال کی بربادی کے لئے پورے قرآن کو ناپسند کرنا ضروری نہیں بلکہ ایک آیت (یعنی شریعت کے کسی ایک واضح حکم) کو ناپسند کرنا بھی اعمال کی بربادی کے لئے کافی ہے۔''

ایک اور عرب عالم ناصر الحنین حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

''کوئی مرد جب ایک سے زائد بیویاں رکھے تو خود اس کی پہلی زوجہ کو بھی اس اقدام سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں، وہ اپنی دینی یا دنیوی تعلیم جاری رکھ سکتی ہے، کیونکہ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ ایک

عورت پر مرد کے بہت سارے حقوق کی ادائیگی (بسا اوقات) ایک بہت بڑا بوجھ ہوتی ہے اور وہ ان ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مصروف رہ کر کوئی دوسرا کام سرانجام نہیں دے سکتی، چنانچہ اس کا شوہر جب دوسری، تیسری یا چوتھی شادی کرلیتا ہے تو ہر ایک زوجہ پر ذمہ داریاں تقسیم ہوکر ایک زوجہ کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اور مثلاً جو بیویاں تعلیم حاصل کرنا یا جاری رکھنا چاہتی ہیں وہ [علم دین، انجینئرنگ، میڈیکل، وغیرہ جیسے مختلف] شعبوں میں ان ایام میں بخوبی اپنی پڑھائی میں مشغول رہ سکتی ہیں جن میں شوہر کا ان کے ہاں قیام نہ ہو تو کچھ وقت شوہر کی غیر حاضری اور اپنے تمام قسم کے کاموں سے فراغت کے باعث اپنی باری میں خوب شوق ورغبت کے ساتھ شوہر کا استقبال کرتی ہیں اور اگر شوہر بھی پڑھائی سے متعلق ان شعبوں سے کچھ شُد بُد رکھتا ہو تو یہ زوجہ اپنی تحقیقات کو افادہ واستفادہ کی غرض سے شوہر کے سامنے بھی پیش کرسکتی ہیں..... لہٰذا تعددِ زوجات کے فوائد، صرف مرد اور معاشرہ نہیں حاصل کرتا بلکہ اس کی زوجہ بھی اس حکم سے فائدہ اٹھاتی ہیں اور یہ سب کچھ قرآن کے اس حکم (نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو) کے عموم میں داخل ہے۔''

عربوں کے بعض قبائل میں عورت اپنے شوہر کی زیادہ بیویوں پر فخر کرتی ہے

ایک مشہور عربی مجلۃ ''الاسرۃ'' لکھتا ہے:

''تفتخر النسآء فيها بكثرة زوجات أزواجهن۔ ضراتهن... ومن هنا فإن أسهل شيء يفعله رجل هذه القبيلة هو الزواج والأسهل من ذلك هو الزواج مرة ثانية وثالثة إلى آخر عدد يريده، وهذا شيء تشترك فيه معظم القبائل الأفريقية۔''

(الأسرة: ذی قعدة: ۱۴۲۵ھ ہج)

ترجمہ: ''سوڈان افریقہ میں عورتیں اپنے شوہر کی زیادہ بیویوں پر فخر کرتی ہیں جس کی وجہ سے وہاں کے قبائل میں سب سے آسان کام شادی ہے اور اس سے بھی زیادہ آسان دوسری، تیسری اور چوتھی ہے، افریقہ کے اکثر قبائل اس دستور پر ہیں۔''

گھر کے کام ایک عورت کے بس کی بات نہیں، مردوں کو دوسری شادی کرنی چاہیے، مصری صحافی خاتون

روزنامہ ایکسپریس میں مصری صحافی خاتون کے حوالے سے یہ خبر یوں شائع ہوئی:

''گلف نیوز کے مطابق چالیس سالہ مصری خاتون حیام دا بیک مردوں کی دو شادیوں کے حق میں ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر وہ تین چار شادیاں بھی کرلیں تو بیوی کو برا نہیں ماننا چاہیے اور نہ ہی گھر چھوڑ کر چلے جانا چاہیے۔ حیام کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ وہ دوسری شادی کرلے، میں ملازمت کے ساتھ تنہا گھر کے مکمل کام نہیں کرسکتی، حیام آج کل مردوں کے ایک سے زائد بیویاں رکھنے کے حق میں مہم چلا رہی ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ گھر کے ڈھیروں کام ایک عورت کے بس کی بات نہیں۔ حیام کا مزید

کہنا ہے کہ اسلام میں مردوں کو چار شادیوں کی اجازت دراصل خواتین ہی کے حق میں ہے۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا ہے کہ دوسری شادی کرلو، لیکن انہوں نے میرے مطالبے کو مذاق سمجھ کر مسترد کر دیا، جبکہ میں سنجیدہ ہوں۔ دابیک نے اس سلسلے میں ایک تنظیم قائم کی ہے جس کا نام ''العیر'' یعنی معاونت ہے، یہ تنظیم مردوں کو ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دیتی ہے......''

(روزنامہ ایکسپریس، سنڈے میگزین: ۴ مارچ ۲۰۰۴)

www.dozaa.net/marriage.html

دوسری شادی کس عمر میں کی جائے؟

بہت سے حضرات یہ دعویٰ کرتے ہیں 40 سال سے پہلے عمر اور عقل میں پختگی نہیں ہوتی لہٰذا دوسری شادی 40 سال کی عمر سے متجاوز ہونے کے بعد کرنی چاہیئے، ان حضرات کا یہ دعویٰ درست نہیں، وجہ اس کی یہ ہے دوسری شادی کیلئے خصوصاً اس زمانے میں جس قسم کی اعصابی قوت درکار ہے، 40 سال کے بعد وہ قوت مفقود ہونے لگتی ہے، چنانچہ بہت سے پختہ عمر کے حضرات کے بارے میں مشاہدہ ہے کہ ان کے سامنے جب دوسری شادی کا تذکرہ ہو تو فوراً کمر پکڑ کر اپنے ضعف اور ناتوانی کا حوالہ دینا شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھائی اس عمر میں ہم خوامخواہ کی ٹینشن مول لیکر خود کو بڑھاپے سے پہلے بوڑھا نہیں کر سکتے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ 40 سال کی عمر کے بعد انسان میں ذہنی پختگی پیدا ہو جاتی ہے مگر اس پختگی کا کیا فائدہ جس سے انسان فائدہ ہی نہ اُٹھا سکے۔ دوسری بات یہ کہ ابتداء جوانی میں اگرچہ عمر کی کمی کے باعث پوری طرح ذہنی پختگی نہیں ہوتی مگر مشاہدہ پر مبنی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نکاح اور اولاد کی کثرت انسان کو کم عمری میں بھی ذہنی طور پر پختہ اور مضبوط بنا دیتی ہے۔ ورنہ نکاح سے اجتناب کرنے والے ساری عمر ''بچکانہ حرکتوں'' میں ہی مبتلا رہتے ہیں۔ الغرض نکاح سے بچپنے میں کمی ہی آتی ہے، اضافہ نہیں ہوتا۔

سعودی عرب کے عالم شیخ خالد الجریسی حفظہ اللہ اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں:

''تعدد زوجات (متعدد بیویاں رکھنے) کی بشرطِ عدل جس سنت پر ہماری شریعت نے ہمیں ابھارا ہے تو اس سنت کے بارے میں یہ بات ملحوظ رہے کہ نوجوان یہ سوچ کر اس سنت سے اعراض کرتے ہیں کہ جب عمر زیادہ ہو جائے گی تو اس پر عمل کر لیں گے، حالانکہ اس سنت کو زندہ کرنے میں جو فائدہ حاصل ہوتے ہیں وہ نوجوانی کی عمر میں ہی حاصل ہوتے ہیں، مثلاً جوانی کو حرام سے محفوظ رکھنا اور جوانی کے جوش سے پیدا ہونے والے جذبات کو حلال طریقوں سے ٹھنڈا کرنا، متعدد مسلمان عورتوں کی ذمہ داری نبھانا اور حلال طریقے سے کثیر مسلمان خواتین کو عفت و پاکدامنی والی زندگی مہیا کرنا، نیز جوانی میں (بذریعہ حلال) خواہشِ نفس پوری کرنا طبیعت میں تازگی اور نشاط پیدا کرتا ہے (جو صحت کی بہتری کا سبب بنتا ہے) اور جوان آدمی میں (اعصاب کی مضبوطی کے باعث) متعدد بیویوں میں عدل کی جو قدرت ہوتی ہے وہ بڑی عمر

کے لوگوں میں (کہ جن کے اعصاب کمزور ہو چکے ہوں) نہیں ہوتی۔

لہٰذا صالح نوجوانوں کو جن میں عدل کی قدرت ہو اور وہ تعدد زوجات کی سنت پر عمل کریں گے تو یہ کام اللہ کی رضا کے ساتھ ساتھ اپنی اور اپنی بیویوں کی سعادت کا سبب بھی بنے گا اور معاشرے کو نفع بھی ہوگا اور اس کے ذریعے اولاد کی وہ کثرت ہوگی (جو بڑی عمر میں نکاح کر کے حاصل نہیں ہو سکتی) جس سے امت کی تعداد میں اضافہ ہوگا اور یہ بات (مختلف میدانوں میں) امت کے نفع کا سبب بنے گی۔

اور ہمارے لئے صحابہ کرامؓ اور تابعین کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے، کیونکہ ان میں سے بہت سے حضرات نے ابتداء جوانی میں ایک سے زائد بیویاں رکھی ہیں۔ سعید بن جبیر (جلیل القدر تابعی) فرماتے ہیں کہ (میرے استاد) عبداللہ بن عباسؓ نے پوچھا کہ کیا آپ نے نکاح کرلیا ہے۔ میں نے کہا نہیں، فرمایا: نکاح کرو اس لئے کہ اس امت میں بہتر وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں، اور یہ سعید بن جبیر کی وہ عمر تھی جس میں آپ کی داڑھی بھی نہ نکلی تھی۔ اس حدیث کی شرح میں کہا گیا ہے کہ وہ افراد جو فضیلت کے باقی اسباب میں برابر ہوں، ان میں پھر زیادہ بیویوں والا، کم بیویوں والے سے افضل ہے۔

لہٰذا میں ان نوجوانوں کو کہ جن میں متعدد بیویوں میں عدل کی صلاحیت اور ایک سے زائد گھروں اور بیویوں کی خبر گیری اور قیادت کی صلاحیت ہے، انہیں ترغیب دوں گا کہ وہ متعدد بیویاں رکھنے کی سنت پر عمل پیرا ہونے کی جلد از جلد کوشش کریں کیونکہ سوکنوں کے اختلافات کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مفاسد کو برداشت کرنے اور ان مفاسد کو دفع کرنے اور گھر کو سنبھالنے کی ان میں زیادہ طاقت ہوتی ہے۔ یوں بچے محبت والفت والے ماحول میں جوان ہوتے ہیں اور اس دوران یہ بات پیش نظر رہے کہ رشتہ کی تلاش کے وقت ایسی عورت تلاش کریں (جس کے مثلاً خاندان وغیرہ کو دیکھ کر اس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ وہ) بہت محبت کرنے والی اور کثرت سے بچے جننے والی ہوگی نیز دیندار عورت تلاش کرنے کی کوشش کریں کیونکہ وہ دنیا کا بہترین متاع ہے اور دیندار سے نکاح کرنے میں ہی مسلمان مرد اپنے گھر کا ایسا ماحول بنا سکتا ہے کہ جس میں اولاد تقویٰ اور نیکی والی زندگی پر پرورش پا سکے۔

نوجوان اگر (چار شادیوں والی) اس سنت پر عمل شروع کر دیں گے تو اس عمل کے نتیجے میں مسلمان عورتوں کو ٹھکانا نصیب ہوگا اور ان کی مالی کفالت اور حالات کی اصلاح کا انتظام ہوگا اور نکاح کے انتظار میں گھروں میں بیٹھے بوڑھی ہو جانے والی خواتین جن مشکلات سے دوچار ہیں، ایسی مشکلات کا سدّ باب بھی ہو سکے گا اور اس سبب سے ایسا نوجوان اللہ کی طرف سے بہت بڑے اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔''

رسالہ: ''فضل تعدد الزوجات''

مؤلفہ خالد الجریسی

علی اشراف الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ

پہلی کی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ بہنوئی نے دوسری شادی رچالی، عرب عالم سے ایک شخص کا سوال

السوال: سؤالی یتخلص فی زوج یتزوج من شقیقتی... سؤالی هنا هل هناك دليل من القرآن أو السنة أو من الائمة الأربعة يجيز الزواج بأخرى قبل الدخول بالاولى ويعده مما لا ضرر فيه على الزوجة الاولى وأن الشريعة تجيز مثل هذه الزيجات...؟

ترجمہ: میں اپنے بہنوئی کے بارے میں سوال پوچھنا چاہتا ہوں (جس میں فلاں فلاں خرابیاں ہیں) اور اس نے میری بہن کی رخصتی سے قبل ہی دوسری شادی بھی رچالی، میرا سوال یہ ہے کہ قرآن وسنت سے ثابت شدہ کوئی دلیل یا چاروں ائمہ میں کسی کا کوئی قول اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ مرد پہلی زوجہ کی رخصتی سے قبل ہی دوسری شادی کرلے اور اس اقدام کو کیا پہلی بیوی پر ظلم نہیں سمجھا جائے گا اور کیا شریعت اس قسم کی نازیبا حرکتوں کی اجازت دیتی ہے......؟

الجواب: اے معزز سائل! آپ کو جان لینا چاہئے کہ اللہ جل شانہ نے سورۃ نساء کی ابتدائی آیات میں مسلمان مردوں کو متعدد بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے اور اس اقدام کے جائز ہونے کے لئے صرف بیویوں میں عدل کی قید ذکر فرمائی اس کے سوا کوئی شرط نہیں، لہٰذا جو اس اقدام کو جائز کہتا ہے اس سے دلیل کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا بلکہ دلیل اس سے طلب کی جائے گی جو اس اقدام کو ناجائز سمجھے۔ بلکہ میں آپ سے کہوں گا کہ جو شخص قدرت مالیہ، جسمانیہ اور عدل کی طاقت رکھتا ہو اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ ایک ہی دن میں چار شادیاں کرلے اور ایک ہی رات میں چاروں سے ملاقات کرلے اور جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اقدام بشرطِ عدل جائز رہے گا اس اقدام کو ممنوع نہیں کیا جاسکتا۔ رہا آپ کا اپنے بہنوئی کے بارے میں یہ اشکال کہ اس میں فلاں فلاں خرابی ہے تو اس کے لئے محاکم شرعیہ (شرعی عدالت) سے رجوع کریں اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ (بذریعہ عدالت) اپنے بہنوئی اور بہن کے معاملے میں درست فیصلہ کرواسکیں گے۔

المفتی: مرکز الفتوی باشراف، عبداللہ الفقیہ
رقم الفتوی: ۳۰۰۲
تاریخ: ۱۶ صفر ۱۴۲۰ ھج

عرب عالم شیخ خالد الجریسی کی ان خواتین کو نصیحت جو اپنے شوہر کو دوسری شادی سے زبردستی روکتی ہیں

ترجمہ: اے میری مسلمان بہن! آپ پر لازم ہے کہ آپ تعددِ زوجات کے حکم کی مخالفت نہ کریں، اس

لئے کہ مخلوق کے بارے میں اللہ کا یہی حکم ہے اور وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے، اس کا ارشاد ہے:

{أفحکم الجاھلیة یبغون} الآیة

ترجمہ: ''تو کیا یہ لوگ جاہلیت کے احکام کے متلاشی ہیں، تو یقین والوں کیلئے اللہ سے زیادہ کس کا حکم عمدہ ہوگا۔''

لہٰذا اے مسلمان بہن! ہم آپ سے یہ مطالبہ تو نہیں کرتے کہ آپ اپنے شوہر کو از خود دوسری شادی کے لئے تیار کریں کیونکہ یہ کام تو آپ کے لئے واقعی بہت مشکل ہے، مگر ہم آپ سے یہ کہتے ہیں کہ آپ کو اس بات کا اختیار نہیں کہ اس معاملے میں شوہر سے جھگڑا کریں جب تک کہ اس جھگڑے کا کوئی حقیقی اور واقعی سبب موجود نہ ہو، اور جب تک ایسا نہ ہو آپ اپنے شوہر سے صرف عدل کا (یعنی اپنے حقوقِ واجبہ کی ادائیگی کا) مطالبہ کرسکتی ہیں۔

اے میری مسلمان بہن! آپ کو پہلے سے یہ علم کہاں سے ہوجاتا ہے کہ آپ کا شوہر بیویوں میں عدل نہیں کرے گا جبکہ ابھی تک اس نے تعدد زوجات کا اقدام کیا ہی نہیں......؟ کیا آپ کو غیب کا علم ہوجاتا ہے یا ایک ایسی مجہول بات کا خوف ہوتا ہے کہ جس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں؟ اور اے مسلمان بہن! آپ ان احمقوں اور بے دینوں کے واقعات سے متاثر ہوکر (اسلام کے حکم کو ناپسندیدہ نہ سمجھیں کہ) جو احمق اور بے دین متعدد بیویوں میں عدل نہیں کرتے۔ کیونکہ ایسے (احمق اور بے دین مسلمانوں) کا عمل (کسی کام کے ناپسندیدہ ہونے اور) اسلامی احکام کی مخالفت کی دلیل نہیں۔ کیونکہ اسلام اس بے عدلی کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ پس آپ پر لازم ہے کہ (شوہر کے اس اقدام کے بعد) اس سے بغیر کسی شرعی عذر کے سوکن کی طلاق کا مطالبہ کریں کیونکہ طلاق حلال کاموں میں اللہ کو سب زیادہ ناپسند ہے۔ نیز آپ (اپنے شوہر کے مال، محبت اور اس کے اوقات وغیرہ میں سے) اتنا کچھ ہی حاصل کرسکتی ہیں جتنا آپ کی تقدیر میں لکھا ہوا ہے، تقدیر سے زیادہ کچھ حاصل نہیں کیا جاسکتا (لہٰذا شوہر دوسری شادی کرے یا نہ کرے، آپ کو اس کے مال، محبت اور اوقات میں اتنا ہی ملے گا جتنا آپ کی تقدیر میں لکھا ہے، اور اس سے زائد کا حصول جب ممکن ہی نہیں تو سوکن کو طلاق دلوانے کا کیا فائدہ؟) اور جب آپ کو علم ہو کہ آپ کا شوہر مزید نکاح کی رغبت رکھتا ہے تو آپ اپنے آپ کو اس بات سے خوب خوب بچا کر رکھنے کی کوشش کریں کہ آپ شوہر کے اس اقدام میں زبردستی آڑ بن جائیں، ایسا ہوا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ لاشعوری طور پر آپ اپنے شوہر کے لئے حلال کام میں رکاوٹ ڈال کر حرام (یعنی فحاشی وبدکاری کے) راستے کو آسان کررہی ہیں، چنانچہ اس صورت میں اگر خدانخواستہ آپ کے شوہر سے کوئی گناہ سرزد ہوا تو اس بات کا خوف ہے کہ اس گناہ میں آپ بھی اس کے ساتھ شریک

ہوں، کیونکہ آپ نے (نکاح جیسے حلال کام کو مشکل بناتے ہوئے) گناہ کی طرف اپنے شوہر کی رہنمائی کی۔ پس کتنی ہی خبیث عورتیں ہیں کہ وہ اس بات کو تو برداشت کر لیتی ہیں کہ ان کا شوہر زانی ہو، عورتوں سے دوستیاں لگا تا پھرے مگر اسے برداشت نہیں کرتیں کہ شوہر کے پاس ایک اور زوجہ ہو۔

آپ کے لئے انسانیت کے معلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، صحابۂ کرام اور جلیل القدر صحابیات اور امہات المؤمنین کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ ان حضرات نے متعدد بیویاں رکھیں (اور صحابیات اور امھات المومنین نے اس اقدام میں رکاوٹ نہ ڈالی) اور ہمیں تو آج بھی مشاہدہ ہے کہ بہت سے وہ حضرات جنہوں نے اپنی بیٹیوں کی شادی ایسے مردوں سے کی جن کے نکاح میں پہلے سے (ایک یا ایک سے زائد) بیویاں تھیں، ان کی بیٹیاں زیادہ اچھی زندگی گذار رہی ہیں ان عورتوں سے جنہوں نے ایسے مردوں سے نکاح کیا جن کے نکاح میں ان کے ساتھ کوئی دوسری عورت شریک نہیں۔

اور اے میرے مسلمان بھائی! میں آپ کو بھی نصیحت کروں گا کہ آپ (عدل کے معاملے میں) اللہ سے ڈریں......اور یہ بات نہ بھولیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے ظلم کو حرام قرار دیا اور بیوی پر ظلم کو بھی حرام قرار دیا ہے اور جس کے نکاح میں ایک سے زائد عورتیں ہوں اس کے لئے بیوی پر ظلم اور بھی زیادہ حرام ہے، یہی وجہ کہ سیدنا مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس کے نکاح میں دو عورتیں تھیں اور وہ دونوں میں سے ایک کو چھوڑ کر دوسری کی طرف (زیادہ) مائل ہو گیا تو قیامت کے دن اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس کے جسم کا آدھا دھڑ گرا ہوا ہوگا۔

فضل تعددِ زَوجات
مؤلفة: شيخ خالد الجريسي على إشراف
الشيخ محمد بن صالح العثيمين رحمه الله

اختتامیہ

بندہ تعدد ِزوجات سے متعلق اپنی اس تالیف کے اختتام پر قارئین کے سامنے یہ بات پیش کرنا انتہائی ضروری سمجھتا ہے کہ اس تالیف سے بندہ کا مقصد ہرگز ہرگز لوگوں کا گھر اُجاڑنا اوران میں فساد ڈالنا نہیں بلکہ یہ کتاب خالصۃً خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لئے لکھی گئی ہے،...... ہاں یہ ضرور ہے کہ جب کسی مردہ سنت کو زندہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو معاشرے کی طرف سے ردِعمل اور اس کے نتیجے میں آزمائشیں اس عمل کا لازمی جزو ہیں، لہٰذا جو حضرات بھی بندہ کی اس تالیف کے مطالعے کے بعد دوسری شادی کا ارادہ کریں ان سے مکرّر اپیل ہے کہ پہلی زوجہ کے ردِعمل پر آگ بگولہ ہونے کے بجائے جس حد تک استطاعت ہو اس پر ردِعمل کو اس کی فطرت کا حصہ سمجھ کر برداشت کرنے کی کوشش کریں۔ اس پر آپ اللہ رب العزت کی طرف سے ان شاء اللہ اجرِ عظیم کے مستحق ہوں گے۔ اگر آپ نے برداشت والی پالیسی کے بجائے خدانخواستہ ماردھاڑ والی پالیسی اختیار کی تو آپ کی زوجہ اس معاملے میں اور زیادہ حساس ہوجائے گی اور اس کے لئے سوکن کے وجود کو قبول کرنا آسان ہونے کے بجائے مزید مشکل ہوجائے گا۔

نیز وہ حضرات جن کا سنجیدگی سے دوسری شادی کا ارادہ نہ ہو وہ خواہ مخواہ اسلام کے اس فلسفے کو بیوی کے لئے بلیک میلنگ کے طور پر استعمال نہ کریں اور بیوی سے لڑائی کے موقع پر بات بات پر اسے دوسری شادی کی دھمکیاں دے کر بلیک میل کرنے کی کوشش کریں۔

بندہ نے یہ تالیف قوم کے حالات کو دیکھتے ہوئے بخدا خالصتاً ایک اچھے جذبے سے لکھی ہے، جس میں قوم کی خیرخواہی مقصود ہے، بدخواہی اور فساد ہرگز مقصود نہیں۔ اگر کوئی ہماری اس تالیف سے غلط فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے گھر میں فساد برائے فساد کا ذریعہ بنتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اس عمل کا خود ہی جوابدہ ہوگا اور ایسے شخص کو اس رب کی پکڑ سے ڈرنا چاہیے جو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے بھیدوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

"فإنه يعلم خائنة الأعين وما تخفى الصدور وهو اللطيف الخبير"

اللّٰهم تقبله مني واجعله صدقة جارية لوالدي ولأساتذتي ولمشايخي ورحمهم الله تعالى أجمعين وصل اللّٰهم وبارك وسلم على عبدك ورسولك محمد وعلى آله وصحبه أجمعين آمين۔ وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين۔ فقط:

طارق مسعود بن مسعود علی خان

بن محمد شفیع خان بن محمد خلیل خان بن محمد احمد خان

من کراتشی ثم من سهارنبور من الهند

محرّم ۱۴۳۱ھ بمطابق دسمبر 2009ء